جواہر پارے
تلخیص وانتخاب مکاتیب رشیدیہ
قطب الوقت حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ کے مکاتیب
از
حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امروہیؒ
جامع ومرتب
مولانا محب الحق
استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ

جواہر پارے

تلخیص وانتخاب مکاتیب رشیدیہ

قطب الوقت حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ کے مکاتیب

از:

حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امروہیؒ

جامع ومرتب

مولانا محب الحق

استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ

ناشر

فرید بک ڈپو، ۲۱۵۸/ایم. پی. اسٹریٹ، پٹودی ہاؤس

نام کتاب : جواہر پارے (مکاتیب رشیدیہ کا انتخاب و تلخیص)

جامع و مرتب : مولانا محب الحق (پروہی مدھوبنی بہار)

رابطہ : امداد الحق بختیار بن مولانا محب الحق 9032528208, 8328083707

کمپوزنگ : عبد الصبور (عبد الرحمٰن کمپیوٹر گرافکس، شاہی چبوترہ، امروہہ)

ناشر : فرید بک ڈپو، ۲۱۵۸/ایم. پی. اسٹریٹ، پٹودی ہاؤس
دریا گنج، نئی دہلی-۲

طباعت :

تعداد :

اشاعت اول : ۱۴۳۳ھ مطابق ۲۰۱۲ء

قیمت : ۱۰۰/روپئے

اسٹاکسٹ :

ترتیب

افتتاحیہ

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم، اما بعد!

مغربی اتر پردیش کے ضلع سہارنپور کے قصبوں میں گنگوہ ایک مردم خیز قصبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس قصبہ کو شاہ عبدالقدوسؒ، شاہ ابوسعیدؒ اور قطب الاقطاب حضرت مولانا رشید احمدؒ جیسے اکابر کے وجود باجود سے شرف تقدس بخشا جو بیک وقت عالم دین، شریعت و طریقت کے رمز شناس، عاشق نبی اور متبع سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ ان ہی میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی وہ ذات بھی ہے جس کو پورا عالم عقیدت واحترام سے امام ربانی کہتا ہے۔

حضرت مولانا گنگوہیؒ کی ولادت باسعادت ۶؍ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ مطابق ۱۸۲۹ء کو پیر کے دن گنگوہ میں ہوئی۔ والدین نے آپ کا نام رشید احمد رکھا۔

والد اور والدہ دونوں کی طرف سے سلسلہ نسب حضرت ابوایوب (خالد) انصاریؓ سے متصل ہوتا ہے۔ دادی کی جانب سے گیارہویں پشت میں قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ سے ملتا ہے اور روحانی سلسلہ بھی شیخ سے ہی ملتا ہے۔ گویا دونوں اعتبار سے آپ شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے صحیح جانشین ثابت ہوئے۔

آپ کی دادھیال قصبہ رامپور منیہاراں ضلع سہارنپور میں تھی مگر مولاناؒ کے دادا قاضی پیر بخشؒ نے گنگوہ کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ آپ کے والد ہدایت احمد انصاریؒ کی ولادت گنگوہ میں ہوئی۔ وہ اپنے وقت کے جید عالم اور دینی مقتدیٰ تھے۔ انھوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے احفاد سے علوم دینیہ حاصل کیے تھے اور سلوک کی منزلیں شاہ غلام علی نقشبندی دہلویؒ سے طے کیں۔ عمر کے ساتویں سال والد ماجد کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوگئے تھے۔ والدہ ماجدہ نے جو ایک نہایت عابدہ، زاہدہ اور پارسا خاتون تھیں، عمدہ طریقہ پر آپ کی تربیت کی۔ نیز آپ کو جد امجد قاضی پیر بخشؒ کی سرپرستی بھی حاصل رہی۔

اللہ تعالیٰ کو جن انسانوں سے کام لینا ہوتا ہے ان کو شروع ہی سے بیکار اور لایعنی باتوں سے متنفر رکھ کر سلیم الطبع، سلیم الفطرت اور اوصاف حمیدہ وخصائل فاضلہ سے متصف فرماتا ہے۔ قناعت واستقلال اور صبر وشکر کی دولت عطا کرتا ہے اور دلوں سے حرص، طمع، غرض وجاہ اور دنیا کی محبت نکال کر اس میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مولانا گنگوہیؒ کے اندر بچپن ہی سے صبر وشکر، زہد وتقویٰ، پاکیزگی وطہارت اور استقامت وانابت کا جوہر ودیعت فرمایا تھا۔ آپ اپنے وقت کے امام ملت، قطب عالم، نمونۂ علم وعمل، رشد وہدایت کا مرکز اور عظیم مصلح تھے۔

ابتدائی تعلیم میاں جی قطب بخش صاحب گنگوہیؒ سے شروع کی۔ فارسی اپنے ماموں مولانا محمد تقی کرنائی اور مولانا محمد غوثؒ سے پڑھی۔ صرف ونحو اور ابتدائی عربی پڑھ کر جملہ علوم وفنون کی تحصیل کے لیے دہلی کا رخت سفر اختیار کیا۔ دہلی اس زمانہ میں ملک وبیرون کے علماء کا محور ومرکز تھی جہاں دور دور سے شائقان علوم اپنی علمی تشنگی بجھانے کے لیے آتے تھے۔ وہیں مدرسہ ''غازی الدین'' موجودہ عربک کالج میں استاذ الکل مولانا مملوک علی صدیقی نانوتویؒ مسند درس پر رونق افروز تھے، دوسری طرف مولانا شاہ عبدالغنی فاروقی مجددی نقشبندی مہاجر مدنیؒ درس حدیث میں یگانہ روزگار تھے۔ مولانا گنگوہیؒ نے ۱۲۶۱ھ میں دہلی پہنچ کر مختلف اساتذہ کے درس میں شرکت کی۔ ہر درس گاہ کا رنگ دیکھا لیکن کہیں تشفی نہ ہوئی۔ ایک دن استاذ الکل مولانا مملوک علی صدیقی نانوتویؒ کے درس میں شریک ہوئے تو دل کی دنیا بدل گئی اور فیصلہ کیا کہ یہاں مقصود حاصل ہوگا۔ قدرت کو بھی یہی منظور تھا کہ اپنے وقت کے شمس وقمر ایک جگہ تعلیم حاصل کر کے برصغیر میں کتاب وسنت کی ایسی تحریک چلائیں کہ قیامت تک اس کا سلسلہ جاری رہے۔ استاذ الکل مولانا مملوک علی صدیقی نانوتویؒ نے بھی ایسی تعلیم دی کہ ان کی وجہ سے صرف برصغیر ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں علوم دینیہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اشاعت ہوئی۔

استاذ الکل مولانا مملوک علی نانوتویؒ سے تفسیر، فقہ، اصول فقہ، معانی اور معقولات کی اکثر کتابیں پڑھیں۔ ان کے علاوہ مفتی صدر الدین آزردہؒ، مولانا شاہ احمد سعیدؒ اور قاضی احمد دین پنجابیؒ سے بھی اکتساب فیض کیا۔

مولانا شاہ عبدالغنی فاروقی مجددی نقشبندی دہلوی مہاجر مدنیؒ سے جن کا قیام اس وقت تک دہلی ہی میں تھا آپ نے اور قاسم العلوم والمعارف مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ''صحاح ستہ'' حرفاً حرفاً پڑھ کر سند حدیث حاصل کی۔

جملہ علوم وفنون سے فراغت کے بعد اپنے وطن گنگوہ واپس ہوئے اور درس وتدریس میں مشغول ہوگئے اور ایک عرصہ تک تفسیر، حدیث، فقہ، معانی اور نحو کا درس دیتے رہے۔ آپ کے درس حدیث کی شہرت سن کر مختلف اقطار وامصار سے عاشقان علوم حدیث دور و نزدیک سے آتے تھے، کبھی کبھی ان کی تعداد ستر اسی (۷۰-۸۰) تک پہنچ جاتی تھی جن میں ہندو بیرون ہند کے طلباء بھی ہوتے تھے، طلباء کے ساتھ نہایت محبت، شفقت سے پیش آتے تھے۔ درس کی تقریر ایسی پُر تاثیر ہوتی تھی کہ ایک عامی بھی سمجھ لیتا تھا۔

۱۳۰۱ھ سے صرف صحاح ستہ کا درس تنہا دیا کرتے تھے آپ کے درس حدیث سے تین سو سے زائد علماء فیض یاب ہوئے تھے۔

خدا طلبی اور معرفت الٰہیہ کا شوق بچپن سے ہی آپ کے قلب اطہر میں موجزن تھا۔ تحصیل علوم کے بعد مرشد کامل کی تلاش ہوئی جو آپ کو تھانہ بھون شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی خدمت اقدس میں لے آئی۔ سلوک ومعرفت کے منازل حضرت مہاجر مکیؒ سے صرف چالیس دن میں طے کر کے اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے۔

دار العلوم دیوبند کے سب سے پہلے صدر مدرس وشیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے سوانح عمری قاسم العلوم والمعارف مولانا محمد قاسم نانوتویؒ میں لکھا ہے کہ

''جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور مولوی محمد قاسم صاحبؒ

کی اسی زمانہ سے ہم سبقی اور دوستی رہی ہے۔ آخر میں حدیث حضرت
شاہ عبدالغنی صاحب کی خدمت میں پڑھی اور اسی زمانہ میں دونوں
صاحبوں نے جناب قبلہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب دام ظلہ سے
بیعت کی اور سلوک شروع کیا۔‘‘

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اکثر و بیشتر حضرت گنگوہیؒ کی خدمت میں تشریف لے جاتے رہے ہیں۔ ان کے متعلق ارشاد فرمایا کہ:

’’قطب عالم حضرت مولانا گنگوہیؒ علم و فضل میں یگانۂ روزگار ہونے
کے ساتھ زہد و تقویٰ، سادگی، تواضع اور فنائیت میں بھی انتہاء کو پہنچے
ہوئے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت گنگوہیؒ حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے
کہ بارش آگئی؛ سب طلباء کتابیں لے کر اندر بھاگے مگر مولانا گنگوہیؒ
سب طلباء کی جوتیاں جمع کر رہے تھے کہ اُٹھا کر چلیں، لوگوں نے یہ
حالت دیکھی تو کٹ کر رہ گئے۔‘‘ (بحوالہ حکیم الامت کی محفل ارشاد)

آپ کی پوری زندگی اتباع سنت، عمل بالعزیمت اور استقامت علی الشریعت میں اپنی نظیر آپ تھی۔

حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبندؒ رقم فرماتے ہیں کہ

’’حضرت مولانا محمد قاسم قدس سرہ نے حضرت گنگوہیؒ کے فقہ کے
مقام بلند کی بنا پر ان کو ابوحنیفہ عصر کا لقب دیا تھا اور وہ اپنے عہد میں
اسی لقب سے معروف تھے۔‘‘ (بحوالہ تواریخ و شخصیات حکیم الاسلام)

۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی میں خانقاہ قدوسی سے مردانہ وار نکل کر انگریزوں (نصاریٰ) کے خلاف صف آرا ہو گئے اور اپنے مرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور دوسرے رفقاء کے ساتھ شاملی کے معرکہ جہاد میں شامل ہو کر خوب داد شجاعت دی۔ ناکامی کے بعد

گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا اور آپ کو گرفتار کر کے سہارنپور کی جیل میں قید کر دیا گیا وہاں سے مظفرنگر کی جیل میں منتقل کیے گئے۔ چھ ماہ جیل میں گذارے وہاں بہت سے قیدی آپ کے معتقد ہو گئے اور جیل خانہ میں جماعت کے ساتھ نماز ہونے لگی۔

آپ نے تین حج کیے؛ پہلا حج ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۸۶۳ء، دوسرا ۱۲۹۴ھ اس حج میں اکابر کافی تعداد میں تھے، تیسرا ۱۲۹۹ھ میں۔

قاسم العلوم والمعارف مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے وصال کے بعد دارالعلوم کے بمشورہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سرپرست ثانی قرار پائے۔ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیبؒ ارقام کرتے ہیں:

> ''قطب الارشاد حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ' نے قاسمی طرز فکر کے ساتھ ساتھ دارالعلوم کی تعلیمات میں فقہی رنگ بھرا جس سے اصول پسندی کے ساتھ فروع فقہیہ اور جزیاتی تربیت کا قوام بھی پیدا ہوا اور اس طرح فقہ اور فقہاء کے سرمایہ کا بھی اس میراث میں اضافہ ہوا۔'' (بحوالہ تواریخ وشخصیات حکیم الاسلام)

جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے نظام کو جو جو شخصیتیں للّٰہیت کے ساتھ چلا رہی تھیں وہ ایک ایک کر کے رخصت ہو گئیں تو ارباب اہل شوریٰ کو ایک ایسے سرپرست کی ضرورت محسوس ہوئی کہ جس کے مشورے کو ہر ایک قبول کر لے تو سب کی نظر حضرت محدث گنگوہیؒ پر گئی کہ اگر حضرت قبول کر لیں تو مدرسہ کی ترقی میں اضافہ ہو جائے۔ آپ سے درخواست کی گئی تو آپ نے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے مشورے کے مطابق ۹ ربیع الثانی ۱۳۱۴ھ کو اپنی منظوری مرحمت فرمائی۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنیؒ تاریخ مظاہر جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

> ''ڈپٹی صاحب کے حادثہ انتقال کے بعد عامۃ القلوب اس طرف

متوجہ ہوئے کہ مدرسہ کی خاص طور پر خبر گیری اور اعانت کی جائے۔
اسی ذیل میں اس طرف بھی توجہ ہوئی کہ مدرسہ کی تربیت عرصہ سے
کسی اہل اللہ کے زیر سایہ نہیں ہے جس کی وجہ سے مدرسہ کی روحانی
ترقی مسدود ہے۔ اس بنا پر مرجع الکل، قطب الارشاد، مجدد العصر
حضرت اقدس مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہ کی ذات ستودہ
صفات کی طرف دست التجا بڑھا اور حضرت کی خدمت میں سرپرستی
قبول کرنے کی درخواست ممبران کی طرف سے پیش ہوئی۔ حضرت
نور اللہ مرقدہ نے اس درخواست کو شرف قبولیت بخشا۔'' بحوالہ تاریخ
مظاہر جلد اول مرتبہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ

آپ جہاں ایک طرف درس و تدریس میں مشغول تھے تو دوسری طرف تزکیہ باطن وتصفیہ قلوب اور مضطربان قلوب کی رہنمائی بھی کرتے تھے۔ بصارت ظاہری جانے کے بعد ہمہ تن اصلاح باطن و تربیت سالکین میں مشغول ہوگئے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد ۳۱ ہے جو اپنے وقت کے عظیم مفسر، محدث اور فقیہ تھے پھر ان خلفاء کے خلفاء لاکھوں کی تعداد میں عالم اسلام میں ہیں۔ درس و تدریس اور رشد و ہدایت کی گوناگوں مصروفیتوں کی وجہ سے تصنیف و تالیف کے لیے وقت نہ مل سکا پھر بھی چند کتابیں آپ کے علم و فن کی بین دلیل ہیں، امداد السلوک، سبیل الرشاد، الرائی النجیح، اوثق العریٰ، تصفیۃ القلوب، ہدایۃ الشیعہ، ہدایۃ المعتدی فی قراۃ المقتدی، فتاویٰ رشیدیہ، زبدۃ المناسک، الفیض السمائی، الحل المفہم، لامع الدراری، الکوکب الدری؛ موخر الذکر دونوں کتابیں آپ کے بخاری و ترمذی کے درسی افادات ہیں جن کو مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ والد ماجد شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنیؒ نے قلمبند کر لیا تھا۔ آفتاب عالمتاب تقویٰ وطہارت کے پیکر گنگوہ کے اُفق پر بروز جمعہ اذان کے بعد ۷۸ سال کی عمر میں ۹ ر جمادی الاخریٰ ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱ ر اگست

۱۹۰۵ء کو اپنے رب حقیقی سے جا ملے۔

سینہ میں قلزم کو لیے قطرہ کا قطرہ ہی رہا

حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امروہیؒ نے یہ مکاتیب، مکاتیب رشیدیہ مرتبہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی اور مفاوضات[1] رشیدیہ مرتبہ مولانا نورالحسن منظور ابن مولانا سید محمد اشرف علی سلطان پوریؒ پنجاب خلیفہ حضرت گنگوہیؒ سے اخذ کیے۔اس کے علاوہ مولانا حافظ عبدالرحمٰن صدیقی مفسر امروہیؒ، حافظ اللہ دیہ کاندھلویؒ مولانا حکیم محمد صدیق قاسمی مرادآبادیؒ ،مولانا عبدالرحمٰن صاحبزادہ مولانا مرادآبادیؒ اور منشی محمد اسحاق مرادآبادی مرحوم کے نام آئے ہوئے غیر مطبوعہ مکاتیب بھی تلخیص کر کے ان میں شامل فرمائے اور ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ میں ۱۵ رقسطوں میں ''جواہر پارے'' کے عنوان سے شائع کرائے تھے یہ تمام مکتوبات احسان وتصوف کے مسائل سے متعلق ہیں۔احقر مرتب نے ''الفرقان'' لکھنؤ کے علاوہ ماہنامہ ''نظام'' کانپور کے تصوف نمبر سے بھی کچھ مکتوبات اس میں شامل کر دیے ہیں جو مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھویؒ اور مولانا حافظ عبدالرحمٰن مفسر امروہیؒ کے نام شائع ہوئے ہیں۔ان دونوں رسالوں کے مکررات مکتوبات کو حذف کر دیا۔اب یہ مفید مجموعہ کتابی شکل میں آپ کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر اس موقع پر احقر اپنے ان کرمفرماؤں کا ذکر خیر نہ کرے جنھوں نے اس مجموعہ کی ترتیب میں ہر ممکن حوصلہ افزائی کی خصوصاً برصغیر کے عظیم محقق مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی دامت برکاتہم ،مولانا سید محمد شاہد امین عام جامعہ مظاہر علوم اور مولانا زین العابدین صدر شعبہ تخصص فی الحدیث جامعہ مظاہر علوم کا ممنون ومشکور ہوں کہ انھوں نے اپنے اپنے گرانقدر مضامین سے اس حقیر کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ استاذ گرامی حضرت مولانا محمد اسماعیل (استاذ حدیث ونائب مہتمم جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ) کہ جن کی

---

[1] مفاوضات رشیدیہ کے دو-تین مکاتیب کے علاوہ تمام مکاتیب مولانا سید اشرف علی سلطانپوریؒ کے نام ہیں

دعاؤں نے مہمیز کا کام کیا، میرے لڑکے مولانا مفتی حافظ قاری امداد الحق بختیار سلمہ (نائب مفتی دار العلوم حیدرآباد) کا بھی تعاون رہا۔ مولانا مفتی محمد اسلم عباسی امروہی سلمہ (استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ) کا بھی تعاون رہا۔ پروف ریڈنگ میں اسعد حسین سلمہ متعلم مدرسہ جامع مسجد امروہہ نے مدد کی۔ عبد الصبور امروہوی سلمہ نے کمپوز کر کے کتاب کے حسن کو دوبالا کیا۔ حضرت مولانا حافظ عبد الرحمٰن صدیقی مفسر امروہیؒ کے پوتے حفیظ احمد صدیقی سہروردی امروہوی مرحوم کو اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں جگہ دے، کا بھی مشکور ہوں۔ جب میں نے مولانا فریدیؒ کے مضامین شائع کرنے کا ارادہ کیا تو مرحوم نے ہر ممکن تعاون دینے کا وعدہ کیا۔ اللہ تعالیٰ ان تمام معاونین کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

قارئین سے درخواست ہے کہ جب حضرت محدث گنگوہیؒ اور حضرت مولانا فریدیؒ کے لیے دعا فرمائیں وہیں راقم الحروف کے والدین مرحومین کے لیے بھی مغفرت کی دعا کریں کیونکہ یہ ان ہی کی دعائے سحر گاہی کا ثمرہ ہے۔

راقم السطور سب سے زیادہ دعاؤں کا محتاج ہے، اس حقیر کو بھی اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ تمام شرور وفتن سے حفاظت فرمائے اور اپنے مربی و محسن استاذ محترم کی پیروی کی توفیق مرحمت کرے۔ آمین۔

حضرت جگر مرادآبادیؒ کے اس شعر پر اپنی معروضات کو اختتام پذیر کرتا ہوں:

اللہ اگر توفیق نہ دے انسان کے بس کا کام نہیں
فیضان محبت عام تو ہے عرفان محبت عام نہیں

خاکپائے حضرت فریدی محبّ الحق

استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ

شوال ۱۴۳۲ھ/ستمبر ۲۰۱۱ء

چراغِ رہگذر

از: برصغیر کے عظیم محقق مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی

بڑے اہل علم وکمال کا ایک بڑا مگر کم یاب ونادر پہلو یہ ہوتا ہے کہ ان کے ایک ایک فقرہ کی تہہ میں دریائے معانی پوشیدہ ہوتا ہے، اس میں جس قدر غور کیجئے جہاں تک اس کی تہہ میں اتریئے، معانی ومباحث کی گرہیں کھلتی اور علوم وفنون کے لعل وگہر ہاتھ آتے چلے جاتے ہیں، کئی مرتبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک فقرہ کی ایک فاضل نے شرح کی، اس کی تفہیم کا ارادہ کیا، اس کی زبان یا قلم سے وضاحت وصراحت فرمائی، اس فقرہ یا عبارت کی معنویت اور تہہ داری سے پردہ اُٹھایا مگر جب دوسرے جاننے سمجھنے والوں نے اس کو پڑھا، تو اندازہ ہوا کہ یہ بات تو خوب ہے، تشریح عمدہ ہوئی ہے، مگر ابھی کہنے اور سمجھنے کے لیے بہت کچھ باقی ہے، اس عبارت کی جڑیں اور گہری ہیں، ان میں سے ابھی اور رس اور فوائد ومعانی اخذ کئے جاسکتے ہیں، حضرت مولانا گنگوہیؒ اس تہہ داری، معنویت اور ایجاز واختصار کے بادشاہ ہیں، حضرت مولاناؒ کے بعض جملے، فقرے ایسے ہیں، کہ ان کی شرح وتفہیم میں بڑے مفصل مقالے اور کتابیں لکھی جاسکتی ہیں، اور لکھی جارہی ہیں لیکن اگر یہ خدمت سرانجام نہ دی جائے اور دائرہ ان کے ظاہری الفاظ ومقاصد تک ہی محدود رہے، ذہن بلند پردازی سے عاجز وقاصر ہو، تب بھی ان کی افادیت کچھ کم نہیں ہے۔

تہہ داری کی یہ صفت اور علم کی گہرائی اور معنویت کی یہ کیفیت حضرت مولاناؒ کی تصانیف، فتاویٰ اور مکتوبات ہر اک میں پوری طرح جلوہ فرما ہے۔ ان میں سے مختلف، خصوصاً حدیث شریف، فقہ اور سلوک وتصوف کے موضوعات پر، حضرت مولاناؒ کی تصنیفات، تحریرات اور ارشادات تینوں ہی علم سے گندھے ہوئے، اپنے اندر مختلف افادات ومباحث سموئے ہیں اور متعلقہ عنوانات ومسائل کی اس طرح گرہ کشائی فرماتے ہوئے، کہ سوال کرنے والے، پڑھنے والے کو، اطمینان قلب حاصل ہوجائے، مسئلہ کی واضح کیفیت اس کے سامنے آجائے اور عبارت ایسی پُر ازمعنی اور تہہ دار کہ اگر اس پر گہرے علم والے، ذہین اہل فضل وکمال غور فرمائیں تو اس سے مزید نکات ومطالب اخذ کرسکیں، یہ وصف تحریرات وافادات کے علاوہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے مکتوباتِ گرامی میں بھی خوب ہے۔

یہ مکتوبات گرامی حضرت مولانا کے خطوط کے کئی مجموعوں میں بکھرے ہوئے ہیں، مکتوباتِ گرامی کے تین چار مجموعے چھپے ہیں، بعض مجموعے جو چھپے نہیں اور بیسیوں مکتوبات جو کسی مجموعہ میں شامل نہیں، مختلف اصحاب اور اداروں میں اب تک موجود ہیں، ضرورت ہے کہ تمام مکتوبات کو یکجا اور مرتب کر کے ایک بڑے مجموعہ یا کلیات کی صورت میں شائع کیا جائے، امید ہے کہ اس سے کثیر استفادہ اور نفع ہوگا۔

مکتوبات گرامی کی ایک اور خدمت اور اس کا دائرۂ استفادہ وسیع سے وسیع تر کرنے کی ایک عمدہ کوشش یہ انتخابِ مکتوبات ہے جو زیر نظر ہے، مولانا مفتی نسیم احمد صاحب فریدی امروہیؒ نے، جو جید عالم، زبان وادب کے فاضل، ممتاز مصنف ومحقق اور مترجم نیز تلخیص نگار تھے، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے مکتوبات کے دو مطبوعہ مجموعوں اور بعض ایسے مکتوبات کا، جو ان دونوں مجموعوں میں شامل نہیں ہیں، ایک عمدہ انتخاب ''جواہر پارے'' کے نہایت موضوع عنوان سے کیا تھا، جس کی چند قسطیں ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ میں چھپی تھیں لیکن کئی ایک غیر مطبوعہ بھی تھیں، حضرت مولانا فریدیؒ کے شاگرد خاص اور خادم باختصاص مکرمی مولانا محبّ الحق صاحب مدھوبنی دام مجدہٗ مقیم امروہہ جنھوں نے مولانا المکرّم سے اپنی قدیم نہایت گہری بلکہ غیر معمولی نسبت وارادت کی وجہ سے خود کو مولانا فریدیؒ کے علمی تحریری، تصنیفی آثار کی تدوین واشاعت کے لیے گویا وقف کر رکھا ہے، حضرت مولاناؒ کی متعدد تصانیف اور مقالات کے ایک بڑے مجموعہ کے بعد (جس کی تین جلدیں شائع ہو چکی ہیں مزید زیر ترتیب ہیں) اس مجموعے کو بھی مکمل ومرتب کر کے شائع کرنے کا حوصلہ مندانہ قدم اُٹھایا ہے، اور مجھ ناچیز کم سواد کی حیثیت پر نظر ڈالے بغیر، اپنی محبت سے اس خدمت کے تعارف کی سعادت میں شامل کر لیا، مولانا محبّ الحق صاحب اس خدمت کے لیے مبارکباد کے مستحق ہیں، صاحب مکتوبات اور تلخیص وانتخاب فرمانے والے، دونوں کے متعلق کچھ کہنا اپنی حیثیت سے بڑھ کر قدم بڑھانا ہے کہ ''مادح خورشید مداح خود است'' زیادہ سے زیادہ یہی عرض کر سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ اس ''مئے دو آتشہ'' سے تمام اہل ذوق سیراب ہوں اور ان کو ایسا فائدہ ہو جو مخمور کر کے بارگاہِ الست تک پہنچانے کا سامان بنے۔ اور اس کے فوائد واثرات دیر تک قائم وبرقرار رہیں۔ آمین یا رب العالمین۔

۲۲ ربیع الاوّل ۱۴۳۳ھ نور الحسن راشد کاندھلوی

تاثرات

مولانا سید محمد شاہد صاحب امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

الحمد للّٰہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہٗ

امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نور اللہ مرقدہٗ اپنے دور کی ایک عظیم علمی روحانی ہستی اور اپنے وقت کی ایک نابغہء روزگار شخصیت تھے۔ اور حضرت حق جل مجدہٗ کی عنایت خاصہ سے مجمع البحرین ہی نہیں بلکہ مجمع الابحار تھے۔ چنانچہ ان کی ذات والاصفات سے اگر ایک جانب تفسیر وحدیث، فقہ وسلوک پر ہونے والی محنت وجدوجہد اور باکمال تلامذہ کے ذریعہ اس میں وسعت وپھیلاؤ کا عظیم سلسلہ جاری تھا تو دوسری جانب سلاسل اربعہ چشتیت، قادریت، نقشبندیت اور سہروردیت کے حوالہ سے روحانیت کی اشاعت کا ایک وسیع وعریض سلسلہ قائم تھا۔ اور اسی کا خوشگوار نتیجہ یہ تھا کہ آپ کی خانقاہ سے بیک وقت علماء ومحدثین اور اصحاب نسبت مشائخ واولیاء کاملین علم وآگہی سے مالامال اور دستار فضیلت حاصل کر کے نکل رہے تھے۔

مزید برآں کہ آپ کا علمی وروحانی فیض جس قوت وشوکت کے ساتھ آپ کی حیات میں جاری رہا آپ کی وفات کے بعد آپ کے خلفاء ومجازین بیعت کے ذریعہ سے بھی اسی اعتبار وانداز سے چلتا رہا اور مخلوق خدا فیض یاب ہوتی رہی۔ آپ کے علمی وحدیثی جواہر پاروں نے جس طرح اساتذۂ وقت کی علمی پیاس بجھائی اسی طرح سلوک وروحانیت کی لائن سے آپ کی زبان فیض ترجمان سے نکلنے والے شہ پاروں نے بھی ارباب قلوب اور اصحاب بصیرت کی رہبری ورہنمائی کی۔ چنانچہ آپ کے سوانح حیات ''تذکرۃ الرشید''، حیات خلیل، فتاویٰ رشیدیہ نیز مکتوبات رشیدیہ ومفاوضات رشیدیہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت بخوبی عیاں ہے۔

زمانہ بدلتا رہتا ہے، وقت اپنی کروٹ لیتا رہتا ہے، اس لئے نئی نئی ضرورتیں اور نئے نئے تقاضے سامنے آتے رہتے ہیں، علمی اور معلوماتی دنیا بھی اس تغیر وانقلاب کا اثر قبول کرتی رہتی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اکابر ومشائخ کے علمی افادات وارشادات نئے نئے انداز سے سامنے آرہے ہیں کبھی جدید تحقیق وترتیب کے اعتبار سے کبھی نئے انداز اور نئی تشریحات کے لحاظ سے اور کبھی تلخیص وانتخاب کے نام سے۔

چنانچہ جدید علمی دنیا کے لئے مکتوبات رشیدیہ کا یہ ایک منتخب مجموعہ "جواہر پارے" کے عنوان سے قارئین کے زیر مطالعہ ہے۔ یہ مجموعہ اپنے دور کے مشہور ومعروف صاحب قلم، عالم دین حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امروہوی کی کوشش وکاوش کا نتیجہ ہے، اور محبّ گرامی مولانا محبّ الحق صاحب استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ اس کے جامع ومرتب ہیں۔ اس مجموعہ میں اپنے وقت کے انیس (۱۹) علماء واکابر کے نام تحریر کئے گئے، خطوط کی تلخیص وانتخاب شامل ہے، یہ جواہر پارے اس سے قبل مشہور ومعروف دینی مجلّہ "ماہنامہ الفرقان لکھنؤ" میں پندرہ طویل قسطوں میں شائع ہو چکے ہیں، لیکن اب مرتب موصوف کی حسن سعی سے کتابی شکل میں منتقل کئے جارہے ہیں۔

حق تعالیٰ شانہ اس علمی محنت کو قبول فرمائے اور اس علمی سوغات اور روحانی کشکول سے قارئین کو زیادہ سے زیادہ متمتع ہونے کی توفیق مرحمت فرمائے اور اپنی پاک بارگاہ کی قبولیت ومقبولیت عطا فرمائے۔

سید محمد شاہد غفرلہ

امین عام جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

۲۵/ ذیقعدہ ۱۴۳۲ھ

تقریظ

مولانا زین العابدین اعظمی صدر شعبہ تخصص فی الحدیث جامعہ مظاہر علوم، سہارنپور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیر نظر کتاب ''جواہر پارے'' حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امروہیؒ کی کاوش قلم ہے جو حضرتؒ نے ''مکاتیب رشیدیہ'' کا اختصار کر کے رسالہ ''الفرقان'' لکھنؤ میں شائع فرما دیا تھا۔ اس کتاب میں فقیہ النفس، مجدد زمانہ، جامع شریعت و طریقت، شیخ المشائخ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہٗ کے ان مکتوبات کا خلاصہ ہے جو احسان و تصوف، اخلاق و معاملات اور ذکر و فکر سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امروہیؒ کے خاص ترتیب یافتہ ''حضرت مولانا محب الحق صاحب'' استاذ جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد، امروہہ نے دوبارہ کتابی شکل میں خاص ترتیب سے شائع کرنے کا بیڑہ اُٹھایا ہے اور اپنے استاذ محترم کے حواشی کے ساتھ جگہ جگہ اپنے مفید حواشی کا اضافہ فرما دیا ہے۔ اس لیے امید ہے کہ تاریخی حیثیت مزید مستند ہو جائے گی، جیسا کہ میں نے حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے ''مکتوبات نعمانی'' کے تعارف میں لکھا تھا کہ ''مولانا محب الحق صاحب کی تحریرات و تحقیقات ہو بہو اپنے استاذ محترم کی تقریرات و تحقیقات کا مثنیٰ ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مولانا کی اس محنت کو قبولیت سے نوازے اور ہم لوگوں کو ان مبارک مکتوبات سے نفع اُٹھانے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

زین العابدین الاعظمی

۲۴/ ذی قعدہ ۱۴۳۲ھ

تمہید

قطب الوقت حضرت مولانا رشید احمد محدث گنگوہیؒ، علوم ظاہری و باطنی کے امام اور رموز شریعت و طریقت کے ماہر و رازداں تھے۔ ایک طرف درسِ حدیث کی مسند پر فائز رہ کر ہزارہا تشنگانِ علوم دینیہ کو مستفیض فرمایا، دوسری طرف تزکیہ قلب اور تہذیب باطن کا سلسلہ قائم فرمایا جس سے کثیر التعداد اشخاص نے استفادہ کیا۔ تفسیر و حدیث، علم و حکمت، فقہ و کلام اور احسان و تصوف میں آپ کا جو مقام عالی تھا اس کو کما حقہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کی تصانیف، فتاویٰ اور مکاتیب طالبان علوم دینیہ کے لیے مشعل راہ ہیں۔ آپ کے بعد آپ کے خلفاء اور تلامذہ نے کتاب و سنت کی روشنی میں حکمت ولی اللہی اور فقر امداد اللہی کو دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچایا۔ سچ یہ ہے کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ اور حضرت مولانا نانوتویؒ کے فیوض و برکات اس کثرت سے ہیں کہ رہتی دنیا تک طالبین حق اس کا اقرار و اعتراف کریں گے۔

"مکاتیب رشیدیہ" حضرت گنگوہیؒ کے مکتوبات کا ایک مختصر مجموعہ ہے جو مولانا عاشق الٰہی صاحب میرٹھی مرحوم نے شائع کیا ہے، کوشش کی جائے تو ابھی حضرت والا کے اتنے اور مکاتیب ہندوستان میں دستیاب ہو سکتے ہیں جن سے ایک مجموعہ اور تیار ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے مولانا میرٹھی مرحوم کو کہ انھوں نے "مکتوباتِ رشیدیہ" کا ایک مجموعہ تلاش و جستجو سے مرتب کر کے شائع کیا، میں نے مناسب سمجھا کہ اس مجموعے میں احسان و تصوف، اخلاق و معاملات، ذکر و فکر اور پند و نصائح سے متعلق جو مفید مضامین موجود ہیں ان کو بطور تلخیص و اقتباس کے شائع کرا دیا جائے تاکہ اس مجموعے کے ضروری اقتباسات ہی سے ان حضرات کو آگاہی ہو جائے جو پورے مجموعے کو نہیں پڑھ سکے۔ یہ کام چند اقساط میں ختم ہوگا۔ اگر ضرورت سمجھی تو فٹ نوٹ میں بعض شخصیتوں کا تعارف بھی کرایا جائے گا۔

آخر میں یہ لکھنا ضروری ہے کہ ''مکاتیب رشیدیہ'' میں اکثر و بیشتر خطوط وہ ہیں جن میں سنہ و تاریخ نہیں۔ جن جن خطوط میں سنہ و تاریخ پڑی ہوئی ہے ان کے اقتباس کے ساتھ ساتھ سنہ و تاریخ بھی لکھ دیا جائے گا۔ مکتوبات کے اقتباس میں کہیں کہیں جزوی ترمیم مطلب کو واضح کرنے کے لیے اس طرح کی گئی ہے کہ مفہوم میں کوئی فرق نہ آئے۔ بعض جگہ کاتب کی غلطی کا شبہ تھا، وہاں بھی کچھ ترمیم کی گئی ہے۔ کہیں کہیں بین القوسین مشکل الفاظ کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ناظرین کو اس سے نفع پہنچائے اور قبول فرمائے۔

نسیم احمد فریدی امروہی

مولانا صدیق احمد انبیٹھوی رحؒ کے نام[۱]

مولوی صدیق احمد صاحب السلام علیکم! آپ کا خط آیا حال معلوم ہو کر بہت بہت فرحت ہوئی۔ حق تعالیٰ ترقی فرماوے..... اب ذکر زبانی میں بھی احاطۂ ذاتی کا لحاظ کرو اور ''پاس انفاس'' میں بھی خروج ودخول نفس ذکری میں احاطۂ ذاتی کا تصور کرو۔ غرض کام سے ہے، جہاں ہو سکے بفراغت کرنا چاہئے، خواہ مخواہ گنگوہ آنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں وہاں سب یکساں ہے، خود جیسا مناسب جانو، ویسا کرنا۔ یہاں پھر وطن کے قریب میں شاید تشاویش پیش آجاویں اور ذکر میں کچھ خصوصیت رات ہی کی نہیں دن کو بھی کرو۔ باقی یہ جو اول کیفیت تھی پھر وہ نہ ہوئی، تو اس کی یہ وجہ ہے کہ اولاً جو حال وارد ہوتا ہے تو وہ بہت زور سے آتا ہے۔ قلب ناآشنا ہوتا ہے، کیفیت زیادہ ہوتی ہے۔ پھر اس حال سے ایک گنا مناسبت ہو جاتی ہے تو وہ زور شور نہیں معلوم ہوتا کہ اول کورے ظروف گلی (مٹی کے

---

[۱] مولانا صدیق احمد انبیٹھوی رحؒ حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری رحؒ کے چچازاد بھائی اور ہم وطن تھے۔ حفظ قرآن اور ابتدائی دینی تعلیم حضرت مولانا خلیل احمد رحؒ کے ساتھ حاصل کی اور بیعت وتحصیل سلوک میں بھی حضرت مولانا موصوف کے ساتھ رہے۔ آپ صاحب احوال بلند تھے، قطب ربانی حضرت محدث گنگوہی رحؒ کے خلفاء میں انوار وتجلیات اور واردات قلبیہ کے ظہور وعروج میں ایک امتیازی شان رکھتے تھے۔ حضرت گنگوہی رحؒ نے جب آپ کو مجاز کیا تو وہ دستار مبارک جو حضرت حاجی صاحب قدس سرہ نے آپ کو عطا فرمائی تھی اور جس کو بحفاظت رکھا تھا مولانا صدیق احمد صاحب کو عطا فرمائی۔ یہ بھی آپ کی سب سے بڑی خصوصیت تھی۔ آپ کے بیش بہا مکاتیب جو ہجوم واردات اور منامی مبشرات کے اظہار میں حضرت رحؒ کے پاس آتے تھے ان کو حضرت رحؒ جمع فرماتے جاتے تھے تاکہ کسی دوسرے کے کام آئیں اور سلوک کے عنوان میں باقیات صالحات بنیں۔ حضرت رحؒ نے ظاہری بینائی جانے پر وہ مجموعہ آپ کے پاس واپس کر دیا، چنانچہ اس عجیب ذخیرے کے جوابات میں پچیس والا نامہ جات حضرت امام ربانی کے ''مکاتیب رشیدیہ'' میں طبع ہو گئے ہیں۔ اصل خزانہ مولانا کے پاس موجود تھا۔ ایک زمانہ میں مولانا صدیق احمد صاحب مدرسہ فتح پوری دہلی کے مدرس اول رہے ہیں۔ آپ کا سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا۔ (ماخوذ: از تذکرۃ الرشید جلد دوم صفحہ ۱۵۶) فریدی۔ آپ کا وصال شب جمعہ ۲۸ رصفر ۱۳۲۳ھ میں مالیر کوٹلہ میں ہوا۔ وہاں کے شاہی قبرستان میں سپرد رحمت کئے گئے۔ محب الحق

پیالوں) میں پانی ڈالیں تو کیسا شور ہوتا ہے۔ دوبارہ میں حالانکہ پانی کا اثر زیادہ ہوتا ہے مگر وہ جوش نہیں ہوتا۔ ایسا ہی حال قلب وجسد انسان کا ہے۔

اور غرض کیفیت سے نہیں مقصد سکون و ربط قلب باللہ ہے۔ حالات جو اولیاء پر ہوئے وجد وحال کے اس کا بیسواں حصہ بھی صحابہؓ سے منقول نہیں۔ غرض نسبت وسکون و طمانیت باللہ تعالیٰ اصل ہے اور کیفیت لازم و دواعی ہے، یہ حال ہے مقام نہیں۔ سو اس کا افسوس مت کرو...... ذکر میں رعایت دماغ وقوت کی ضرور رکھنا۔ لذت میں آکر ایسا مت کرنا کہ اصل کام سے رہ جاؤ، تھوڑا تھوڑا بڑھتا ہے، جلدی کا کام نہیں۔ ایک دو روز کی بات نہیں، ساری عمر کا کام ہے، "ساعۃ فساعۃ" قولِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے رات دن یکساں حال نہیں ہوتا اس امر کو بہت یاد رکھنا۔ دوسرا خواب بھی صالح اور مبارک ہے......

(۴ر صفر ۱۳۰۱ھ)

.... بارش اور پانی کا دیکھنا عمدہ بات ہے، اور آثار بھی عمدہ ہیں۔ حق تعالیٰ باوجود وراء الورا کے قریب عبد کے ہے۔ "وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ"

...... برادر! صاحب حال کو وحدت خوش آتی ہے، کثرت وتعلق سے گھبراتا ہے اور جو مخل اس کے مقصد کا ہے وہ قید سے زیادہ بلا ہے۔ حق تعالیٰ آپ کو سب بلا سے محفوظ رکھے اور اپنے ذکر میں مشغول رکھے۔ باقی جو کچھ حالات لکھے ہیں وہ سب قابل شکر ہیں۔ "لَئِن شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ...... " اپنے آپ کو ذات سے وابستہ رکھو پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ یہ سب عنایات حق تعالیٰ کی ہیں آپ کی دعا سے اگر مجھ کو بھی حاصل ہو جائیں تو کیا عجب ہے۔ فقط

(۸ر صفر ۱۳۰۱ھ)

مولوی صدیق احمد صاحب السلام علیکم! آج سہ شنبہ کو خط آیا اور ایک خط کل دوشنبہ کو آیا تھا جواب کی دونوں میں حاجت نہیں۔ یہ تمہارے حالات صادق ہیں۔ حق تعالیٰ اصل مقصد نصیب فرمائے۔ آمین۔ اور بحسن ظن تمہارے کے مجھ کو بھی ذرہ اپنے غیب کا عطا فرما

دے۔ ذکر جہر کی اب کچھ حاجت نہیں، ذکر اصل میں تذکر قلب ہے، سو جب ذکر قلبی حاصل ہوا اب زبان کی کچھ ضرورت نہیں، خصوصاً جب ذکر جہر سے دل گھبراوے اس وقت ذکر زبانی کا ترک کرنا ضروری ہے۔ جس ذکر میں دل کو سرور ہو اس کو کرنا چاہئے۔ مثلاً تسبیح، تہلیل، تحمید میں یا تفکر میں یا شکر میں یا جس پیرایہ میں حضور حاصل ہو اس پر ہی قناعت کرو۔ اصل سب کا حضور ہے اور بس، اور یہ نعمت دفعتاً حاصل ہو جانا محض احسان حق تعالیٰ کا ہے۔ اس ناکارہ کو ساری عمر گذری کچھ بھی نصیب نہ ہوا۔ چاہ (کنویں) سے پانی چلتا ہے اور بذریعہ نالی ونل کے زراعت میں جاتا ہے، نل نالی کو کچھ حظّ (حصہ) نہیں، محض واسطہ ہے۔ علی ہٰذا یہ ناکس واسطہ واقع ہوا، گو خود خشک لب محروم ہے۔ اب آپ سے التجاء دعا کرتا ہوں کہ ہمت ودعا سے مجھ کو بھی یاد رکھیں۔

شیخ عبد القدوس قدس سرہ فرماتے ہیں کہ ”اصل یہ ہے کہ شیخ مرید کو لے جاتا ہے اور افضل یہ ہے کہ مرید شیخ کو لے جاوے۔“ پدرِ مفلس کو اگر چہ زکوٰۃ (دینا) درست نہیں مگر صدقہ نافلہ جائز ہے۔ علی ہٰذا اصل ایمان وفرائض تو مرید سے شیخ کو ملنا محال ہے مگر ترقی حالات ملنا عجب نہیں، سو اس ناکس کو اس عمر میں سوائے اصل نسبت سلسلہ کے کچھ نہیں ملا، انوار وتجلیات سے کچھ نہیں پایا، کیا تعجب ہے کہ آپ کی دعا کی برکت سے کچھ مل جاوے۔ الحاصل تم اپنے کام میں مصروف رہو اور امورِ جدیدہ سے اطلاع کرتے رہو۔ اس وقت تک کوئی امر خدشہ کا پیش نہیں آیا، آئندہ کو بھی فضل حق تعالیٰ درکار ہے جس کی نسبت میں۔ انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے تو وہاں لاریب (بلاشک) اندیشۂ دخل ابلیس بہت ہوتا ہے، لہٰذا ہر حال، ہر امر میں اتباع شریعت کا خیال رکھنا کوئی حال خلافِ شرع کے معتبر نہیں ہوتا ہے۔ یہ سب تمہارے واقعات عمدہ ہیں، الحمد للہ علی ذلک۔ آخر میں بعض ایسے وقائع پیش آتے ہیں کہ سالک حیران ہوتا ہے البتہ ایسے وقت واقف رہبر کی ضرورت پڑتی ہے۔ سو اگر چہ قطع طریق نصیب اس مُدبِرُ (بدبخت) کے (کو) نہیں ہوا، مگر ہاں! صحبت مشائخ سے حصہ لیا

ہے۔طبیب نادان اگر چہ خود بیمار ہو مگر دوسرے کو نسخہ کچھ نہ کچھ بتلا دیتا ہے۔فقط والسلام

(۱۰ رصفر ۱۳۰۱ھ)

مکرمی عزیزی مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم ،السلام علیکم!

آپ کے خطوط متواتر پہنچے۔ حالاتِ عالیہ دیکھے، تعمیل بیعت کر دی گئی اور جو جو معاملات میری فہم نارسا کے ہیں ان کی تصدیق بھی کرتا ہوں۔اور جو امور اپنی رسائی سے خارج ہیں ان میں معذور ہوں۔سالک کو بجز لحاظ ذات بحت کے اور افناء اپنے کے بجز ذات میں اور تجرید ذات عن جمیع الشیونات کے (اور زائد باتوں سے) اجتناب لازم ہے۔اور شغل فرائض وسنن رواتب کے بعد اذکار مسنونہ کرتا رہے۔ باقی تجرید مذکورہ بالا میں رہے۔ ذاتِ پاک حق تعالیٰ کی احاطۂ ادراک سے خارج ہے۔بجز ہستی محض و وجود مطلق کے جو کچھ مدرک ہے وہ سب خیال سالک ہے۔ نہ ذات حق تعالیٰ

دُورِ بینانِ بارگاہِ الست ☆ غیر ازیں پے نہ بُردہ اند کہ ہست[1]

پس سوائے اس قدر کہ "ھُوَ مَوْجُوْدٌ مَوْصُوْفٌ بِالصِّفَاتِ المعھودہ" سب مدرکات کی نفی کرنا چاہئے۔"لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ" پس یہ امر کلی ملحوظ رہے۔بعد اس کے سمجھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ "محیط بکل شيءٌ" ہے و "مَعَكُمْ" ہے۔"اللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" اس کی شان ہے۔

......سالک عبد ہے، عدم اصلی ہے، محض بیکار ہے۔فقط بے اختیار لایعلم ہے۔عکس کی ہوا پر مغرور و مسرور ہے۔"کل شيءٌ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ" پس جو کچھ واردات ہیں سب اسی احاطہ کا اثر ہے۔ورنہ اصل الامر یہ ہے کہ "ھُوَ ھُوَ لَا ھُوَ اِلَّا ھُوَ لَا وَجُوْدَ لِرَشِیْدٍ وَلَا لِصَدِیْقٍ" ع آخر ماحبیب تمنا تہی است

[1] بارگاہِ خداوندی کو دور سے دیکھنے والے بس اس سے زیادہ سراغ نہیں لگا سکے ہیں کہ وہ ہستی مطلق موجود ہے۔(فریدی)

اب حق الامر ظاہر کرتا ہوں۔ من آنم کہ من دانم، شیخ امداد اللہ نے بامداد اللہ تعالیٰ اس ذرّہ خوار ذلیل ناہموار، سرشار بداخلاقی وظلمات کو اجازت (عطا) فرمائی۔ خود خراب در خراب تمام عمر کو خوار کیا۔ گاہ (کبھی) بھی نور کا ظہور نہ ہوا، واللہ باللہ ثم باللہ کہ ایسے واردات کا خواب تک بھی نہیں دیکھا۔ جانتا تھا کہ ایک روز رسوا ہونا ہوگا۔ لہٰذا ہر روز سب کے روبرو اپنے حرمان کو ظاہر کرتا رہا۔ اب فضل الٰہی دامن گیر ہوا کہ تم کو مجھ سے نامزد کر کے اس قدر نوازشِ بے کراں سے شاد فرمایا۔ تمہاری اصلاح کے کیا شایانِ ہوں۔ بہر حال بجز تصدیق اور کیا کرسکتا ہوں اور سوائے ایک فقرے کے کیا بتلاسکتا ہوں کہ (جو) سابق (میں) لکھا کہ ذات بحت مجرد ہستی محض کے حضور کے سواسب واقعات پر لاءِ نفی کشیدہ کرو۔ اور اپنے آپ کو ذلیل محض ومنفی خالص تصور کر کے فنا کرو۔ یہ شغل رہے جس کا مظہر کلمہ توحید ''لا الٰہ الا اللہ'' ہے۔ اور قرآن شریف، درود، حزب اعظم اور وظائفِ حدیث کو سادہ معانی کے ساتھ جو لغوی ترجمہ ہے ورد رکھو۔ اور دقائق (پر) التفات مت کرو۔ اور شغل علم دین رکھو۔

اتباعِ شریعت کو (جیسا کہ) سابق (پہلے) بھی لکھا ہے فرض عین جانو۔ بعد اس سب کے اب اس روسیاہ شرمندہ کے واسطے بھی کوشش وسعی کر کے دست گیری کرنا لازم ہے۔ جب اس خوار کا مرشد ہونا آپ پر روشن ہوا تو ''هَلْ جَزَءُ الاحسان الاالاحسان''

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی ☆ بیاد آر محبانِ بادہ پیما را[1]

اگر کوئی شہزادۂ گرسنہ (بھوکے شہزادے) کو لقمہ دیوے اور ارشاد راہ کر دیوے (راستہ بتادے) تو شہزادہ بعد اپنی جانشینی کے وزارت عظمی اس گدائے لقمہ دہندہ کو دیتا ہے۔ گو اس نے بڑا احسان نہیں کیا مگر یہ جزاء اعظم دیتا ہے تو اس پر قیاس کر کے عمل کرنا مناسب ہے۔ اور ہرگاہ (چونکہ) کہ حق تعالیٰ نے تم کو واصل کیا اور شرط اجازت محقق ہوگئی تو

---

[1] اے مخاطب جب تو حبیب کے ساتھ بیٹھے اور فیض اُٹھائے تو دوسرے بادہ پیما محبوں اور دوستوں کو بھی یاد رکھنا۔ (فریدی)

اجازت میں کیا عذر ہے۔ خرقہ واجازت دونوں حاصل ہوویں گے، مطمئن رہیں اس خط کو بہت غور سے مطالعہ کرنا اور دیکھنا کہ اس میں بہت کچھ لکھا ہے گو الفاظ قلیل ہیں۔

مولوی صدیق احمد صاحب، السلام علیکم! آپ کے خطوط سے حالات معلوم ہوئے جو کچھ عنایات حق تعالیٰ کی بندۂ احقر پر مبذول ہیں اس کا شکریہ محال ہے۔ اصل مقصود تو احسان ہے۔ سو وہ بفضلہٖ تعالیٰ آپ کو عطا ہوا۔ صحابہؓ کے قرن (زمانہ) میں یہ احسان ہی تھا اور معارف جو خلف کو جدید حاصل ہوئے وہ بھی ثمرۂ عنایات ہیں، مگر انوار کا جو طریق و سلوک ہے وہ خطرناک ہے۔ فقط احسان میں کوئی دخل شیطان کا نہیں ہوسکتا، مگر انوار کے نزول میں بہت خدشہ ہے۔ اور اس حالت میں اتباع سنت نہایت درکار ہے۔ اور رعایت مشروع کی پر ضرور ہے۔ علم وتفقہ بہت بہت واجب ہے......

ہستی مطلق کو ہر دم خیال میں پرورش کرنا اور بلا کیف حاضر و موجود جان کر حیا و شرم کے ساتھ بندۂ مطیع رہنا، مقصد اصلی ہے اور یہی احسان ہے۔ باقی زوائد۔

لہٰذا مشائخ فرماتے ہیں کہ جس کے سلوک میں انوار پیش نہ آویں اس کا سلوک اسلم ہے۔

......سنو کہ! سلوک صحابہؓ وتابعینؒ وتبع تابعینؒ میں تحصیل احسان اور اپنا بندۂ ناچیز بے اختیار ہونا اور من کل الوجوہ محتاج ذات غنی کا اور حضور اس کردگارِ بے نیاز محسنِ عباد کا ہونا (تھا) بندگی در بندگی، عجز در عجز، توکل در توکل، ہمت، اطاعت جان و مال بازی فی رضا المولیٰ اس کا ثمرہ تھا۔ نہ استغراق تھا، نہ فنا تھی، متاخرین نے دوسرا راستہ نکالا کہ جس سے ربط حادث بالخالق کی کیفیت معلوم ہو جاوے۔ سو بعد مجاہدات معلوم ہوا کہ سب مخلوقات اعلیٰ سے اخس تک اپنے خالق سے مربوط اور اس کے وجود سے موجود ہیں۔ بوحدت وجود یا بوحدت شہود علیٰ خلافٍ بینہم۔ پس اس ربط کے شہود کا نام ''جذب'' رکھا گیا اور انتہاءِ راہِ جذب اس نسبت کے انکشاف پر ہے۔ پس جذب کے معنی رجوع السالک الی حقیقۃ الحقائق واصل الاشیاء اور اس میں اِفناء اپنا اور اپنے علم انانیت کا کر دینا مقرر ہوئے۔

اس راہِ جذب کو جو کچھ حضرات مشائخ نے طے کیا اس کے بیان سے زبان عاجز ہے۔ گویا وہ کمالات اب کالعنقا ہو گئے ہیں۔ جس قدر سالک مجاہدہ کر کے کوئی مقام طے کرے ہنوز اس کے آثار کے سوائے ان کمال (کمالات) سے کوئی مناسبت نہیں ہوتی۔ ان کا حوصلہ وملکہ، ملاء اعلیٰ، سے ناشی تھا اب ملاء سافل، سے بھی پوری مناسبت نہیں۔ مع ہٰذا راہِ جذب ہے نہ درگاہ۔

بعد طے راہِ جذب کے پھر وہی طریقۂ صحابہؓ کہ عبدیت کا مقام ہے، اختیار کرنا و (اور) عبادت وعاجزی کا معاملہ کرنا واجب ہوتا ہے۔ پس یہ بات کہ کسی مقام اور کسی حال میں مناسبت ومساوات قدماء یا متاخرین کی توقع ہو تو یہ محض خیالِ خام ہے۔ مگر ہاں! بطفیل ان اکابر کے وہی راہ ہے اور اسی قسم کے حالات ہیں...... جو کچھ حظ (حصہ) بندہ کا ہو جائے عین عنایت ہے کہ اگر اس کے شکریہ میں کروڑوں سال ہمہ تن زبان ہو کر شکر کرے تو کوئی ادنیٰ درجہ شکر کا بھی ادا نہیں ہو سکتا۔

نفس کو رویت انوار سے لذت ہوتی ہے اور تماشا مخلوقات غیبیہ میں مشغوف (اس کا شغف) ہے۔ اس واسطے ان انوار کا مشتاق تھا ورنہ اصل کارِ سالک فناء ہستی خود ہے۔ انوار سے کیا مقصود ہے؟ سو الحمد للہ اس نکتہ کو تم سمجھ گئے ہو اور اب مرتبہ یادداشت کا قائم ہو گیا۔ اب تم کو مشغولی درس وتدریس مضر نہیں، چونکہ اکثر کتب طب پڑھ لی ہیں، اس قدر قلیل باقی (کتب) کو بھی تمام کر لو اور دو گھنٹے یہ بھی فی رضاء اللہ تعالیٰ جان کر خرچ کرو کہ کسی بندۂ حق تعالیٰ کا کام (علاج ومعالجہ) کر دیا اور اس کی ارضاء میں اپنے مولی تعالیٰ شانہ کی ارضاء کو مطلوب رکھنا کیا مضائقہ ہے۔ باقی یادِ قرآن سو وہ تمہارے شوق سے شروع ہوا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ تمام ہو جائے گا۔ ورنہ جس قدر رہ جاوے مفت ہے۔

......سب اذکار ومراقبات تحصیل نسبت کے واسطے ہوتے ہیں۔ جب نسبت یادداشت حاصل ہو چکی، اب مراقبات کی درخواست عجب بات ہے۔ اب تمہارا سب ذکر

لسانی، قرآن، وصلوٰۃ اور ذکرِ مسنون مراقبہ ہے (ان) سب میں یادداشت ہے کہ ثمرۂ مراقبات یہی ہے۔ اب کسی مراقبہ کی حاجت نہیں، اذکارِ مسنونہ حدیث پڑھو، قرآن ونوافل صلوٰۃ مسنونہ ادا کرو اور بس۔ ضیافت کے باب میں یہ ہے کہ ضیافت میں جانا مسنون ہے۔ نہ کہ کھانا۔ ان کی خوشی کے واسطے پانچ چار لقمے کھالیے، ان کے اصرار پر نظر نہ کی اور جو اس میں بھی نقصان ہو تو ترک کردو کوئی تردد کی بات نہیں۔

(۹ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ)

مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہٗ۔ آپ کا پہلا خط آیا۔ جواب کی نوبت نہ آئی کہ دیو بند چلا گیا۔ وہاں رہ کر فرصت جواب نہ ملی، واپس وطن آیا، مولوی صدیق[1] نے دوسرا خط دیا۔ بیمار ہو گیا، اب صحت ہوئی اس عرصہ میں دو خط اور آپ کے پہنچے، چار خط جمع ہو گئے۔ اب جواب لکھتا ہوں کہ جو جو احوال تم نے لکھے وہ خود ترقی کی خبر دیتے ہیں۔ حاجت جواب نہیں، خواب میں رویت حضرت سلمہ (حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ) کی اور چرس میں پانی بھرنا اور چاہ (کنویں) میں جانا، نکلنا یہ سب تمہارے فیضان کی علامت ہیں کہ تم سے کسی کو فائدہ ہووے گا۔ حضرات چشت وقادریہ کے نسبات بھی اعلیٰ درجہ کو پہنچے ہیں۔ ایسا خیال ہرگز مت کرنا کہ وہ (حضرات) تشبیہ میں ہی رہے۔ قبض وبسط ہر دو حالت رفیع ہیں۔ فیصلہ نسباتِ اولیاء میں میرا تمہارا کام نہیں۔ "ہر گلے را رنگ وبوئے دیگر است" سب اکابر اعلیٰ درجہ تنزیہ کو پہنچے ہیں۔ ایک سے ایک اعلیٰ ہے چند اشخاص کو جو آپ نے مستعد بیعت کیا ہے، آپ ہی ان سے بیعت لیویں، آپ کو اجازتِ اخذ بیعت دیتا ہوں اور تلقین مناسب فرمادیویں۔ بفضلہٖ لائق اس منصب کے ہو۔ اور (ان کو) یہاں لانا کچھ ضروری نہیں۔ بندہ کو زاویۂ خمول (گم نامی) میں ہی راحت ہے۔ غرباء کو وظیفۂ حدیث بتادینا سہل ہے اور بس۔ آپ بوجہ حسن ظن کیا کچھ میرے ساتھ اعتقاد جمائے

[1] حضرتؒ کے متوسلین میں صدیق نام کے بہت سے حضرات ہیں، معلوم نہیں کہ یہاں کون مراد ہے۔ (فریدی)

بیٹھے ہیں، الحق مجھ کو نہایت شرم ہے۔ میرا حال قابل اس کے نہیں کہ کوئی مجھ سے اعتقاد کرے۔ مگر تمہارا حسن ظن اپنا وسیلہ آخرت جانتا ہوں۔ ''اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ[1]'' موجب طمانیت ہو رہی ہے۔ پس میرا پردہ فاش کر کے مجھ کو ضائع مت کرو۔ جو طالب حق ہے اس کو تم ہی حسب حوصلہ کچھ بتلا دو۔ کریم بخش کو جس کے لطائف بند ہو گئے اسے ازسر نو تلقین لطائف کرو اور گاہ اپنے سامنے بٹھلایا کرو۔ لطائف اس کے جاری ہو جائیں گے۔ علیٰ ہذا عبدالجلیل خاں کو کچھ بتلا دینا۔ (ان کا) یہاں آنا کچھ ضروری نہیں۔ بفضلہٖ تعالیٰ مجھ سے تم بہتر ہو۔ یہاں تو فقط درس و تدریس کا شغل ہے اور بس۔ باقی جو جو کچھ درباب راہ نبوت و تنزیہ لکھا ہے سب کی تصدیق کرتا ہوں۔ دوسرے خط میں جو افضلیت مقامات انبیاء وصحابہ ہے وہ سب درست ہے۔ مشتاقانِ مالیر کوٹلہ کو آپ پر (کے) حوالہ کر چکا ہوں۔ جہاں تم ہو میری کوئی حاجت و شمار نہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو میرا وسیلہ نجات کرے اور جب کوئی کمال قلب پر متمکن ہو جاتا ہے اس قدر عظمت اس کی نہیں رہتی جو ابتداء میں ہوتی ہے۔ تیسرے خط میں اجرائے تنخواہ و رفع وساوس بشریہ و ترقی دریافت ہو کر زیادہ سرور ہوا۔ خواب میں کشمکش کا کھانا بھی اچھا ہے اور درخت سبز و میوہ وغیرہ یہ سب عمدہ بات ہے۔ سالک کو جب عبور عنصر ماء پر ہوتا ہے تو یہ اس کے آثار ہیں۔ راحت جسمی بھی ضرور ہے۔ چھوٹی شب میں تھوڑا شغل کیا۔ غرض حصول نسبت سے ہے۔ عبادت قدر طاقت کرنا چاہئے۔ ''خَیْرُ الْعَمَلِ مَا دِیْمَ عَلَیْهِ[2]'' قیام حال نسبت اصل مقصود ہے۔ نقشہ دومثل وغیرہ کا مظاہر الحق ترجمہ مشکوٰۃ میں منقول ہے۔ وہ عمدہ نقشہ ہے، اس کو ملاحظہ فرما دیں۔ چوتھے خط میں ازدیاد یقین و وضوح احسان لکھا ہے اور خفائے توحید افعالی، سو یہ امر موجب ترقی ہے۔ خلوت، جلوت یکساں ہو جانا آثار اس کے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذلک۔ باقی اقتصاد

---

[1] یہ حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوتا ہوں۔

[2] بہترین عمل وہ ہے جس پر مداومت ہو۔ (حدیث نبوی) فریدی

(اعتدال) جملہ امور میں وہ بھی بتدریج حاصل ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ کثرت کلام میں اگر رضائے قلب مومن ہو تو وہ بھی عبادت ہے، حسن اخلاق میں داخل ہے۔ کوئی امر خواہش نفس سے نہ ہو بلکہ بامر مالک وقاعدہ شرع ہو۔ وہ عادت بھی عبادت ہو جاتی ہے۔ فی الواقع شریعت فرض اور مقصد اصلی ہے۔ طریقت بھی شریعت باطنی ہے اور حقیقت و معرفت متمم شریعت ہیں۔ اتباع شریعت بکمال بدون معرفت نہیں ہو سکتا۔ اور شغل تدریس بنظر رفاہ مسلمین اعلیٰ عبادت شان انبیاء علیھم السلام ہے اور شغل آپ کے واسطے بجز تلاوت قرآن شریف و اذکارِ ماثورہ و نوافل کوئی ضرورت نہیں۔ یہی موجب ترقی اور باعث ازدیادِ یقین ہووے گے۔ تعلیم فرزندانِ کوتوال محمد یاسین خاں جو مشورہ ہے تو بندہ کے نزدیک جب تم نے یہ کام اختیار کر رکھا ہے وہ بھی آجاویں کیا حرج ہے۔ اس باب میں کیا ضرورت مشورہ ہے۔

......آپ کے ضبط اوقات بھی عمدہ طرح پر ہیں۔ وہ خواب تین ٹوٹیوں کے جاری ہونے کا وہ آپ کے فیضان ہیں کہ جاری ہووے گے۔ دوام آگاہی کے جس میں غفلت نہ ہو۔ فنائے قلبی سے تعلق رکھتا ہے۔ دوامِ آگاہی مبارک ہو۔ آپ کے سب خطوط بطور حرز جاں اپنے پاس رکھتا ہوں۔

در گورِ برم از سر گیسوئے تو تارے ☆ تا سایہ کند بر سر من روزِ قیامت[1]

زیارتِ فخر عالم علیہ السلام اختیاری بات نہیں، درود شریف کی کثرت و محبت سبب اس کا ہے۔ فی لواقع چشتیہ زبان دوراز مقصد ہیں......

مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم السلام علیکم! بخریت ہوں، جواب آپ کے چار خط کا سابق روانہ کر چکا ہوں، اب اور خط آیا جس میں پیر جیو فخر الحسن[2] صاحب کا خط ہے۔

---

[1] میں تیرے گیسو سے ایک تار قبر میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا تاکہ بروز قیامت وہ میرے سر پر سایہ فگن ہو۔

[2] الشیخ العالم الصالح فخر الحسن بن عبد الرحمٰن الکھی الگنگوہیؒ، آپ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے خاص شاگرد اور سفر و حضر میں ساتھ رہنے والے خدام میں سے تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد فن طب حکیم محمود خاں دہلوی مرحوم سے حاصل کیا۔ آخر عمر میں بسلسلہ طبابت کانپور میں قیام کیا۔ آپ نے حضرت مولانا محدث گنگوہیؒ......جاری

اس کا جواب تو وہ ہی جواب ہے جو پہلے لکھ چکا ہوں، اور اگر خواہ مخواہ وہ مجھ سے تعلق بلا واسطہ چاہتے ہیں تو اب کی ملاقات تک ملتوی رکھیں اور چند بار استخارہ کر لیویں۔ بعد استخارہ وقرار رائے بروقت دیکھا جائے گا، کچھ جلدی کی بات نہیں۔ مداومت اعمال کے باب میں جو لکھا ہے تو (آپ پر) کچھ حال اہل وجد چشتیہ کا منکشف ہونا ممکن ہے۔ جب نسبت وجد یہ غلبہ کرتی ہے۔ اپنے آپ کو بدتر از کفار سالک تصور کرتا ہے۔ بخاری کے کتاب الایمان میں ملاحظہ کریں کہ اکثر اصحاب اپنے نفاق پر اندیشہ رکھتے تھے اور کوئی مطمئن اپنی نجات وایمان پر نہ تھا۔

سودہ شد از سجدہ پیشِ بطان پیشانیم ☆ چند بر خود تہمت دین مسلمانی نہم[1]

یہ شعر شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ اپنے مکتوبات میں اکثر لکھتے ہیں اور غلبۂ وجد میں سب اشیاء کو اپنے آپ سے بہتر جانتے ہیں۔ بس آپ پر اب بعد رفع سُکر یہ نسبت اثر کرتی ہے اپنے اعمال وافعال پر ندامت اس کا اثر ہے۔ مبارک باد

پیر جیو فخر الحسن اگر آپ سے بیعت کر لیویں تو بہتر ہے ورنہ جواب اول لکھ چکا ہوں اس پر عمل کریں۔ پیر جیو صاحب کو بعد سلام مسنون مضمون واحد ہے۔ مستطیل خط کی حاجت نہیں۔ بندہ ہوں بندگی سے کیا چارہ جز غرض کام نہیں اور کچھ اختیار نہیں۔ والسلام

۱۴؍ رجب ۱۳۰۱ھ

مولوی صدیق احمد صاحب مد فیوضہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ دو خط آپ

بقیہ ......سے بھی حدیث پڑھی تھی۔ آپ صاحب حسن ووجاہت اور خوش طبع شخص تھے۔ گفتگو، تقریر شیریں اور دلکش تھی۔ غرض تمام اوصاف حمیدہ کے حامل تھے۔ آپ اپنے اوقات کو مذاہب باطلہ سے مناظروں میں بھی صرف کرتے تھے۔ آپ کی تعلیقات یہ ہیں: (۱) حاشیہ سنن ابوداؤد جس کا نام تعلیق المحمود ہے۔ (۲) حاشیہ مختصر علی سنن ابن ماجہ (۳) حاشیہ تلخیص المفتاح۔ آپ نے ۱۳۱۵ھ میں کانپور میں وفات پائی۔ (نزہۃ الخواطر ج ۸)

[1] (انواع واقسام کے) بتوں کو سجدہ کرتے کرتے میری پیشانی گھس گئی۔ اس حالت میں کب تک اپنے پر دین مسلمانی کی تہمت دھرتا رہوں (کب تک اپنے آپ کو مسلمان کہلواتا رہوں) فریدی

کے پہنچے حال معلوم ہوا۔ جملہ حالات آپ کے عمدہ ہیں۔ خواہ حیرت ہو خواہ عبودیت موجب شکر ہیں اور خواب جو دیکھے اور نقل کیے وہ بھی رویاء صالحہ ہیں محتاج تعبیر نہیں، ہاں! البتہ اس کے بیان کی ضرورت ہے کہ آپ اس عاجز پابرہنہ کے پیچھے جو اپنے آپ کو دیکھتے ہو تو اس کی دو وجہ ہیں۔ ایک تو آپ کے عقیدے میں یہ امر قرار پایا کہ یہ گمنام کچھ ہے، دوسرے فی الواقع اس ناکام کو آپ کا وسیلۂ ظاہر بنایا ہے۔ سو اگر چہ چاہ (کنویں) سے پانی نکلتے وقت رہٹ کے ظروف میں اول پانی آتا ہے مگر کھیت میں جا کر جمع ہوتا ہے سو اولاً تو ظروف جز (بجز) طریق زراعت اور کچھ نہیں، اور جو کچھ پانی ان میں رہتا ہے یا آتا ہے وہ بہت قلیل نسبت بہ زراعت ہے، اگر چہ ظروف مقدم زراعت پر ہیں مگر نفس تقدم کو کیا شرف ہے۔ لہٰذا تقدم موجب فخر نہیں۔ ہاں آپ کے اتباع سے فخر ہے کہ ''باشد کہ پیر را بذریعہ مرید نوازند'' اب یہ لکھتا ہوں کہ مولوی خلیل احمد کی نسبت بسیط ہے کہ حضور میں اعلیٰ درجہ کو پہنچے اور انوار و وقائع و انکشافات جو آپ کو ہوتے ہیں وہ ان کو سمجھ ہی نہیں آئے اور آپ اس نسبت مفصلہ کے حامل ہیں۔ اس امر میں بمراتب ان سے سابق و اعلیٰ ہو۔ اور حضور و یادداشت میں قریب ان کے ہو۔ اپنا یہ فہم ہے والغیب عند اللہ تعالیٰ (کہ) ان کی نسبت خواجہ محمد باقی باللہؒ کے طرز پر مناسب ہے اور آپ کی حضرت مجددؒ کی وضع پر چسپاں ہے کہ اگر چہ نسبت وہ ہی نسبت ہے مگر بسط و بساطت کا فرق ہے اور بظاہر اب اثر نسبت تمام لطائف و عناصر پر واقع ہو گیا۔ قالب اس وقت عبادت میں مصروف ہوتا ہے اور اس میں اثر ذکر آ جاتا ہے۔ والحمد للہ علی ذلک

مولوی فخر الحسن کے واسطے جیسا آپ نے مناسب جانا، بہتر ہے۔ اب سر دست ان کو ذکر جہر بارہ تسبیح معمولی چشتیہ تلقین فرما دیویں، وہ کرتے رہیں پھر وقت ملاقات دیکھا جاوے گا۔ بندہ جو کچھ حال خود لکھتا ہے بخدا مقصود اس تحریر سے انکسار و تواضع نہیں بلکہ یہ خیال آتا ہے کہ دنیا میں تو سب احوال و مراتب بندگان مخفی ہیں، نہیں معلوم کہ کون ادنیٰ ہے اور کون اعلیٰ (ہے) مگر انصاف سے مرتبہ بذریعہ احوال، عادات و اخلاق معلوم ہو جاتا ہے

سو اپنے حالات معلوم ہیں، اگر اب بھی وہ دم پیری آپ کے روبرو مارے جاؤں تو روزِ قیامت وقت ظہور سرائرعبث ایک خفت وسبکی حاصل کرنا اور کشف عجب و ریا ہو کر ندامت حاصل ہووئیگی۔ لہٰذا بہتر ہے کہ دنیا میں اظہار حقیقت کر کے سبکدوش ہوں اور الزام معتقدین سے اس روز نجات پاؤں اور باقی خیر، کس کو اپنی بڑائی بری معلوم ہوتی ہے۔

مؤرخہ ۱۱ رشعبان ۱۳۰۱ھ

برادرم مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

دو خط آپ کے پہنچے، آپ کے خیالات کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور خواب جو آپ نے لکھے سو سب ہی رویاء صالحہ ہیں، تعبیر کی حاجت نہیں...... جیسا آدمی کے اندر کوئی امر پختہ ہو جاتا ہے وہ سب کو ویسا ہی خیال کرتا ہے، بلکہ مشاہدہ کرتا ہے۔ لہٰذا جو حال سالک پر وارد ہوویگا سب میں وہ ہی معائنہ کرے گا۔ یہ تو کلیہ ہے...... غرض یہ سب امور درست ہیں۔ ہاں! اس بسط کے ساتھ اور تفصیل کے (ساتھ) اپنے کسی دوست کو یہ واردات نہیں ہوئے یہاں (مجھ کو) ہر روز اجمالی یادداشت کی تحصیل رہی اور درمیان کے وقائع محذوف۔ یہ فضیلت آپ کو نصیب ہوئی اور یہ تفصیل آپ کو سپرد ہوئی۔ حق تعالیٰ برکت وترقی فرمادے۔ آپ کے سب خطوط بندہ نے جمع کر لیے ہیں، شاید کسی کے کام آجاویں۔ (۱۳۰۱ھ)

مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم، السلام علیکم،

بندہ ایک ہفتہ سے دیوبند ہے، آپ کا خط گنگوہ سے دیوبند آکر مجھ کو ملا، حال معلوم ہوا۔ عزیز! وہ کون ہیں کہ حدیث النفس سے محفوظ ہے..... مگر خیر اس کا خیر ہے اور شر اس کا شر۔ تدبیر خلق اور اصلاحِ امورِ معاش ومعاد کی حدیث النفس، صالحات میں ہیں اور خلاف اس کے ضد اس کی ہے۔ الحاصل حدیث النفس وخواطر لازم بشر ہیں۔ ہاں! اگر غلبہ ہو کر ذکر سے مانع وساوس (روکنے والے) ہو جاویں تو برا ہے۔ تفرقہ زبونِ امر ہے۔ ورنہ کیا اندیشہ ہے، ابو الحال کو کوئی خطرہ مضر نہیں۔ ہاں ابن الحال کو ضرور ہے۔ سو آپ بفضلہٖ تعالیٰ اس سے

مامون ہیں، معہذا چونکہ سعی آپ کی ازالہ احادیث نفس میں ہے تو تدبیر اس کی یہ ہے کہ صمدیت حق تعالیٰ کی مدنظر رہے، اپنا عاجز محتاج ہونا اور حق تعالیٰ کا غنی عاجز نواز ہونا ہر حال (میں) اپنی ضرورت وحاجت اور اس کی توجہ واعانت کا (تصور)، اس مراقبہ سے رفع احادیث (النفس) ہو جاوے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ زیادہ کچھ ضرورت نہ ہو وے گی......

مولوی رفیع الدین صاحب[1] کو ربع کا (چوتھے دن کے بخار کا) دورہ آتا ہے، بہت ضعیف ہیں، دو روز تک بیہوش رہتے ہیں، چلنے پھرنے کی طاقت نہیں ہے۔ حاجی محمد عابد[2] صاحب بھی ایسے ہی ہو گئے تھے مگر تین دورے ٹل گئے ہیں، افاقہ ہے، سب کو سلام پہنچے۔

۱۳۰۲ھ

برادرم مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔

آپ کا خط آیا صحت مزاج آپ کی اور حافظ محمود[3] سے طمانیت ہوئی۔ آپ کی ہمت سے توقع ہے کہ عزیز ممدوح کو علم نصیب ہو جاوے اور خود تو دعا کرتا ہی ہوں کہ اہل غرض ہوں آپ کی صفائی یادداشت موجب نعمت ہے اور شکر کا مقام ہے۔ ع

تا یار کرا خواہد و میلش بکدام است

---

[1] حضرت شاہ رفیع الدین دیوبندیؒ ابن مولانا فرید الدین عثمانی دیوبندیؒ۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے دوسرے مہتمم ہیں۔ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنیؒ سے بیعت تھے اور ان ہی سے اجازت وخلافت حاصل تھی۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بھی اکتساب فیض کیا تھا۔ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی دیوبندیؒ آپ ہی کے بلند پایہ خلیفۂ مجاز تھے۔ ۱۳۰۸ھ میں مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ (تذکرہ مشائخ دیوبند) [2] حاجی حافظ سید محمد عابد صاحب دیوبندیؒ عرف حاجی عابد حسینؒ۔ آپ کا نسبی تعلق سادات رضویہ سے ہے۔ آپ حضرت میاں جی کریم بخش صابریؒ ساکن رام پور منیہاراں کے خلیفہ مجاز تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بھی آپ کو خلافت حاصل تھی۔ آپ مجوزین دارالعلوم میں سے ہیں۔ تین مرتبہ دارالعلوم کے مہتمم مقرر ہوئے تھے۔ آخری مرتبہ حضرت شاہ رفیع الدین عثمانیؒ کے سفر ہجرت کے بعد ۱۳۰۶ھ میں مہتمم ہوئے اور ۱۳۱۰ھ تک مسند اہتمام پر فائز رہے۔ ۲۷ رذی الحجہ ۱۳۳۱ھ کو وصال فرمایا اور ۲۸ رذی الحجہ ۱۳۳۱ھ بروز جمعہ دیوبند میں مدفون ہوئے۔ (ماخوذ از تذکرۃ العابدین وتذکرہ مشائخ دیوبند) [3] حضرت محدث گنگوہیؒ کے بڑے صاحبزادے جو عالم شباب میں رحلت فرما گئے۔ فریدی

کسی کے اختیار میں نہیں سب واہب العطیات کی طرف سے ہے۔ مراقبہ صمدیت وقت خطور خطرات کے بہت مناسب ہے..... ضرورت تعین شغل کی مبتدی کے واسطے ہوتی ہے، منتہی اپنے اختیار میں ہوتا ہے جس امر سے مطلب برآمد ہو وہ ہی کرے۔ نہ اس کو قید ذکر زبانی کی ہے۔

کوئی ذکر ہو، نہ کسی تصور و خیال کی غرض کام سے ہے، اور بس۔ مجھ کو بھی دعا میں یاد کرلیا کرو آپ کا حسن ظن (میں نے) اپنا رفیق بنا رکھا ہے۔ فقط والسلام (۱۳۰۲ھ)

مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط آیا موجب فرحت وسرور ہوا الحمد للہ علی احسانہ کہ آپ کو اس ذات پاک نے اپنا یار بنایا اور اپنی نسبت عطا فرمائی۔ ظاہر با خلق، باطن با حق کیا۔ ع

کجا خود شکر ایں نعمت گزارم

یہ سب عنایت پاک پروردگار تعالیٰ شانہ کی ہے۔ آپ کا حال حضرت سلمہ (حضرت حاجی صاحب) کی خدمت میں عرض کیا تھا وہاں سے حکم آیا کہ (آپ کو) اجازت اخذ بیعت و تلقین دینا چاہیے (اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے) حسن ظن سے اس ناکام کو بھی باکام فرما دیوے۔ آمین

محمود کے حال سے بھی طمانیت ہوئی آپ کی توجہ سے اس کا بھی کام ہو جاوے، حق تعالیٰ آپ کو ہر طرح ترقی فرماوے یہاں سب طرح عافیت ہے۔ مولوی فخر الحسن جاتے تھے، ان کو خط نہ دے سکا طبع نے تحریر سے کاہلی کی، آج جمعہ کو لکھتا ہوں (۱۳۰۲ھ)

مولوی صدیق احمد صاحب مدفیضہم، السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

آپ کا نامہ دیوبند میں ملا استقامت باطنی جو عطیہ واہب العطایا ہے، آپ کو ملی ہے۔ مستوجب شکر بے نہایت کا ہے بس زیادہ کیا لکھوں۔ رزق ونفقہ انسان کا دنیا میں رفع حوائج بشریہ کے واسطے ہے، ورنہ انسان کو حامل اموال (مال لادنے والا) ومخزن مزبلہ (نجاست کا

ڈھیر) نہیں بنایا۔ بس صاحب حال ومقام کو یہی بس ہے کہ قدر کفاف ملے۔ زائد تو بس زائد ہی ہے "اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ قُوْتَ آلِ مُحَمَّدٍ کَفَافًا[1] " خود دعا فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے، پھر یہ وظیفہ (تنخواہ) جو ہے ہنوز اس میں کوئی تغیر وتنکر پیدا نہیں ہوا جو یہاں سے قطع کر کے دوسری جا (جگہ) مشقت کو گوارا کیا جائے۔ بعد ازاں اگر حسب مقدر تغیر ہوا تو اس وقت دوسرا در رزق کھلا ہوا ہے کوئی معین جگہ نہیں کہ اُس پر حصر ہو۔ جہاں حکم ومقدر ہووے گا وہاں ہو جاویگا۔ بندہ بدست مولیٰ تعالیٰ شانہ مثل مردہ بدست غسال ہے "افوض امری[2] الی اللّٰہ" پس ہم کو کیا فکر اس شے کا جس کا ضمان (جس کی ذمہ داری) خود مولی العالمین فرماتا ہے۔ "وَمَا مِنْ دَآبَّۃٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا[3] " پس میرے عزیز ملک مسلمانان (ریاست اسلامیہ) میں۔ کہ تم سے وہاں کے لوگ مربوط ہیں مطمئن رہو جب تک حکم ہے جس وقت دل تنگی ہو اس وقت جیسا حکم وقت ہووے گا اور جہاں کا اشارہ "اِسْتَفْتِ قَلْبَکَ[4] " (کی رو) سے ہوویگا (تو تم) جانا یا رہنا۔ بس اس پر ہی مستقیم رہو۔

محمود کی حالت سے مسرور ہوتا ہوں اور تمہارے فیض باطن کا ثمرہ جانتا ہوں اس کو بہت بہت دعا سلام فرما دیویں اور حافظ ابراہیم کو بھی۔ مولوی محمد صدیق صاحب، مولوی فخر الحسن صاحب اور فتح خاں اور جو صاحب عنایت فرما ہیں ان کو میرا سلام مسنون فرما دیویں، جو اشخاص کہ آپ کی تلقین سے بہرہ ور ہوئے ان کو مشرف بیعت سے فرماؤ، بندہ کی اس میں سربلندی وفرحت کا موجب ہے۔ جمعہ تک قیام دیوبند کا ہے، شنبہ کو سہارنپور کا قصد ہے وہاں چندروز قیام ہو کر براہ رام پور (منیہاراں) گنگوہ جاؤں گا، اگر مقدر ہے۔ (۱۳۰۲ھ)

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا مدرسہ کی صورت سے مسرور ہوا مولوی محمد صدیق کا وہاں جانا مناسب ہے، مگر مدرسہ انبیٹھہ کی خرابی کا

---

[1] اے اللہ خاندان محمد کو بس اتنی روزی عطا فرما جو روزمرہ کے خرچ کو کافی ہو۔ [2] میں اپنے کام کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔ [3] زمین پر تمام چلنے والوں (اور اس پر رہنے، بسنے والوں) کا رزق اللہ ہی کے ذمہ ہے۔
[4] اپنے قلب سے فتویٰ لے۔ (فریدی)

خیال ہے۔ اگر یہاں دوسرا تجویز ہو جاوے تو پھر کوئی خدشہ نہیں، اس وقت تک مجھ سے کچھ ذکر نہیں آیا، اگر مشورہ ہوا تو یہی جواب دیا جاویگا۔

سلطان الاذکار حقیقی کے بعد خطرات سوء کی گنجائش نہیں رہتی۔ ع

بر جا کہ سلطان خیمہ زد غوغا نماند عام[1] را

مگر ہاں (وہ) خیالی سلطان الاذکار ہوگا، اب اس کی تدبیر کثرت ذکر ہے کہ بسبب کثرت ذکر کے بیخ ذکر قائم ہو کر بیخ خطرات کو قطع کر دیوے خواہ بجہر خواہ بخفی...... جواب امر ثالث یہ ہے کہ نیستی تام نہیں ہوئی اگر فناء تام ہو جاوے تو اگلی راہ مفتوح ہو۔ رات کو ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔ (۱۳۰۳ھ)

مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم السلام علیکم خط آیا، آپ کے حالات رفیعہ و رجوع الی البدایہ موجب مزید سرور ہوئے۔ رجوع کے معنی صحیح لکھے ہیں اور یہ ہی حالات تجلی ذاتی کے ہیں مگر ہنوز کمال اس کا نہیں ہوا، ان شاء اللہ تعالیٰ قریب (عنقریب) یہ (کیفیت) کامل ہو جائے گی۔ اور خوابیں جو ہیں وہ نشان آپ کے صراط مستقیم پر ہونے کے ہیں حق تعالیٰ ہر روز استقامت عطا فرماوے اور اس احقر کو اور سب دوستوں کو اور سب مسلمانوں کو نصیب فرماوے۔ آمین۔ زیادہ والسلام دعا کا امیدوار اپنے سب دوستوں سے ہوں اور خود دعا سب کے لیے کرتا ہوں۔

رقیمہ بندہ رشید احمد عفی عنہ از گنگوہ رمضان المبارک ۱۳۰۳ھ

مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط موجب فرحت ہوا جو خطرہ کے انتشار نہ دیوے وہ خطرہ ہی نہیں خطرہ سے کون خالی ہوتا ہے، اگر خطرہ نہ ہو تو تمام کاروبار بند ہو جاویں، بہرحال شکر کی جگہ ہے کہ پروردگار عالم اپنے کسی بندہ کو اپنے ذکر سے منور فرماوے اور مقبول بنالیوے۔ عزائم ابھی بھی

---

[1] جہاں بادشاہ خیمہ زن ہوگا وہاں ہیبت کی وجہ سے عوام کا شور وغل نہیں ہوگا۔ (فریدی)

بلند ہیں مگر معتاد ہونے کی وجہ سے اور ملکہ پختہ ہونے کے سبب سے کمی معلوم ہوتی ہے، ورنہ فی الواقع (کیفیات) عزائم، قوت اور نسبت میں زیادہ ہیں...... مزار حضرت مجددؒ پر حاضر ہو تو کچھ اس ناکارہ کے واسطے بھی خیال رکھنا، اور زبانی مزار مبارک پر بہ نشان نام سلام عرض کر دینا، زیادہ کیا کہوں منشی فتح محمد کو بعد سلام "باسط" کا التزام گیارہ سو بار بعد عشاء فرمادیں مولوی عبدالصمد کو بھی سلام مسنون فرمادیں۔ حافظ خیرالدین صاحب اگر ہوں سلام پہنچے اور مولوی پیر جی فخر الحسن کو بھی۔ (۱۳۰۲ھ)

مولوی صدیق احمد مد فیوضہم، السلام علیکم!

بندہ بخیریت ہے، مطمئن رہیں۔ آپ کا خط آیا، صحت بعد مرض سے فرحت و سرور ہوا، حق تعالیٰ تندرست اور اپنی رضا میں رکھے (ریاست کے) اجنٹ کے انتقال کی خبر پہلے سنی تھی، حق تعالیٰ کسی مسلمان کو وہاں مقرر فر دے، انگریز (نصاریٰ) کا آنا بظاہر اچھا نہیں۔

ام الصبیان کے واسطے یہ عمل کرو کہ ایک دھاگا خواہ کسی رنگ کا ہو سفید ہو یا سیاہ اور کوئی مقدار تاروں کی بھی نہیں، مگر سات یا نو یا گیارہ ہوں تو بہتر ہے، اس پر اکتالیس بار سورۂ فاتحہ مع تسمیہ پڑھ کر ہر فاتحہ پر ایک گرہ لگاؤ، جب اکتالیس فاتحہ اور اکتالیس گرہ ہو جاویں، پسر کے گلے میں ڈالدو، حق تعالیٰ فضل فرماوے گا۔ زکوٰۃ کے روپیہ سے کچھ خرید کر دینا درست معلوم ہوتا ہے۔ حنفیہ کے نزدیک قیمت زکوٰۃ دینے سے بھی زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے۔ پس زکوٰۃ کے روپئے سے اگر پارچہ، جوتا، طعام خرید کر دیا جاوے گا بہ نیت زکوٰۃ تو زکوٰۃ ادا ہو جاوے گی۔

اور شوافع کے نزدیک عین شے سے دینا لازم ہے۔ لہٰذا خود روپیہ ہی دینا احوط وابعد عن الخلاف ہے...... جس قدر صورتیں آپ نے لکھی ہیں ان سب صور میں طلباء فقیر ہیں ان کو زکوٰۃ دینا درست ہے، حاجت شرح کی نہیں، جو مالک قدر نصاب کا ہے مگر قادر نہیں وہ فقیر ہے۔

جو کچھ بزرگان نے لکھا ہے اپنے اپنے تحقیق و مشاہدے کو لکھا ہے اور ذاتِ بحت خارج از بحث ہے..... سوائے ہستیِ مطلق کے کہ اطلاق سے بھی محض پاک و بری ہے اور کچھ کسی کو علم نہیں۔ پس اس باب میں حضرت مجددؒ کو امام بنانا چاہئے اور باقی سب کے کلام کو (کی) تاویل کرنا مناسب ہے۔

آج کل سنن ابوداود ہوتی ہے جماعت بہت کم ذہن و کم استعداد جمع ہوئی ہے جو چند طلباء قابل ہیں ان کا بھی راہ (راستہ) بند ہو رہا ہے۔ مولوی ظہور احمد بھی شریک ہیں، کچھ شغل (ذکر) بھی کرتے ہیں، دو کام ہونے مشکل ہیں۔ عمدہ طرح پر ایک ہی کام ہوتا ہے..... افسوس کسی امر کے نہ حاصل ہونے کا عمل کرنے سے بہتر ہے کیونکہ افسوس مقام افلاس میں ہوتا ہے اور طمانیت میں دعویٰ حصول ہے۔ بندہ کے واسطے نیستی ہستی سے بہتر ہے کہ اصل عبد کی عدم و نیستی ہے..... براہین قاطعہ صاف ہو کر (کرا کے) طبع کے واسطے مطبع ہاشمی میں بھیجی ہے۔

احقر الناس بندہ رشید احمد بعد سلام مسنون می رساند بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہوں، آپ کے چار نامے بتوالی (پے در پے) پہنچے، آپ کے حالات رفیعہ پر سرور ہوتا ہے اور دعاء ترقی کرتا ہوں اور اپنے اوپر افسوس ہوتا ہے کہ آپ کس حالات و خیالات میں (ہیں) اور یہ ناکارہ کیسی غفلت و حرمان میں۔ مگر شاید حسن ظن مخلصان موجب مخلصی (چھٹکارے) کا ہو جاوے۔ مکرما! اس احقر کو نہ اتفاق مطالعہ کتب صوفیاء و اہل حقائق ہوا اور نہ کا ہے اس کی طرف خواہش ہوئی کیونکہ نہ اس مشرب سے واقف ہوا، نہ یہ مقامات پائے۔ غیر کے مقامات کی تحقیق اپنے مقام سے عالی بحث و تحقیق کرنا جائز نہ جانا..... اپنی بے استعدادی کو دیکھ کر اور نا قابلیت کو یقین کر کے یہ تسلی کرتا رہا ہوں کہ اصل الاصول اور اصل مقصود و مامور سلوک صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین ہے۔ اس میں بحث بندگی سے اور ایمان بالغیب کے کالمشاہدہ ہو جانے سے اور حسن اخلاق سے ہے جس کا مآل غیریّت، عبدیّت اور

معبودیت پر ہے۔ نہ وہاں کشف حقائق تھا، نہ وہاں بحث حقیقۃ الحقائق (کے) ملاحظہ کی (تھی) اور نہ ربط خالق ومخلوق کی کیفیت ادراک کی (بحث) تھی......

پس متاخرین کے کشف وانکشاف وہاں نہ تھے۔ بلکہ ان کو وہ مضر تھے۔ بس اپنے دل کی تسلی کی اور مطالعہ اور بحث فن حدیث میں رہی۔ اس کے بھی کچھ (ہی) مسائل معلوم ہوئے تو اب اپنے امور وجدانیہ کو کیا لکھوں۔ وجدان اگر چہ صحیح ہو، کشف کو جو مشاہدہ ہے اور علم بدیہی قطعی (ہے) کس طرح مقابل ہو کر رد کر سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کے سب مشاہدات کا جواب بندہ کے نزدیک اجمالی طور سے یہ ہے کہ حالات رفیعہ ہیں، حق تعالیٰ برکت فرماوے اور ترقی عطا کرے اور آپ کے فیض سے عالم کو منور فرماوے اور اس عاجز کو بھی آپ کے ذیل میں درج فرماوے۔ آمین۔

سید فتح محمد کو ذکر اسم ذات بجہر مناسب ہے، جو نہ ہو سکے تو وہ ہی حبس کافی ہے۔ مگر تھوڑا کریں اور توجہ (کے لیے) فقط آپ کے پاس بیٹھنا کافی ہے۔ اگر چہ بطور معمول لطائف کو بیدار کر کے لطائف طالب پر توجہ (بھی) نہ ہو۔ برکت صحبت اصل توجہ ہے۔ اور ہمت شیخ امر دیگر ہے۔ پس اگر موقع ہو تو فقط پاس بیٹھا کر ان کا خیال کر لیا کرو، ورنہ کچھ ضرورت نہیں...... اور معیت وقرب واحاطہ بھی کیفا خارج از فہم بشر ہے۔ حق ہے اور ایمان اس پر فرض۔ مگر کیف اس کا مجہول ہے اور جو کچھ مخیل ومعلوم بشر ہے وہ سب تحت لا الہ داخل ہے۔ اس باب میں نسبت یادداشت نقشبندیہ اقرب الی التحقیق ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

یا اللہ جل جلالک! اگر اس تحریر میں خطا ہوئی، معاف فرمانا۔ بندہ معذور ہے، اور یہ جانتا ہے کہ ایمان باللہ اگر چہ بمشاہدہ حق ہو، ایمان بالغیب ہی ہے اور بس۔ اور توحید کہ انبیاء نے (جس کی) دعوت دی ہے، وہ بالغیب ہی ہے اور نہایت عین ہدایت ہے۔ اندراج النہایہ فی البدایہ کے یہی معنیٰ ہیں..... نسبت کے حصول کے معنی یہ ہیں کہ جو نسبت بندہ کو حاصل واقعی ہے اس سے متنبہ اور عارف ہو گیا۔ نہ یہ کہ کوئی نسبت پیدا ہو گئی۔ حضور، علم حضور

کا نام ہے۔ نہ ابتداع (پیدا کرنا) حضور کا۔ کما لا یخفٰی۔ بندہ کے واسطے دعا فرماویں حق تعالیٰ آپ کو بمدارج کمال پہنچاوے۔ فقط والسلام　　(رجب ۱۳۰۸ھ)

گرامی قدر! مولوی صدیق احمد صاحب مدفیوضہم!

بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند، پہلے دو خط کا جواب روانہ کر دیا تھا ایک (مالیر) کوٹلہ دوسرا سرہند اب تیسرا خط بدست مولوی خدا بخش پہنچا۔ آپ کے رفعت حال سے سرور ہوتا ہے کہ شاید اس محروم کو یہ ہمیں وسیلہ بخش دیویں اور پھر آپ کا حسن ظن جو ہے اس سے بھی توقع خیر ہوتی ہے کہ مقبولوں کا ظن خالی نہیں جاتا۔ اس عاجز کو صاحب استقامت جاننا اور اس کے قدم بہ قدم چلنا محض آپ کا حسن ظن ہے۔ تعبیر خواب جو آپ سمجھے درست ہے۔ آپ کو غنی عن الدنیا و ما فیہا ہوگا۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک

...... مولوی محمود حسن صاحب[1] سے کہا گیا وہ اقرار کرتے ہیں کہ مسودہ کو درست بعد رمضان کریں گے۔ اشغال کی بابت آپ نے لکھا ہے سو آپ کو جملہ طرق کے اشغال کی اجازت ہے جس کو جس طرح چاہو تلقین کرو چاہے کوئی شغل اپنی طرح وضع کر کے (بطور خود) بتاؤ۔ کسی شیخ متبع سنت سے اجازت لینا مضائقہ نہیں، عمدہ ہے۔ مگر جس سے (کوئی شخص) اجازت لیتا ہے اس کے ساتھ ایک اتحاد پیدا ہو جاتا ہے۔ سو اگر کسی مبتدع (اہل بدعت) سے اجازت ہووے گی تو اندیشۂ تکدر ہے۔ لہٰذا اس کا خیال رہے اور چند مشائخ سے ایک شغل کی اجازت ہووے گی تو برکت زیادہ ہوگی۔ بندہ کے خاص اشغال کوئی نہیں۔ پہلے مشائخ کے ہی ہیں۔ لہٰذا ان کو جداگانہ لکھنا ضرور نہیں، "ضیاء القلوب[2]" وغیرہ میں سب درج ہیں۔ پس آپ جس طرح شغل کو چاہیں لائق کو تلقین کر دیا کریں۔ مولوی خدا بخش کو شغل جہر نفی اثبات کا بتا دیا ہے۔ ان کی طبع اور خواہش سے یہ ذکر زیادہ مناسب جانتا ہوں

---

[1] شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن محدث دیوبندیؒ متوفی ۱۳۳۹ھ۔

[2] ضیاء القلوب مولفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ۔　(فریدی)

چنانچہ ایک ہی روز کے کرنے میں اثر بتاتے ہیں۔ مولوی خلیل احمد صاحب[1] اور مولوی محمود حسن اور حافظ مسعود[2] و حافظ محمود کا سلام مسنون پہنچے۔

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔

بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ عورت بیعت نہیں لے سکتی۔ اور متقدمین میں سے کسی نے عورت کو بیعت لینے کی اجازت نہیں دی، اگر کوئی شخص عورت کو خلافت بیعت دے خاطی (خطاکار) ہے۔ دستار و جبہ خلافت عورات (عورتوں) کو نہیں مل سکتا، البتہ اگر صرف برکت کے واسطے مرشد اس کو کوئی شے مرحمت فرمائے تو وہ تبرکاً اپنے پاس رکھ سکتی ہے نہ کہ دستارِ خلافت و جبہ خلافت اور عورت کو یہ امر جائز ہے کہ وہ کسی کو کچھ وظیفہ ذکر اذکار بتا دیوے مگر مرید کرنا نادرست ہے۔

---

[1] حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری مہاجر مدنیؒ متوفی ۱۳۴۶ھ

[2] مولانا حافظ حکیم مسعود احمد صاحبزادہ حضرت گنگوہیؒ ۔ فریدی

حکیم الامت مولانا اشرف علی فاروقی تھانویؒ کے نام[1]

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون!

خط آپ کا موصول ہو کر کاشف مافیہ ہوا۔ اگر یہ خوف وحزن امور آخرت سے ہے تو محمود ہے، بزرگوں کو اسی خوف سے بڑی بڑی شدت سے قبض واقع ہوا ہے، حتی کہ بعض نے جان بھی دی ہے۔

پس ایسی حالت اور اس صورت میں تو جائے شکر ہے نہ جائے غم۔ امام غزالیؒ اسی غم میں بیت المقدس میں دس سال تک پریشان اور محزون رہے کہ اطباء ان کے علاج سے عاجز ہو گئے۔ آخر ایک یہودی طبیب نے ان کو دیکھا اور تشخیص کی کہ ان کو کوئی حسّی مرض نہیں ہے بلکہ خوف آخرت ہے۔ اس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ پس مژدہ ہو کہ حق تعالیٰ نے یہ دولت آپ کو دی۔ ایسے حزن پر ہزار فرحت قربان اور اس حالت کی موت شہادت کبریٰ ہے۔ اور اگر کوئی امر دیگر ہے تو اس کا جواب بدون دریافت حقیقت حال کے میں نہیں لکھ سکتا اور

---

[1] حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی فاروقی تھانویؒ۔ آپ ۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم میرٹھ اور اپنے وطن میں پا کر ۱۲۹۵ھ میں دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ ۱۳۰۱ھ میں فراغت کے بعد دستار فضیلت حاصل ہوئی۔ آپ کی تصانیف سیکڑوں ہیں، کئی سو وعظ بھی آپ کے طبع ہو چکے ہیں۔ سلوک وطریقت کی رہنمائی کے لیے بھی آپ کی بہت سی تصانیف ہیں۔ فراغت کے بعد تقریباً چودہ سال آپ نے کانپور میں مدرسہ فیض عام اور مدرسہ جامع العلوم میں درس دیا۔ آپ شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خواص خلفاء میں سے تھے۔ طالب علمی کے زمانہ میں آپ کا ارادہ حضرت مولانا گنگوہیؒ سے بیعت ہونے کا تھا مگر حضرتؒ نے تعلیم کے زمانہ میں بیعت کرنا مناسب نہ جانا۔ آپ حضرت گنگوہی کا اتنا ہی ادب واحترام کرتے تھے جتنا کہ پیرو مرشد کا کیا جاتا ہے۔ آپ کے تلامذہ اور آپ کے خلفاء کی بھی بہت بڑی تعداد ہے۔ آپ کے علمی روحانی کمالات اظہر من الشمس ہیں خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے اشرف السوانح کے نام سے چار جلدوں میں آپ کے حالات قلمبند کیے ہیں۔ ۱۶ رجب ۱۳۶۲ھ شب سہ شنبہ ۱۹، ۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کی درمیانی شب میں بعد نماز عشاء آپ کا وصال ہوا۔ عمر شریف ۸۲ سال تین ماہ گیارہ دن کی ہوئی۔ مزار تھانہ بھون میں ہے۔ (تذکرہ مشائخ دیوبند بحوالہ اشرف السوانح) (فریدی)

یہاں آنے کے باب میں جو آپ استفسار فرماتے ہیں تو بقولے ع

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

مگر معہذا (اس کے باوجود) اگر آپ تشریف لاویں گے تو خود ہی امید نفع کی رکھتا ہوں کہ صحبت صلحاء جس قدر میسر آوے غنیمت ہے۔

مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوری مہاجر مدنیؒ کے نام[1]

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ خط پہنچا، حال معلوم ہوا جو کچھ آپ نے خیریت لکھی ہے وہ عین تقرب ہے۔ ''مقرباں رابیش بود حیرانی'' بزرگان دین فرما گئے ہیں اور ذات حق تعالیٰ ادراک سے مبرا ہے۔ ''لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ''[2] قلب و عقل بشر ادراک سے عاجز ہے

---

1. حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہانپوری مہاجر مدنیؒ۔ آپ انبیٹھ ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے۔ آپ حضرت محدث گنگوہیؒ سے بیعت ہونے والوں میں سے اول ہیں۔ حضرتؒ کے خلفاء میں آپ کا بڑا مقام ہے۔ آپ کو شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بھی اجازت، خلافت اور دستار حاصل تھی۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ کو مولانا سے خاص محبت تھی۔ ایک مرتبہ آپ کے بارے میں فرمایا ''جو میں وہ خلیل احمد'' آپ نے مظاہر علوم سہارنپور میں مدتوں درس حدیث دیا۔ آپ کے تلامذہ میں کثیر التعداد علماء وفضلاء ہوئے۔ آپ کے خلفاء میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا دامت برکاتہم جیسی عظیم البرکت بافیض شخصیتیں ہیں۔
''بذل المجہود شرح سنن ابی داؤد'' آپ کی معرکۃ الاراء تالیف ہے۔ آپ کے فیوض و برکات سے نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عالم اسلامی متاثر ہوا ہے۔ ۱۳۴۴ھ میں مدینہ منورہ کی ہجرت فرمائی، آپ کے دل میں دیار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مدفون ہونے کی تمنا تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ کسی طرح جنت البقیع کی مٹی نصیب ہو جائے۔ آپ نے بارہا فرمایا کہ اگرچہ میں اس سرزمین کے قابل تو نہیں مگر کیا عجب ہے کہ قبول کر لیا جاؤں اور قدرت کو کیا مشکل ہے کہ وہ اہلیت عطا فرمائے۔ اسی تمنا میں آپ نے سات حج کیے۔ بالآخر یہ تمنا اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائی اور آپ نے ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ بروز چہار شنبہ بعد عصر مدینہ منورہ میں وصال فرمایا اور جنت البقیع میں مزار حضرت عثمان غنیؓ کے قریب مدفون ہوئے۔ تذکرۃ الخلیل آپ کی ایک مستقل مبسوط سوانح عمری ہے جو حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے تحریر فرمائی ہے۔ مولانا صدیق احمد صاحب انبیٹھویؒ آپ کے چچازاد بھائی اور ہم عمر تھے۔ حضرت مولانا خلیل احمد اور مولانا صدیق احمد کی تعلیم و تربیت ساتھ ساتھ ہوئی۔ حضرت سہارنپوری گوالیار پڑھنے گئے تو وہ بھی گئے۔ آپ دیوبند گئے تو وہ بھی دیوبند گئے۔ حضرت نے قرآن شریف حفظ کیا تو انھوں نے بھی حفظ کیا۔ آپ حضرت گنگوہیؒ سے بیعت ہوئے تو وہ بھی ہوئے۔ دربارِ رشیدی سے حضرت سہارنپوریؒ کو خلافت ملی تو انھیں بھی ملی۔ چنانچہ مولانا صدیق احمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مجھے تو حضرت مولانا خلیل احمد کی حرص و منافست نے بڑھایا ہے۔ (ماخوذ از: تذکرۃ الرشید و تذکرہ مشائخ دیوبند و تاریخ مظاہر جلد دوم)
2. اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی۔ (فریدی)

دور بینان بارگاہ الست ☆ غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

وہ ذات (ایسی) ہستی مطلق ہے کہ ہستی و اطلاق سے بھی بالاتر ہے۔ اطلاق کو بھی وہاں گنجائش نہیں۔ کچھ کسی کے قلب میں یا عقل میں آیا ہے یا آتا ہے وہ سب غیر ہے، ذات پاک اس سے مبرا ہے۔ ایسی حالت میں کسی کیف کا ہونا کیا گنجائش رکھتا ہے۔ محض حضور، حظ بندہ کا ہے اور بس۔ سو الحمد للہ کہ آپ کو اس سے حصہ حاصل ہے۔ "ان تَعْبُدَ رَبَّکَ کَاَنَّکَ تَرَاہُ"[1]۔ الحدیث۔ مقصود سب کا رہا ہے اور یہی مدعا شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ جس قدر اس سے کسی کو میسر ہوا وہی صاحب نصیب ہے۔ سوائے اس کے جو کچھ حالات ہیں وہ کوئی مقصود نہیں۔ پس بحکم "لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ"[2] نسبت حضور میں کوشش کرتے رہو اور کسی شے کے طالب مت ہو۔ لطف حق کے امیدوار رہو۔ ع

ہر چہ ساقی ماریخت عین الطاف ست

بندہ کے واسطے بھی دعائے خیر کریں اور بندہ آپ کے لیے دعا کرتا ہے۔

(۱۴ / ذی قعدہ ۱۳۱۵ھ)

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ بندہ بخیریت ہے آپ کے لیے دعائے خیر کرتا ہے۔ آج آپ کا خط خلوت میں پڑھا گیا۔ آج تک اس کے سننے کی نوبت نہیں آئی تھی، لہٰذا مختصراً جواب لکھتا ہوں کہ طالب کا حال جو کچھ کہ خلوت میں ہوتا ہے جلوت میں نہیں ہوسکتا۔ خصوصاً جب کہ کوئی مشغلہ درس و تدریس کا ہو، سو کیفیت، اعتکاف رمضان کی برابر اب کیسے ہوسکتی ہے اور ہر مبتدی اور منتہی پر قبض و بسط کا ورود دائمی ہوتا ہے۔ لہٰذا کسی وقت میں خواطر کا پاش پاش ہونا اور کسی وقت ہجوم خواطر (وساوس) ہونا

---

[1] عبادت کرے تو اپنے رب کی اس طرح گویا کہ تو اسے دیکھتا ہے۔ یہ حدیث جبریل کا ایک ٹکڑا ہے اس میں احسان کی تعریف کی گئی ہے۔ [2] اگر تم شکر ادا کرو گے تو میں ضرور ضرور تمہارے لیے نعمتوں میں اضافہ کروں گا۔ (فریدی)

ضروری ہے۔ پس جس وقت ہجوم خواطر ہو اس وقت استغفار و اظہار عجز و نیاز کرنا چاہئے اور بوقت رفعِ خواطر (وسوسوں کے دور ہونے کے وقت) حمد و شکر لازم ہے...... اور انوار لطیفہ حس باطنی سے بھی محسوس نہیں ہوتے اور وہ حجب نوریہ (نورانی حجابات) جن کا ذکر حدیث میں ہے وہ وجود منبسط کے غیر ہیں۔ والسلام (۲۹ ررجب ۱۳۱۵ھ)

(**از سفر حج**[1]) از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم۔ آپ کا نامہ آیا، یاد الفت کو دلایا۔ تم کو ذخیرۂ خیرات (خوبیوں کا ذخیرہ) جانتا ہوں تم قابل فراموشی نہیں ہو، دعا کا طالب ہوں۔ سہ شنبہ بارہ کو یہاں بمبئی آیا تھا، کرایہ (اب) تک تو پچاس روپے تھا اب ساٹھ کو نوبت پہنچی۔ آج ہماری چھٹی بھی ہوگئی مگر اس وقت تک یہ تحقیق نہیں ہوا کہ کس قدر میں ہوئی۔ یہ مولوی عنایت[2] اللہ صاحب کی عنایات سے چھٹی وصول ہوگئی مگر روپیہ پھر شام تک دیا جاوے گا۔

---

[1] حضرت گنگوہیؒ نے تین حج کیے، پہلا حج ۱۲۸۰ھ میں، دوسرا ۱۲۹۴ھ میں اور تیسرا ۱۲۹۹ھ میں۔ یہ مکتوب تیسرے سفرِ حج کا ہے، اس سفر کا تہیہ دفعتاً ہوا! وقت اتنا تنگ ہوگیا تھا کہ حج میں شریک ہونے کی امید نہیں رہی تھی۔ ۴؍ ذی قعدہ ۱۲۹۹ھ کو آپ روانہ ہوئے۔ اس زمانہ میں جزیرہ کامران میں دس روز کا قرنطینہ سلطان روم کی طرف سے حکماً قائم ہوگیا تھا کہ جو حجاج براہ عدن جدہ جائیں وہ اس جگہ صحت جسمانی کے امتحان کے لیے دس دن ایک خس پوش مکان میں ٹھہریں۔ بمبئی سے حجاج روانہ ہو چکے تھے، چند نفر باقی تھے جو کسی جہاز کے منتظر تھے، خدا کی شان کہ جہاز آیا اور جدہ کا ٹکٹ تقسیم ہونے لگا۔ حج میں صرف ۱۲-۱۴ دن باقی تھے جن میں سے قرنطینہ کے ۱۰ یوم نکال کر دیکھا جائے تو چار پانچ دن کا ہی وقفہ تھا۔ ہر چند لوگوں نے منع کیا کہ اب جدہ کا ٹکٹ لینا فضول ہے۔ امسال کسی طرح حج نصیب نہیں ہوسکتا۔ روپیہ خراب نہ کیجئے مگر حضرت گنگوہی قدس سرہ نے کچھ توجہ نہ فرمائی اور ٹکٹ لے کر جہاز پر سوار ہوگئے۔ جہاز نے بمبئی سے لنگر اٹھایا تو ساتویں دن عدن پہنچا اور چند گھنٹے بندرگاہ عدن پر ٹھہرا وہاں سے چلا تو سیدھا حجاز کا رُخ کیا۔ یہاں تک کہ نویں دن جدہ نظر آنے لگا۔ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی کہ کامران کدھر واقع ہے، محض اللہ کے فضل سے یہ حج حضرتؒ کو نصیب ہوا اور نہ کامران میں ٹھہرنے کی صورت میں حج نہیں مل سکتا تھا۔ (تذکرۃ الرشید جلد اول) [2] مولانا عنایت اللہ صدیقی سندیلویؒ۔ آپ بمبئی میں غالباً ریاست بھوپال کی جانب سے امین الحجاج کی حیثیت سے مقیم تھے۔ اس وقت کے تمام اکابر آپ سے ملاقات اور مشورہ کر کے حج بیت اللہ کا سفر کرتے تھے۔ حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صدیقی امروہی مفسر و محدث آپ ہی کے باکمال فرزند تھے۔ آپ کے حالات زیادہ معلوم نہ ہوسکے، اتنا معلوم ہوا کہ حضرت سید احمد شہیدؒ کی جماعت مجاہدین سے آپ کا رابطہ تھا۔ ۱۳۰۵ھ میں طویل عمر پا کر بمبئی میں آپ کی وفات ہوئی۔ (فریدی)

معاملہ بہت نیک (اچھا) ہو رہا ہے، اس وقت سیٹھ ۸۰ روپئے اور ۱۰۰ روپئے تک کے مانگتا ہے۔ جمعہ ۶ اکتوبر کو روانگی جہاز ٹھہری ہے اگرچہ وقت تنگ ہے مگر تیز روی جہاز کے سب مقر ہیں، اگر مرضی مالک تعالیٰ شانہ ہے تو قبل حج فائز مکہ ہو جاویں گے ورنہ جو کچھ (اللہ کی) رضا ہے اس پر (ہماری) رضا ہے۔ منشی تجمل حسین، عبداللہ شاہ، محمد یعقوب، امیر شاہ (خاں) وغیرہم سب سلام علیک کہتے ہیں (چاند کی) تاریخ کا حال اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو تحقیق کیا جاوے گا جو میرے واقف ہوں ان کو سلام علیک پہنچے۔

از بندہ رشید احمد عفی عنہ گنگوہی بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کے دو خط پہنچے ہر دو خطوط کے مضمون سے نہایت سرور ہوا۔ حق تعالیٰ ترقی فرماوے، تلاوت قرآن میں ایسی حالت میں بے شک بے مزگی ہوتی ہے، مگر جب یہ کیفیت راسخ ہو جاوے گی تو اس وقت میں دلچسپی قرآن کے ساتھ بھی حاصل ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ آپ کچھ تردد نہ فرمائیں اس سے زیادہ کچھ جواب کی حاجت نہیں؛ مگر یہ بات محقق ہے کہ جو امر خلوت میں حاصل ہوتا ہے وہ مجمع میں اور مشغولی دیگر شے میں نہیں ہوتا۔ فقط والسلام

مکرمی مولوی خلیل احمد صاحب مد بقاء کم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بخیریت ہوں، مادم حیوۃ (تاحیات) آدمی مبتلائے بلیات ہے۔ تشویشات سے جب رہا ہو کہ باایمان اس عالم سے چلا جاوے۔ شنبہ ۲۵ شعبان کو قاضی امانت علی لکھنوتوی فوت ہوئے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ یک شنبہ کو خبر مرض عزیزم الحاج علاء الدین پہنچی اور یہاں کے قصہ جات کسی کا مرنا، کسی کا جینا آخر ہر روز یہی افسانہ ہے۔ آپ کے دو خط پہنچے فرصت جواب نہیں پائی، آج بوجہ بارش مریض نہیں آئے۔ جواب لکھتا ہوں، فرصت مغتنم ہوئی، پہلے اس سے گرتا حسب طلب روانہ کر چکا ہوں، پہنچا ہوگا..... کلمات جو میری نسبت تم لکھتے ہو سوائے اس کے کہ نادم ہوں اور کیا ہوتا ہے۔ آپ کا حسن ظن میرا رہبر ہو جاوے آمین۔ قوت دماغ کے واسطے کچھ دوا کھانی بہ نیت نیک عبادت ہے اور کام اس قدر کرنا کہ تحمل اس کا ہو سکے، ضرور ہے۔

حق تعالیٰ تمہارا معاون وناصر ہو۔ آمین

مولوی محمد مظہر صاحب لکھنوتی تشریف رکھتے ہیں، اس قدر مبتلائے بخار ہیں کہ مضامین یاسِ حیوۃ فرماتے ہیں۔ مولوی پیر محمد ان کی خدمت میں حاضر ہیں۔ کسی (اور) وقت فارغ ہو (کر) بیٹھنا (اس کی حاجت نہیں) یہ ہی وقت ذکر معین از عصر تا مغرب واز مغرب تا عشاء کافی ہے۔ اس شغل کو ہی توجہ، تصور فرماؤ، جب علاقہ حب کا ہوتا ہے تو کچھ ہیئت کذائی کی ضرورت نہیں ہوتی۔ آخر تمام طرق میں غیر نقشبندیہ یہ طریق کوئی نہیں کرتا تو غیر ضروری ہی جان کر ترک کیا ہے۔ سو اس کی کوئی حاجت نہیں اور نہ شیخ ظاہر کچھ کر سکے محل ظن کی راہ سے حق تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے حسب وسعت ومقدر عطا فرماتے ہیں۔ وسایط کا نام ہوتا ہے۔ خود وسایط کو خبر بھی نہیں ہوتی...... میاں عبدالرحمٰن صاحب کو بعد سلام فرما دیویں کہ یا ''باسط'' گیارہ سو بار بعد عشاء ہر روز پڑھتے رہو کچھ مضائقہ نہیں، اور سب امور کو مقدر جانو اپنے وقت پر ظہور ہوگا۔ داروغہ عبدالحق کو بعد سلام مسنون فرما دیں کہ جو امر حاصل شدہ جاتا ہے یا ''عدم'' اہتمام سے جاتا ہے کہ اس کی چنداں آدمی نگہداشت نہیں کرتا۔ یا ''معصیت'' کی شامت سے فرو ہوتا ہے یا ''کھانے'' کے نشیب وفراز سے۔ سو تلاش کر کے اگر ثالث امر ہے تو احتیاط چاہئے اور جو ثانی ہو تو استغفار وترک ابتلاء اس کا ہو۔ اور جو اول ہے تو مناجات واظہار عجز وانکسار بدرگاہ واہب العطیات ہو اور اپنی غفلت پر ملامت نفس کو (کی جائے)۔ مجملاً علاج یہ ہے بہر حال کثرت استغفار وندامت ضروری ہے...... عبداللہ شاہ اور سب طلباء اپنے وطن کو گئے ہوئے ہیں۔

مولوی خلیل احمد صاحب مد فیوضہم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہم۔

آپ کا خط آیا، حال معلوم ہوا ذات رجوع الی اللہ تعالیٰ موجب فرحت ہیں، حق تعالیٰ کا نہایت شکر کرنا لازم ہے کہ یہ بڑی نعمت کبریٰ ہے۔ کہ بمقابلہ اس کے لاکھوں جہان مثل پر پشہ (مچھر کے پر کی برابر) بھی نہیں اور اس احقر کو تو نہایت ہی باعث شکر وافتخار ہے

کہ اگر خود ایسی عطیات سے محروم ہے، بارے احباب کو عطائے متواتر ہے

در گورِ برم از سر گیسوئے تو تارے ☆ تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

مولوی صدیق احمد دہلی سے آکر (مالیر) کوٹلہ کو گئے ہیں۔ ماشاء اللہ عمدہ حال میں ہیں۔ فقط والسلام

مولوی خلیل احمد صاحب السلام علیکم، آپ کا خط آیا مافیہ (جو اس میں لکھا تھا) دریافت ہوا۔ آپ کے حسن احوال سے دل کو سرور ہوا، جس قدر ہو سکے اپنے شغل یادداشت میں مشغول رہیں، حجاب سیاہ سے ہراساں نہ ہوویں جب وقت آئے گا یہ حجاب خود معین کار ہو جاویگا۔ کیف ما کان جس قدر ہو سکے مشغول رہو۔

کار کن کار بگزر از گفتار ☆ کاندریں راہ کار دارد کار[1]

تمہاری بہبودی سے توقع کرتا ہوں کہ خود بھی کچھ نفع پاؤں کہ تم نے بہ حسن ظن (مجھے) دلیل (رہبر) بنایا ہے ورنہ اپنی شومی کیا کہوں۔ اول تو کچھ حاصل نہ ہوا تھا، اگر کچھ طفل تسلی اپنی کی تھی۔ اب ضعف قوت اور ہمت نے اس سے بھی جواب دیا۔ سو خیر دوستوں کی وجہ سے شاید کچھ حصہ مل جاوے۔ اب التفات بندہ کا آپ کی طرف سائلانہ ہے نہ معطیانہ۔ "من دق باب الکریم الفتح[2]" حق تعالیٰ آپ کو فتحیاب نصیب فرماوے۔ دس روز سے تو بخار نہیں ہوا مگر شدت نزلہ و درد و حرکت دندان ہے کہ بخار سے زیادہ از کار رفتہ ہو گیا ہوں۔ ایک رباعی (دانت) شاید دو چار روز میں ساقط ہو جاوے۔ ہزال (دُبلا پن) وضعف کثیر ہے اور عود بخار (بخار کے لوٹنے سے) سے بھی امن نہیں۔ ان سب پر بجز رضا اور کیا چارہ ہے، اب تمنا خیریت خاتمہ ہے اور بس۔

مولوی عبد الغنی صاحب مرحوم ۶ رمحرم کو فوت ہوئے تم صاحبوں کو یہاں کے لوگوں

---

[1] کام کیے جاؤ اور گفتار سے درگذر کرو، اس لیے کہ اس راہِ طریقت میں کام ہی کی ضرورت ہے۔

[2] جس نے سخی کا دروازہ کھٹکھٹایا اس کا کشود کار ہو گیا۔ (فریدی)

کا سلام پہنچے۔

عزیزم مولوی خلیل احمد صاحب مد فیوضہم السلام علیکم، آپ کا خط آیا اور حال معلوم ہوا اولاً آپ بغور ملاحظہ فرماویں اگر چہ خود واقف ہو مگر دوسرے کے قول کو آدمی خوب سمجھ لیتا ہے۔ کہ نسبت لغت میں دو شے کے ارتباط کا نام ہے۔ طرفین میں جو علاقہ ہے وہ نسبت ہے اور جو دنیا میں مخلوق ہے اس کو اپنے خالق تعالیٰ شانہ کے ساتھ ربط ہے۔ وہ ربط جس کی کوئی انتہاء نہیں۔ جس قدر اسمائے صفات اور نزول رحمت ہے اسی قدر نسبات ہیں۔ مثلاً خالق مخلوق میں نسبت خلق ہے رازق مرزوق میں نسبت رزق ہے۔ رحیم مرحوم میں نسبت رحمت ہے۔ علی ہذا۔ پس نسبت سے واقع اور نفس الامر میں کوئی خالی نہیں۔ خالی کیوں کر ہو سکے کہ خلو محال ہے اور اس کا علم سرسری جس کو نفس علم کہہ سکیں سب ذوی العقول کو حاصل ہے ورنہ ایمان ہی نہ رہے، وہ کون مومن عامی ہووے گا کہ حق تعالیٰ کو خالق، رازق، موجود نہ جانے گا بلکہ کافر کو بھی علم ناتمام غیر معتبر اس امر کا حاصل ہے کہ (یہ) اصل فطرت ہے پس اب دیکھو کہ مشائخ نے کس شے کا نام نسبت رکھا۔ اس ہی شے کو وہ نسبت کہتے ہیں جو لغت میں نسبت ہے۔ وہ وہی شے ہے جو واقعی سب عباد سے حاصل ہے وہ ہی امر ہے کہ سب عباد اس کو جانتے ہیں لیکن حصول نسبت یہ ہے کہ علم یقین حاصل ہو کر موثر ہو جاوے اور حضور کا درجہ ہو جاوے۔ پس اب ضرور ہے کہ صاحب مقام حضور کو یہ بھی یقین بڑھ جاوے گا کہ یہ امر جو سالہا سال میں مجھ کو حاصل ہوا کوئی شے حاصل نہیں کہ سب خلق میں یہ موجود ہے اور یہ امر صحیح ہے کیونکہ بعد جد وجہد کے وہ ہی امر صاف ہوا کہ اول فطرت سے آج تک اس میں رکھا تھا۔ خارج سے کوئی شے کسی کو گاہے (کبھی) حاصل نہیں ہوئی نہ ہووے۔ کس نے فولاد میں جوہر داخل کر دیئے، بلکہ فطرتی ہیں کس نے خام آہن میں جوہر داخل کیا؟ ہرگز (کسی نے) داخل نہیں کیا۔ اگر کہیں مشاہدہ ہو تو عارضی امر ہووےگا۔ غرض نسبت اندر سے سالک کے نکلی اور ہر روز اس کو

اپنے اندر جانتا تھا اور سب کے اندر اس کے ہونے کا علم تھا اب جو اس کو تشخیص و تعین سے بعلم یقین پایا تو دوسروں کے اندر ہونے کا یقین بھی بڑھ گیا، گو اس دوسرے کو یقین بلکہ علم بھی نہ ہو۔ اگر کسی کے گھر میں خزانہ مدفون ہو اور اجداد سے مسموع (سنا گیا) ہو کہ اس گھر میں خزانہ ہے اور تحصیل (حاصل) نہ ہو۔ اور بعد مشقت بسیار اس کو مل گیا تو پہلے علم سرسری تھا، اب یقین ہو گیا۔ اور دوسروں کے گھروں میں بھی خزانہ ہونے کا جو مسموع ہو کر علم تھا اب یقین بڑھ جاویگا کہ بے شک ہے۔ مگر علم یقین میں یہ شخص ان اشخاص کی برابر نہ ہوویگا اور نہ غنا میں مساوی بلکہ یہ غنی اور واجد (پانے والا) اور صاحب یقین، اور دیگر محتاج، فاقد (نہ پانے والے) صاحب ظن بلکہ صاحب شک (ہوں گے)

ع به بیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

پس بعد اس کے اب فرق مراتب عوام وخواص باعتبار اس قوت علم کے ہوا کہ خاص کا ایک مُد (پیمانہ) عوام کے جبل اُحد کے برابر ہوا۔ کما فی الحدیث۔ پس قلیل عبادت اس خاص کی حسب یقین عبادت کثیر عوام سے غالب ہوویگی۔ بہ شہادت حدیث۔ اور وقتِ حضور خطرات کا صدور بھی کوئی امر جدید نہیں۔ وہ کون ہے جو خطرات سے خالی ہو۔ تدابیر دین ودنیا سب خطرات ہیں...... اگر خطرہ نہ ہو قصد طاعت وعبادت سب رفع ہو جائے "وھو محال" ہاں خطرات خیر، خیر ہیں اور شر، شر۔ خطرۂ شر کا دفع کرنا اہل اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ صحابہ کو خالق میں خطرہ (وسوسہ) ہوا اور ازالہ اس کا ارشاد ہوا۔ چنانچہ حدیث "من خلق الله" خود شاہد ہے۔ "**وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ— وَلَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ—اَلْحَمْدُلِلّٰہِ فالحمدللہ** "معہذا جو کچھ شوق مزید ہے وہ عین مطلوب ہے اور جو کچھ پیچ وتاب نایافت باوجود یافت ہے وہ عین سعت ہمت (وسعت ہمت) ہے۔ مزید باد ہل من مزید باد۔ آمین آمین۔ ثُم آمین۔ جس وقت وہ خطرہ آوے کہ ناگوار طبع ہووے اس کو دفع کرنا اور اگر جاہ کی قسم کا خیال کرے اس کی ضد تواضع نفس کرنا علاج ہے ذلت سے

نفس کو سخت عار ہے۔ جب اپنے کبر پر پاداشِ صغر پاویگا پھر خطرۂ کبر نہ لاویگا۔ اس قایل بلا عمل کو بھی دعا میں یاد کرلیویں کہ اپنا شیوہ حسن ظن احباب پر رہ گیا اور بس۔ حافظ مسعود دہلی بشوق طب مقیم ہیں آپ کو سب کا سلام پہنچے زیادہ فرصت نہیں یہ خط بھی کچھ قلیل حرج سے لکھا گیا۔ خاطر عزیز نے تقاضۂ تحریر کیا۔ فقط والسلام

مولوی خلیل احمد صاحب السلام علیکم! نامۂ سامی نے مسرور فرمایا بندہ سہارنپور گیا تھا میری غیوبت میں خط آیا تھا لہٰذا جواب میں تاخیر ہوئی۔ جب حضورِ تام ہوتا ہے تو اس وقت جہت کا کیا محل و امکان ہے۔ اور حضور کے ساتھ جب دوسری شے کا علم ہے تو حضور میں کمی ہے اور یہ لازم بشری ہے ورنہ سب امور معطل ہو جاویں۔ سو اس وقت جو فوق کا خیال باقی ہے، امر طبعی ہے، وسوسہ شیطانی سے کچھ علاقہ نہیں۔ ''اَیْنَ اللّٰہ فَقَالَتْ فِیْ السَّمَاءَ (الحدیث) زَوَّجَنِی اللّٰہُ مِنْ فَوْقِ الْعَرْش '' (الحدیث) سب اس کی تائید کرتی ہیں کچھ اندیشہ کی جائے نہیں۔ اب آپ قلب کی طرف توجہ زیادہ کریں اور عین حالت شغل حضور میں متوجہ بقلب ہوویں۔ سو یہ شائبۂ جہت بھی رفع ہو جاویگا۔ ورنہ کچھ اندیشہ نہیں۔ طبعی امر مضرت رساں نہیں (ہوتا) خصوصاً وہ خطرہ کہ اوائل میں بھی موجود تھا...... تعبیر خواب مستغنی البیان ہے۔ تم کو اپنا فخر (اور) باعث نجات جانتا ہوں کچھ نہیں ہوں مگر اچھوں سے مربوط ہوں۔ فقط والسلام

مولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضکم، بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ اب کے سال رنج و محن ہی مقدر تھا۔ مرض ہیضہ میں گنگوہ وغیرہ میں دوست عزیز فوت ہوئے خود بھی ایک ماہ سے بخار میں مبتلاء رہا۔ اب افاقہ ہوا ہے ضعف اور خفیف بخار اب بھی ہے۔ سبق ترک جوابات مسائل مسدود ہیں۔ مگر جو (مسائل) سہل ہیں (ان کا جواب دیا جاتا ہے)......

''براہین قاطعہ'' طبع ہو چکی، فروخت شروع ہو گئی؛ آٹھ آنہ قیمت قرار دی گئی۔ ۱۷ جز ہوئے۔ حاشیہ پر ''انوار ساطعہ'' ہے۔ برابر فروخت ہو رہی ہے، ایک نسخہ عرب کو بھی مولوی

محمود حسن نے روانہ کر دیا ہے...... چندہ رسالہ ''ردّ شیعہ''[1] میں کچھ بندہ بھی دیویگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ جس کی مقدار اب مقرر نہیں کر سکتا ہوں۔ ''افحام''[2] کا جواب اس رسالہ میں مناسب نہیں وہ دوسری بات ہے۔

از بندہ رشید احمد عفی عنہ برادرم مولوی خلیل احمد صاحب مدفیوضہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا خط آیا...... مجھ پر ایک پریشانی ایسی ہے کہ کسی کام میں دل نہیں لگتا۔ مولوی ابوالطیب بیمار ایک سال سے تھے، اب چار پانچ ماہ سے شدت ہوگئی، بخاری دائمی اور ضعف معدہ بہ شدت ہوگیا۔ دو ماہ سے وطن آئے تو اب یہ حالت ہے کہ کروٹ بھی نہیں لے سکتے، اس کی صلاحیت اور جوانی پر بہ سبب رشتہ چند در چند کے ایک رنج وملال ہے اور تقدیر میں کچھ دخل نہیں۔ حکیم ضیاء الدین صاحب (ساکن رامپور منیہاراں) کو بھی چار پانچ روز سے بلا کر شریک علاج کیا ہے، حق تعالیٰ اس کو شفاء عطا فرمائے۔ آپ بھی دعا کریں سب کی طرف سے سلام پہنچے۔

مولوی خلیل احمد صاحب السلام علیکم۔ آپ کا خط آیا بندہ کو بعد سخت بیماری بخار موسم کے اب افاقہ ہوا ہے۔ آپ کا جواب پسند آیا تھا اس کی تحسین میں خط لکھنا ضرور نہ جانا تھا، اب حادثۂ جدید یہ ہوا کہ مولوی محمد مظہر مرحوم[3] ۲۴ شب ذی الحجہ یک شنبہ کو فوت ہوئے۔ عالم

---

[1] یہ رسالہ غالباً ''ہدایات الرشید الی افحام العنید'' مؤلفہ مولانا خلیل احمدؒ ہے جو ۲۸۸ صفحات پر مشتمل ہے اور طبع ہوچکا ہے یا ''مطرقۃ الکرامہ'' ہے جو مولانا خلیل احمد صاحبؒ نے مدرسہ مصباح العلوم بریلی سے تعلق کے وقت لکھا تھا۔ اس کی ایک جلد شائع ہوچکی ہے۔ دوسری جلد نہیں چھپ سکی۔ ''تاریخ مظاہر'' جلد دوم میں یہ دونوں کتابیں فہرست تصانیف حضرت مولانا سہارنپوریؒ میں درج کی گئی ہیں۔ [2] مشہور مناظر اہل سنت وجماعت مولانا حیدر علی فیض آبادیؒ نے ''منتہی الکلام'' ایک ضخیم کتاب ردّ روافض میں لکھی اس کے جواب میں مولوی حامد حسین شیعی لکھنوی نے ''استقصاء الافحام'' لکھی تھی۔ افحام سے مراد غالباً یہی استقصاء الافحام ہے۔ [3] الشیخ العالم المحدث محمد مظہر بن لطف علی بن محمد حسن الصدیقی الحنفی النانوتویؒ۔ آپ نانوتہ میں پیدا ہوئے۔ جب ہوش سنبھالا تو تحصیل علم کے لیے دہلی کا سفر اختیار کیا، وہاں مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ، مفتی صدر الدین دہلویؒ اور مولانا رشید الدین دہلویؒ سے فیض حاصل کیا۔ بعد کو حدیث حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ سے بھی پڑھی۔..... مسلسل

(میں) اندھیرا ہوا اب سب رفیق رخصت ہوئے دیکھئے کب تک میری قسمت میں اس دنیا کے دھکے لکھے ہیں۔" انا للہ و انا الیہ راجعون"

حامدًا و مصلیًا مولوی خلیل احمد صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آپ کا خط پُر شوق ولولہ آیا، بندہ بتقریب جلسہ دستار بندی[1] دیو بند گیا تھا۔ فرصت جواب نہ ملی۔ اب ۱۶ روز سہ شنبہ کو واپس دیو بند سے آیا ہے۔ جواب لکھتا ہوں۔ عزیزم اولاً تو بغور سنو کہ مقصد جملہ اشغالات و مطلب منتہیٰ جملہ مراقبات کا وہ حضور قلب بے کیف ہے کہ حق تعالیٰ نے آپ کو نصیب فرمایا۔ نسبت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یہی حضور تھا نہ وہاں نور تھا نہ وہاں اضمحلال اشیاء کسی نور میں تھا، نہ وجود کی تحقیق نہ شہود کی تدقیق۔ نہ فرق دونوں حال میں۔ نہ کرامت، نہ انکشاف، نہ اپنا ارتباط تجلی اعظم کے ساتھ کسی کو ظلی یا عینی واضح ہوا۔ نہ مراتب اکوان کو ادراک کیا۔ محض عبادت تھی۔ عبادت۔ باغیریت خود۔ اور فرق عابد و معبود

مسلسل ...... آپ نے مکتبہ نول کشور میں بہت دنوں تک تصحیح کا کام کیا اور طلباء علوم دین نے آپ سے فقہ، اصول اور علم کلام کی کتابیں پڑھیں۔ بعض کتب ابتدائیہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے بھی آپ سے پڑھیں۔ آپ نے کتاب و سنت کی تدریس میں اپنی پوری عمر صرف کی۔ مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں بھی آپ نے درس دیا۔ شوال ۱۲۸۳ھ سے مدرسہ مظاہر علوم میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا۔ اس مدرسہ کی بنیاد مولانا سعادت علی سہارنپوریؒ نے (جو حضرت سید احمد شہیدؒ کی جماعت سے تعلق رکھتے تھے) ڈالی تھی۔ آپ بڑے متبحر عالم تھے، آپ نے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور اجازت بھی حاصل کی تھی۔ آپ تلاوت قرآن مجید کثرت سے کرتے تھے اور دائم الذکر تھے۔ اسم ذات سے رطب اللسان رہتے تھے۔ تکلف سے بعید تھے، چہرے پر رعب و جلال تھا۔ ۲۴ رذی الحجہ ۱۳۰۲ھ بروز یک شنبہ انتقال ہوا۔ ۷۰ رسال کی عمر پائی، اس مصرع سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے ع "زین جہاں نقل مکان کرد بدار جنات" ۱۳۰۲ھ (نزہۃ الخواطر جلد ۸)

[1] یہ دستار بندی کا چوتھا جلسہ تھا جو ۱۴ ربیع الاول ۱۳۰۱ھ میں منعقد ہوا۔ اس میں گیارہ علماء کے سروں پر دستار فضیلت باندھی گئی جس میں مشہور و نمایاں حضرات کے نام یہ ہیں: حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ، حضرت مولانا عبد المومن دیوبندیؒ، حضرت مولانا ناظر حسن دیوبندیؒ۔
مولانا عاشق الٰہی میرٹھیؒ۔ اس جلسہ کی روداد بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں "خوش قسمت ان گیارہ علماء کی جن کے سروں کا تاج و عمامہ بنا جس کے پیچ قطب العالم کے ہاتھ نے ڈالے اور زہ نصیب ان حضرات کے جن کا عطیہ امام ربانی کے ہاتھوں علماء کے سروں پر رکھا گیا (تذکرۃ الرشید جلد اول ص ۲۴۹) فریدی

تہجد یہ تمام کی حالت میں کرتے تھے۔ ہاں حب اللہ تعالیٰ کا غلبہ تھا کہ جان و مال کو اس کی جب (مقابل) میں کچھ اصل نہ جانتے تھے۔ ہزار ہا جان اور ساری دنیا کے عوض رضائے نائب الٰہی کو مقدم پہچانتے تھے اور اس حالت کے عطیہ کو کونین سے بہتر سمجھتے تھے۔ طمع جنت الٰہی وخوف و نار غضب ان کا اشعار تھا۔ پس یہ نسبت یادداشت و احسان تھی کہ شمہ اس کا میرے سعید ازلی قرۃ العینین خلیل احمد کو نصیب ہوئی۔ جس پر ہزار فخر و ناز یہ بندۂ ناساز کر کے اپنا وسیلہ قرار دیئے، مطمئن بیٹھا ہے۔ اگرچہ خود اس دولت سے محروم رہا مگر ناودان (پرنالہ) اپنے دوستوں کا بنا۔ اگرچہ سواقی (پانی کی چھوٹی نالیوں) کو ماءنہر سے حظ نہ ہو کہ مبدء حوض ہے اور منتہی مزرعہ۔ مگر تاہم کوئی حصہ سواقی کو بھی ہے۔ گو معتد بہاء نہ ہو پھر باوصف اس کیفیت مبارکہ کے اور حصولِ نسبت اصحاب کرام کے وہی طلب کا بقا اور انوار و اضمحلال کی خواہش ہل من مزید میں داخل ہے۔ اعلیٰ حالات والے اسفل کے بھی متمنی رہتے ہیں...... پس حاصل آنکہ مولوی صدیق احمد کا اصل حال وہی یادداشت ہے مگر ریزائی انوار زائدہ واضمحلال اشیاء کا انکشاف خواہ کشفاً خواہ وجداناً مزید ہے...... پھر آپ کی پوری تسلی کرتا ہوں کہ مولوی صدیق احمد کو جو کچھ یہ انکشافات ہیں ان کے ہی قلبی ہیں نہ اس مدبر (بے اقبال) کی طرف سے۔ سوائے راہ بتانے کے اس کا کام کچھ نہیں۔ (یہ بندہ) ان انوار وواردات سے خود بھی عاطل رہا ہے۔ مدت العمر میں اس قسم کو مشاہدہ نہیں کیا۔ ہاں! نسبت حضور کا (یہ) قدر نصیب مقدر حصہ ملا ہے۔ جس کا ہم پلہ ان ہزار ہا انوار کو کچھ نہیں جانتا ہوں۔ تو جب خود ان سے غافل ہوں، تم کو کہاں سے آگاہ کروں۔ ہاں! اس قدر ہے کہ آپ کی نسبت کو جس قدر اس عاجز سے مناسبت ہے۔ مولوی صدیق احمد صاحب سے اس قدر مناسبت نہیں ہے...... میرے واسطے بھی دعا و توجہ فرماویں کہ بہ سبب مناسبت ساتھ ہی رہوں اور دوستوں کی ترقی کا طالب ہوں۔ ''المرء مع من احب'' جب اسفل سے اعلیٰ کی جانب مرعی ہے۔ اعلیٰ سے اسفل میں بھی ملحوظ رہے زیادہ بجز دعا ترقی کے کیا لکھوں۔

واللہ یھدینا و ایاکم والسلام (۱۷؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ یکشنبہ)

حامداً ومصلیاً از بندہ رشید احمد عفی عنہ برادرم مولوی خلیل احمد صاحب دامت برکاتہم، بعد سلام مسنون گرامی نامہ پہنچا۔ فرصت نہیں تھی اس لیے جواب میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی۔..... ذکر وشغل کے بارے میں آپ نے تحریر کیا ہے تو میرے مکرم! ذکر دراصل یاد رکھنے کو کہتے ہیں کہ حروف اور آواز کے بغیر دل میں کسی چیز کی یاد بس جائے۔ جیسا کہ ایک دوست دوسرے دوست کی غیر موجودگی میں اسے یاد کرتا ہے۔ اصل فطرت کے اعتبار سے مالک حقیقی اللہ جل شانہ نے اسی ذکر قلبی کو انسان کے لیے رکھا ہے، مگر انسان اس دنیا میں دنیا کی چیزوں میں مشغول ہوگیا اور اپنے معبود حقیقی کو بھول گیا۔ بزرگوں نے اسی ذکر قلبی کو حاصل کرنے کے لیے بہت سی تدبیریں اختیار کی ہیں۔ پس مشائخ جو اول اول ذکر زبانی تلقین فرماتے ہیں یا لطائف کی حرکت کے ذریعہ ذکر کراتے ہیں اس سے ان کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ ''یادداشت'' (دل میں ہر وقت خدا کو یاد رکھنا) حاصل ہوجائے۔ اور ان کی یہ تلقین اور ذکر کرانا اس یاد کا ذریعہ بن جائے۔

اس کے بعد اصل مطلب لکھ رہا ہوں، آنعزیز کو اولاً تین ذکر بتلائے تھے اول اسم ذات کا پاس انفاس، دوم اسم ذات کے ذکر سے قلب کو حرکت دینا، سوم زبان سے اسم ذات کا یک ضربی ذکر۔ اس تصور کے ماتحت کرنا کہ ایک نور اسم ذات کے ساتھ منھ سے نکل کر سارے جسم کو گھیر رہا ہے اور اب پاس انفاس کے ذکر کے وقت صرف اتنا اور اضافہ فرمالیں کہ اسم ذات کے ساتھ جب سانس اندر داخل ہو تو ''ھو الباطن'' کا تصور بھی رہے؛ اور جب سانس باہر واپس ہو تو ''ھو الظاھر'' کا تصور ہو حتی کہ ذکر سے یہ تصور پیدا ہوجائے کہ ذات پاک جو کہ موجود حقیقی ہے ذکر کرنے والے کے ظاہر و باطن میں بالذات موجود ہے، گو کہ یہ تصور اولاً تنہائی میں حاصل ہوگا مگر مزاولت (پابندی) کے بعد کسی تکلیف کے بغیر ان شاء اللہ ہونے لگے گا اور ذکر جہری میں بھی اتنا اضافہ اور کرلیں کہ ذکر کے وقت یہ

تصور ہو کہ نور کے احاطہ کرنے کے بجائے اب خود ذات (جس کا ذکر کیا جارہا ہے) ذاکر کو گھیرے ہوئے ہے اور موجود بھی ہے۔ لطائف کے ذکر کو اگر ترک کر دیا ہے تو اس کو شروع کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر اس کا خیال باقی ہے تو (ابھی اس کا خیال چھوڑیئے) اس تصور کے قائم ہونے کے بعد دیکھا جائے گا۔ اس وقت تو بس ذکر کے وقت اگر اس قدر خیال فرمالیں کہ ذات مذکور دل میں موجود ہے تو یہی کافی ہے۔

ان تمام امور پر خوب سوچ سمجھ کر مشغول ہوں اور اسی ذات پاک پر جس کا کہ ذکر کر رہے ہیں اعتماد فرماتے ہوئے انتہائی التجاء و عجز کے ساتھ ذکر کریں اور ذکر کی توفیق کو اگرچہ ایک ہی لمحہ ہو محض اللہ تعالیٰ کا فضل اور عنایت تصور فرمائیں اور اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھتے ہوئے اس کا شکر ادا کریں کیونکہ ذکر ولایت کا پروانہ ہے جس شخص کو اللہ تعالیٰ ذکر کی توفیق عطا فرماتے ہیں تو گویا اسے اپنی ولایت کا پروانہ عنایت فرماتے ہیں۔ ذکر کرنے والے کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہ لطف و کرم کہ ''فاذکرونی اذکرکم '' تم مجھ کو یاد رکھو میں تم کو یاد رکھوں گا۔ فخر کے لیے کافی ہے کہ اس ناپاک انسان کو اس ذات پاک نے یاد رکھا اور کیا چاہیے اور کون سا انعام اس سے بڑھ کر ہوگا ہاں ''ذکرته في ملا '' اور ''ذکرته في نفسي '' کے دونوں مقاموں میں بہت فرق ہے حتی الامکان انسان کو ''ذکرته في نفسي '' والے مقام کو حاصل کرنے کے لیے کوشش کرتے رہنا چاہیے اور اس ترقی میں اللہ جل شانہ سے مدد بھی مانگتا رہے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ''ففروا الی اللہ '' (اللہ کی طرف آؤ) ''ولا ملجاء من اللہ الا الی اللہ ' (اللہ کی ذات کے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں) فرمایا ہے۔

اس سے زیادہ تحریر کرنے کی ہمت نہیں رکھتا اور جو کچھ لکھا ہے اس کو بھی اپنے حوصلہ سے زیادہ سمجھتا ہوں کیونکہ جو کچھ بیان کیا ہے وہ بس نوک قلم ہی پر ہیں۔ دل ان سے خالی ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنے فضل و کرم سے اس کی توفیق عطا فرمائیں...... اور ان چند

فقروں کو تصوف اور طریقت کی بنیاد تصور کریں۔ والسلام

مولوی خلیل احمد صاحب مدشوقکم الی اوصلہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ اپنی عافیت پر شکر حق تعالیٰ کا کرتا ہوں تمہاری صحت سے اطمینان ہو، سب امور دین ودنیا رضا حق تعالیٰ پر موقوف ہیں۔ اپنی طرف سے سعی کرتے رہنا کام بندہ کا ہے اور ثمرات ومواہب عطا فرمانا اختیار مولیٰ تعالیٰ شانہ ہے۔ کسی کے اختیار میں نہیں ذکر پختہ کرنے میں ساعی رہو اور نور منبسط جو محسوس ہو اس کو بغور ملحوظ رکھنا چاہئے یہاں تک کہ جملہ اشیاء میں ساری معلوم ہونے لگے۔ دفع کرنا نہیں چاہئے۔ فقط

عنایت فرمایم مولوی خلیل احمد صاحب دام مجدہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائیں (کہ) بخیریت ہوں آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا، آثار ذکر مبارک ہوں اور حق تعالیٰ ترقی عطا فرمائے مقصود ذکر سے حضور مسمیٰ ہے جس قدر حضور ہو بہتر ہے اور ذکر قلبی وہ ہے کہ بدون لفظ اسم کے ذات مسمیٰ کی طرف خیال ہو جیسا کہ غیبوبۃ ولد (لڑکے کے غائب ہونے کے وقت) مثلاً بدون قصد اسم ذات کے ولد کی طرف دھیان ہوتا ہے فرق اتنا ہے کہ ولد میں صورت بھی غالب اوقات مدنظر ہوتی ہے اور یہاں چونکہ شکل وصورت سے برأت ہے لہٰذا نفس مسمیٰ کا خیال ہے، اس خیال میں اگر کوئی وضع وشکل مدنظر قلب ہو لاحول سے دفع کرنا چاہئے کہ ذات حق تعالیٰ نفس وجود ہے نہ قیود زائد۔

دور بینان بارگاہ الست ☆ غیر ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

سوائے اس کے جو کچھ ہے سب مخلوق وحادث ہے اور غیر ہے نہ عین۔ بہرحال جو کچھ ہے وہ عنایت محض ہے، اس کا شکر ضروری ہے۔ فقط[1]

---

[1] آخر کے یہ تینوں مکاتیب ماہنامہ ''نظام'' کانپور کے تصوف نمبر جلد ۵، ۴ شمارہ ۱۲، ۱۱، ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۳ء سے لیے گئے ہیں جن کو مولانا ظہیر الاسلام جامعی نے ترتیب دیا ہے۔ (محبّ الحق)

الحاج مولانا سید کوثر علی مہاجر مکی رح[1] کے نام

(پانچ مکتوبات کے اقتباسات)

حامداً و مصلیاً از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ بندہ بعافیت ہے اور شکر حق تعالیٰ کا کرتا ہے۔ بعد انتقال والدہ حافظ مسعود احمد کے انداز طبیعت کا کچھ بدل گیا ہے۔ نہ بظاہر الم (و) صدمہ معلوم ہوتا ہے اور نہ کچھ تندرستی کے آثار ہیں، ایک حیرانی سی ہے اور پھر تقدیر پر حوالہ کر کے صبر کرتا ہے۔ اپنے توحشات تو موجب پریشانی تھے، اپنے دوستوں عزیزوں کے ترودات سے بھی رنج ہوتا ہے۔ یہ دنیا سخت دارِ اکدار ہے کہ ہرگز رہائی اس سے نہیں ہوتی۔ بجز اس کے کہ سب امور کو ترک کر کے علیحدہ ہوجاوے۔　　والسلام　　(مؤرخہ ۲۷ ر رجب)

............آپ کا خط آیا۔ سب حالات بدستور ہیں، کوئی لکھنے کے قابل نہیں ہے۔ مولوی خلیل (احمد) و مولوی محمود حسن کو مولوی منور علی میرٹھ لے گئے اور مولوی عبد السمیع[2] (بیدلؔ رامپوری صاحب انوار ساطعہ) کو ملا دیا۔ پرسوں مولوی عبد السمیع گنگوہ آئے تھے، مجھ سے ملے مگر کوئی عذر معذرت نہیں کیا، مصافحہ، سلام، بات ہوئی جیسے پہلے ہوتی تھی۔ مجھ

---

[1] بجواب استفسار شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مدظلہ نے آپ کے بارے میں ارقام فرمایا ہے ”مولانا کوثر علی صاحب حاجی صاحبؒ کے خواص میں تھے اور ان کے حالات سنے بھی بہت مگر اس وقت بالکل یاد نہیں......“ مکتوب محررہ ۱۶ رشوال ۱۳۹۵ھ　فریدی) جب یہ سلسلہ چل رہا تھا تو شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنیؒ بقید حیات تھے۔ آپ کا وصال مدینہ منورہ میں کیم شعبان ۱۴۰۲ھ مطابق ۲۴ رمئی ۱۹۸۲ء میں ہوا۔ جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔　(محب الحق)

[2] مولوی عبد السمیع بیدلؔ رامپوری (ساکن رامپور منیہاراں ضلع سہارنپور) آپ ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۴ء میں تحصیل علم کے لیے دہلی گئے اور مفتی صدر الدین خاں سے عربی پڑھی، شاعری میں مرزا غالبؔ کے شاگرد تھے۔ انوار ساطعہ کے علاوہ ایک نعتیہ دیوان، ایک مختصر رسالہ نور ایمان اور حمد باری آپ کی تالیفات میں سے ہیں۔ تلامذۂ غالبؔ مؤلفہ مالک رام ایم۔اے۔ کے اندر آپ کا مختصر ذکر موجود ہے۔ (فریدی)

سے تو ملے مگر نہ معلوم کہ حکیم صاحب (ضیاء الدین) سے رامپور میں ملے یا نہیں۔ خود بندہ نے اس امر کو ذکر نہیں کیا۔ نہ انھوں نے کچھ کہا۔ چونکہ وہ میرے پاس قدر ایک گھڑی کے بیٹھے؛ پھر وہ جہاں پہلے اپنے رشتہ داروں میں آئے اور ٹھہرے تھے وہیں رہے، زیادہ نوبت کلام کی نہیں آئی.......... حکیم احمد سعید[1] نے مجھ کو لکھا کہ مولوی مشتاق حسین[2] نے یہ جواب دیا کہ تقرر منصب میرے اختیار میں نہیں، معذور ہوں۔

---

[1] حکیم سید احمد سعید رضوی ابن حکیم سید علی اکبر امروہیؒ امروہہ کے مشہور طبی خاندان ''خاندان عسکریہ'' کے ممتاز ماہر فن تھے ۱۲۵۶ھ میں امروہہ میں پیدا ہوئے، امروہہ اور رامپور میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد اپنے والد اور چچا حکیم سید نثار علی مرحوم سے طب کی تحصیل کی۔ اپنے عہد میں امام فن تسلیم کیے گئے، نواب آسماں جاہ نے آپ کو حیدرآباد بلایا اور منصب مقرر کیا وہاں افسر الاطباء مقرر ہوئے۔ تشخیص کامل اور معیار الاطباء عربی میں آپ کی بہترین طبی شاہکار ہیں۔ تسکین الانفس فی تحقیق ذیابیطس، تالیفات سعیدیہ، مدار العلاج اور رسالہ مرض جذام وغیرہ آپ کی تالیفات ہیں۔ حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ سے بیعت تھے۔ آپ کی بیعت کا واقعہ تذکرۃ الرشید میں تفصیل سے موجود ہے۔ حضرت گنگوہیؒ کے حلقۂ بیعت میں جہاں مختلف علوم وفنون کے ماہرین موجود تھے حکیم احمد سعید صاحب امروہیؒ اور حکیم عبدالوہاب صاحب نابینا دہلویؒ فن طب کی عظیم شخصیتیں بھی شامل تھیں۔ آپ نے ۱۳۱۴ھ میں وفات پائی۔ حیدرآباد میں مزار ہے۔ [2] الشیخ الکبیر مشتاق حسین بن فضل حسین الکھی الامروہوی۔ نواب انتصار جنگ وقار الدولہ وقار الملک آپ ۱۲۵۲ھ میں سراوہ ضلع میرٹھ میں پیدا ہوئے۔ چھ ماہ کے تھے کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا ماں نے ان کی تعلیم وتربیت کی طرف خصوصی توجہ رکھی۔ مولانا رافت علی امروہیؒ سے آپ نے کچھ کتابیں پڑھیں، بعدۂ روڑکی کالج میں پڑھا۔ ۱۲۹۲ھ میں آپ حیدرآباد چلے گئے اور وہاں مناصب جلیلہ پر فائز رہے۔ تعلیمی سلسلے میں سرسید احمد خاں مرحوم کے رفقاء میں سے تھے۔ سرسید اور محسن الملک کے بعد علی گڑھ کالج کے انتظام واہتمام کی باگ ڈور آپ ہی کے ہاتھ میں رہی۔ سیاسیات اور تعلیمات کے حلقوں میں آپ کی شخصیت مشہور ومعروف ہے۔ اکابر دیوبند سے آپ کو خاص ربط تھا، آپ کی دین داری، دیانت داری، خوش خلقی اور وضع داری خاص وعام میں مشہور ہے۔ آپ کی تین سوانح عمریاں مختلف حضرات نے لکھی تھیں۔ ان کے بعد آپ کے صاحبزادے الحاج مشتاق احمد ایم۔اے۔ (آکسن) بار ایٹ لا نے خطوط وقار الملک کو مرتب کیا ہے، جن کے ضمن میں آپ کی سیاسی ومذہبی زندگی کے بہت سے پہلو آگئے ہیں۔ ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۷ء میں آپ نے وفات پائی۔ امروہہ میں آپ کا مدفن ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبال نے آپ کی تاریخ وفات اس طرح نکالی

بر لوح مزار او نوشتم ☆ انجام بخیر با خطا بخش

وقار الملک انجام بخیر کے اعداد سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے۔ ۱۳۳۵ھ (نزہۃ الخواطر جلد ۸ خطوط وقار الملک)

..........آپ کا خط آیا، حال دریافت ہوا۔ حق تعالیٰ آپ کو جلد حیدر آباد سے رہا کر کے مکہ معظمہ پہنچا دیوے، آمین۔ دعا سے دریغ نہیں، مگر سب امور اپنے اوقات پر موقوف ہوتے ہیں۔ والدہ سید حسن کو بعد سلام مسنون فرما دیویں کہ بندہ تو تمہارا دعا گو ہے مگر جب خود ہی کچھ نہ ہوں تو دعا میری کیا ہو۔ بہر حال جو کچھ ہے دعا سے دریغ نہیں...... باقی دعوات کرتا ہوں۔ مولوی صاحب! اگر چہ دریا کی طغیانی کا اندیشہ ہے مگر جو سامان ہو جاوے تو مکہ معظمہ چلا جانا (اور) اس دار کفر سے نکل جانا بہت ضرور ہے۔ طمع دنیا کی سزا تھی جو کچھ ہوا۔ یہ حق تعالیٰ کا نہایت احسان ہے کہ تم کو یہاں ہی پاک کر دیا۔ محبت حق تعالیٰ کے واسطے کثرت ذکر بہ فراغ خاطر نہایت موثر ہے مگر (کہیں) اور بیٹھ کر ہو سکتا ہے۔ حیدر آباد میں کچھ نہیں ہو سکتا ہے۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب[1] کا حال دریافت ہونے سے مجھ کو سخت ملال ہوا۔ حق تعالیٰ ان کو سب تکالیف سے پاک فرماوے۔ اپنی پچی بے سرو پا دعا سے جو کچھ ہے ان کے واسطے دریغ نہیں مگر مقدر کے سامنے کچھ کارگر نہیں ہوتا۔ ان کو میرا سلام مسنون فرما دیویں اور جس کو چاہو سلام فرما دینا۔ حافظ مسعود احمد کا بھی سلام پہنچے۔ والسلام

..........بندہ مع الخیر (رہ کر) آپ کا دعا گو ہے، آپ یہاں سے کیا کیا وعدے کر کے گئے تھے، مگر کسی امر کا ظہور وفا نہ ہوا۔ یہ تو دریافت ہوا کہ آپ جانے کے ساتھ بیمار ہو گئے مگر سال کا سال گذرا کچھ پتہ نہ لگا، نہ یہ معلوم ہوا کہ خود تم پر کیا گذری اور نہ حال

---

[1] مولانا عبد الرحمٰن بن مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ۔ آپ نے ابتدائی اور متوسط تعلیم کے بعد حدیث شریف اپنے والد ماجدؒ سے پڑھی اور ادب مولانا فیض الحسن سہارنپوریؒ سے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت تھے۔ ایک عرصہ تک سہارنپور میں درس دیا اس کے بعد علاج معالجہ کی طرف توجہ ہوئی اور اناوہ میں مطب کا سلسلہ قائم کیا، وہاں محسن الملک سید مہدی علیؒ نے حیدر آباد جانے کی ترغیب دی، حیدر آباد میں خورشید جاہ کے طبیب خاص مقرر ہوئے، بعدہ اپنے طور پر مطب کرنے لگے۔ آپ کا مطب بہت کامیاب تھا۔ میر عثمان علی خاں نظام دکن نے دوسو روپے ماہوار آپ کا وظیفہ مقرر کر دیا تھا۔ آپ کی تالیفات میں ایک کتاب ''الطب العثمانی'' ہے اور ایک ''التحفۃ العثمانیہ'' جو عربی میں ہے اور منظوم ہے۔ ۱۳۲۶ھ میں آپ کا وصال ہوا (نزہۃ الخواطر جلد ۸) فریدی

براہین (قاطعہ) کے ردقبول کا دریافت ہوا۔ افسوس یہ ہے کہ مولوی رحمت اللہ (کیرانوی[1]) کی نظر جاتی رہی ورنہ ان سے توقع تھی کہ بغور ملاحظہ فرما کر جس امر پر مواخذہ فرماتے یا قبول فرماتے اطلاع ہو جاتی؛ کیونکہ رسوم بدعات کے باب میں (اور) مجلس مولود کے باب میں جو کچھ مولوی خلیل احمد سلمہ نے ''براہین'' میں لکھا ہے وہی عقیدہ بندہ کا ہے اور سب ہماری جماعت کا۔ اور جو کچھ ''انوار ساطعہ'' میں (مولوی) عبدالسمیع نے لکھا ہے وہ افراط و تفریط سے مملو ہے کہ حد سے بڑھ گیا ہے تو مولوی رحمت اللہ سے محاکمہ ہو جاتا کہ وہ عالم ہیں۔ مگر یہ امر تقدیر سے پیش آیا کہ ان کی نگاہ جاتی رہی۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ تم کو فرصت نہیں، خصوصاً موسم حج میں، سو اگر بعد موسم حج کے تم سے ہو سکے اور مولوی صاحب بھی قبول فرما لیں تو ساری انوار ساطعہ اور براہین قاطعہ ان کو بتدریج سنا کر جس جس موقع کو وہ رد وقبول سے مدلل فرما دیویں تو کیا عمدہ ہو جاوے۔ ورنہ خیر جو کچھ ہوا، سو ہوا۔ اور جو کچھ ہوویگا

---

[1] امیر المجاہدین مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی ولادت کیرانہ ضلع مظفر نگر میں ۱۲۳۳ھ موافق ۱۸۱۷ء میں ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت جلال الدین پانی پتیؒ (متوفی ۷۶۵ھ موافق ۱۳۶۳ء) سے متصل ہو کر خلیفہ ثالث دامادِ رسول حضرت عثمانِ غنیؓ تک پہنچتا ہے۔ ابتدائی تعلیم وطن میں حاصل کر کے دہلی چلے گئے وہاں مولانا محمد حیاتؒ سے بقیہ علوم کی تکمیل کی۔ بعدہٗ مفتی سعد اللہ مرادآبادی ثم رامپوریؒ کے پاس لکھنؤ پہنچے۔ مفتی صاحبؒ سے معقولات کی تکمیل کی۔ اس زمانہ میں ہندوستان میں عیسائی مشنری پورے شباب پر تھی۔ عوام پر پروپیگنڈہ کا اثر ہونے لگا تھا۔ ۱۲۷۱ھ ۱۸۵۴ء میں آپ نے نصاریٰ کے رد میں ''ازالۃ الاوہام'' کتاب لکھ کر پوری عیسائی دنیا کو چیلنج کیا اور آگرہ کے مناظرے میں عیسائیوں کے مبلغ پادری ''فنڈر'' کو شکست فاش دی۔ پادری فنڈر کو یہاں سے ناکام واپس ہونا پڑا۔ ۱۲۷۱ھ ۱۸۵۴ء میں مولانا کا جہاد بالقلم اور جہاد باللسان ۱۸۵۷ء کے جہاد کا پیش خیمہ ثابت ہوا۔ جنگ آزادی میں مردانہ وار حصہ لیا۔ شکست کے بعد گرفتاری کا وارنٹ جاری ہوا۔ اس سے بچتے ہوئے ''مکہ معظمہ'' پہنچ گئے۔ کیرانہ کی جائیداد بغاوت کے جرم میں ضبط کر لی گئی۔ اسی زمانہ میں پادری فنڈر قسطنطنیہ پہنچا اور اپنی تبلیغی کوشش سے ترکی میں طوفان برپا کر دیا۔ سلطان عبدالعزیز والی ترکی نے ''مکہ معظمہ'' سے مولانا کو طلب کیا۔ جب پادری فنڈر کو معلوم ہوا تو اس نے وہاں سے راہِ فرار اختیار کی۔ سلطان عبدالعزیز کی فرمائش پر پادری فنڈر کے اعتراضات کے جوابات اور رد نصاریٰ میں ۱۲۸۰ھ ۱۸۶۳ء میں ''اظہار الحق'' کتاب تصنیف کی۔ ''مکہ معظمہ'' میں صولت بیگم کلکتہ کے مالی تعاون سے مدرسہ صولتیہ قائم کیا۔ ۲۲ رمضان ۱۳۰۸ھ موافق یکم مئی ۱۸۹۰ء میں داعی اجل کو لبیک کہا اور ''جنت المعلیٰ'' ابدی آرامگاہ بنی۔ (محب الحق)

سو ہوویگا۔ بندہ کو تو اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ خلق برا کہے مگر اس امر مخالفت کا ہونا البتہ برا معلوم ہوتا ہے اب عبدالسمیع کی مخالفت بہت درجہ بڑھ گئی اور یہ عہد باہم سب مبتدعین کے ہو گیا ہے کہ خواہ کوئی کچھ لکھے رشید احمد کے نام سے سب وشتم کرو۔ایک شخص نے بمبئی سے یہ لکھا ہے۔سوو اللہ کہ اس کا کچھ اندیشہ نہیں کرتا ہوں مگر اس کی (مدمقابل کی) مخالفت کا بیان کرنا ہے کہ رات دن اسی فکر میں رہتا اور پورب، دکھن، بنگالہ، پنجاب، جہاں جہاں مبتدعین ہیں ان سے مکاتبہ وطرح طرح کے قصے کھڑے کرتا ہے......والسلام

(مؤرخہ ۲۲ رمضان پنجشنبہ)

..........بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند بندہ بہ منۃ سبحانہ بخیریت ہے، عافیت احباب کی دعا کرتا ہے..........بخدمت مرشدی سلمہ (حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ) وحافظ احمد حسین سلام مسنون بندہ کا عرض کر دیں۔میں ان حضرات کی خدمات میں خط پہلے بھیج چکا ہوں۔اب کوئی امر تازہ اس کے سوا نہیں کہ میری آنکھ میں روز بروز نظر کی کمی اور مرض کی زیادتی ہوتی جاتی ہے۔

حکیم عبدالعزیز خاں پنجلاسویؒ کے نام

برادرم حکیم عبدالعزیز خاں صاحب دام حبکم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا، حال معلوم ہوا۔ مقتضائے خط حاجی محبوب بخش سوداگر کا یہ ہے کہ دسویں تاریخ کو یہاں سے روانہ ہو جاویں۔ مگر میں نے ایک خط بمبئی کو روانہ کیا ہے۔ اس کے جواب کی انتظاری ہے، جب وہاں سے جواب آیا تو فوراً تاریخ مقرر کر کے آپ کو اطلاع دوں گا۔ اس وقت آپ سہارنپور تشریف لے آویں اور سامان سب مجتمع کر لینا چاہئے۔ والدہ محمد رمضان مرحوم کا نہ جانا تو آپ کی تحریر سے معلوم ہوا اور ہمشیرہ خورد کا نہ جانا پہلے خط سے معلوم ہو لیا تھا۔ میاں جیو سرمست خاں رامپور کی راہ سے تشریف لے گئے، مجھ سے ملاقی نہیں ہوئے۔ مگر خط آپ کی ہمشیرہ صاحبہ کا میرے نام کا جو تھا وہ نانوتہ مولوی محمد قاسم کو دے گئے تھے۔ وہ میرے پاس پہنچا جس کا مضمون یہ تھا کہ اب کے سال چلنا معلوم نہیں ہوتا۔ اگر ہو سکا تو چلوں گی حاصل اس کا نہ جانا معلوم ہوتا ہے۔

غلہ جو حاجت سے زائد ہے فروخت کرنا مضائقہ نہیں۔ اور اڑھائی سو روپئے کے زیور کے شاید اب دو سو روپئے وصول ہوں۔ اگر کوئی اس پر بطور رہن کے زیادہ دے دیوے تو بہتر ہے، مگر سودی نہ ہو۔ بہر حال اگر دو سو روپیہ بھی ہو جاوے تو قدر خرچ کو کافی ہو جاوے گا۔ اس عاجز کا سامان خرچ سفر بفضلہٖ قدر کفایت ہو گیا۔ ظروف حاجت کے (مطابق) ہونے ضرور ہیں اور مجھ کو ضروریات سفر کی خبر نہیں کہ کیا چاہئے پہلی دفعہ ایسا ہی دوسروں کے سہارے پر گیا تھا۔ اب بھی ایسا ہی تکیہ کر رہا ہوں۔ غرض اشیاء ضروری لینی ضرور ہیں مگر بارے گراں کو سفر میں بندہ پسند نہیں کرتا۔ خفیف سامان بہتر ہوتا ہے۔

..........آپ کو تو کسی وجہ سفر مناسب نہیں، رہا یہ بندہ سو پہلے بھی عرض کیا تھا اور اب بھی کہ بہ سبب مرض سابق کے کمی ہمت ہے۔ مگر اب جو کچھ تخفیف ہوتی جاتی ہے تو ہمت قوی

ہوتی جاتی ہے۔اور حضرت کا ارشاد اشتعال سفر دیتا ہے۔اور ماموں محمد شفیع صاحب جب شوق طلب حضرت مرشد سلمہ (حضرت امداد اللہ مہاجر مکیؒ) بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ تو کسی طرح چلا ہی جا۔اگر شدت مرض کا اندیشہ نہ ہوا اور درصورت ارادہ و مدد خرچ کی تسلی دیتے ہیں تو اب یوں عزم ہو رہا ہے کہ ذی قعدہ کے اول میں اگر عزم پختہ ہو ہی گیا تو ماموں صاحب سے ان کے وعدہ کا خرچ لے کر چلا جاؤں گا.........۱۱ رشوال کو قافلہ دیوبند روانہ ہو رہا ہے۔ان کو بہ تاکید کہہ دیا ہے کہ وہاں کا سب حال دریافت کر کے مطلع کریں اور جو اوائل ذی قعدہ میں ہمت نہ ہوئی ضعف کے سبب یا جہازوں کے حالات کے سبب تو بس مقیم وطن رہوں گا۔اپنا تو یوں قصد ہو رہا ہے مگر تم کو ایسی حالت میں سفر ہرگز مناسب نہیں جانتا ہوں۔اور ماموں صاحب نے کہہ دیا ہے کہ اگر تو جاوے تو جس قدر روپیہ درکار ہوگا مجھ سے طلب کر لینا۔ان سے روپیہ لینے میں مجھ کو یوں بھی اندیشہ نہیں کہ اگر واپس چلا آیا تو طعن کریں گے کیونکہ وہ تو میرے پدر مشفق کی جگہ ہیں۔مگر اور کسی سے یہ کرتے شرم آتی ہے۔ اس ہی واسطے جو کوئی پوچھتا ہے یہ کہتا ہوں کہ (ابھی) میرا قصد نہیں۔سمجھ لو بہ تمنائے مکہ مر جانا بھی مکہ والوں میں محشور کرا دے گا۔تو حالت مرض میں جانا مناسب نہیں اور مجھ کو روز بروز کچھ قوت اور ہمت بڑھتی جاتی ہے گو بالکل صاف نہیں ہوں۔والسلام ——————

..........آپ کا خط مژدۂ صحت پہنچا، بخدا کہ بہت بہت فرحت ہوئی اور شکر خدا تعالیٰ کا بجالایا۔مجھ کو اپنے مرض کا اس قدر رنج نہ تھا جس قدر تردد آپ کی تکلیف کا تھا۔مگر شکر ہے کہ اس احقر کو بھی شفاء ہوئی اور آپ کو بھی حق تعالیٰ نے صحت عطا فرمائی۔اگرچہ افسوس ہوتا ہے کہ اس سال قدم بوسی حضرت مرشد سے حرمان ہوا۔مگر اس میں بھی بہت سے اسرار و حکمت تھے کہ ہماری نظر اس سے قاصر ہے۔مولوی خلیل احمد کا خط ۱۵ ر ذی الحجہ کا لکھا ہوا مکہ سے آیا۔جمعہ کا حج ہوا اور اس سال بہت مجمع حجاج کا ہوا۔کرایہ تو ایک سو روپیہ تک کا ہو گیا تھا۔اس پر بھی حجاج بمبئی سے واپس آئے۔ٹکٹ جہاز کا نہ ملا۔مولوی خلیل احمد اور قافلہ

انبیٹھہ کا اور دیوبند کا سب لوگ مکان حضرت مرشدنا میں فروکش ہوئے۔ حضرت کے مزاج کی خیریت لکھی ہے، خود حضرت کا نامہ عالی حجاج کے ہاتھ آوے گا............۲۵رذی الحجہ روانگی مدینہ طیبہ کی لکھی تھی۔ بہر حال اس خط سے اور دیگر خطوط سے جو مکہ سے آئے خیریت مزاج حضرت مرشدنا اور سب اہل قافلہ واحباب کی معلوم ہوکر فرحت ہوئی۔ ادھر آپ کا فرحت نامہ آگیا۔ اب میرا حال بھی اچھا ہے تو اب ہر طرف سے خبریں سرور کی آتی ہیں۔ دنیا عجب کارخانہ عجیب ہے کہ گاہ ملال ورنج کا زور ہر طرف سے ہوتا ہے، گاہ سرور کا زور شور رہتا ہے۔ یہ حال انقلاب آثار کیا قابل اعتبار رکھا جاوے۔ معتبر وہ امر ہے جس کو بقاء ہووے اور دائماً سرور وراحت کا موجب ہووے۔ تو وہ بجز رضامندی اپنے مالک تعالیٰ شانہ کے اور کوئی شے نہیں جس کو نصیب ہو جاوے۔ ع

تا یار کرا خواہد میلش بکہ امست رزقنا اللہ تعالیٰ وایاکم

............پچھلے خط میں آپ نے درباب پسر عبدالنبی خاں لکھا تھا دعا سے تو دریغ نہیں مگر امراء سے بخدا میرا دل گھبراتا ہے۔ بس وہیں ان کی طمانیت کردیویں کہ دعا کرتا ہے۔ یہاں نہ لاویں، دور دور سے ہی ان کو تسلی رکھیں۔ والسلام

............تم کو جو کچھ مجھ سے خیال ہے وہ محض حسن ظن (ہے) اور میں اپنے اندر کو جانتا ہوں کہ اپنی محبت اور غرض سے پُر ہے۔ تم تو دوسرے درجہ میں ہو۔ الحق کہ خود حضرت مرشدنا سے بھی مجھ کو جیسی چاہئے اعتقاد ومحبت نہیں۔ ایک بار خدمت میں حضرت کے بھی عرض کر دیا تھا کہ آپ کے سب خادموں سے اس بات میں کم ہوں، ہر شخص کو کسی درجہ کی آپ کی محبت ہے اور اعتقاد۔ مگر مجھ نالائق کو کچھ بھی نہیں۔ اور یہ اس واسطے ذکر کیا تھا کہ نفاق اپنا ظاہر کر دوں اور حقیقت الحال کو عرض کر دوں۔ سو اب دیکھو کہ جب خود اس شخص مبارک سے کہ جس کے پاپوش کی بدولت دنیا میں عزت ہو رہی ہے اور یہ توجہ آپ کو ہے، اس کے ہی ساتھ اپنا یہ حال ہو تو پھر اور کوئی تو دوسرے درجہ میں ہے۔ پس جب یہ حال خوار

اپنا اپنے دوستوں کے ساتھ ہوا تو کس طرح میں ہدایا اپنے حوصلے سے زیادہ قبول کروں۔ وہ کسی خیال میں اور اپنا کچھ اور حال تو اب کیا کہوں۔ نہ کہہ سکتا ہوں، نہ چپ رہ سکتا ہوں......... اے برادرِ دین! تم سے بھی توقع ہے کہ میرے واسطے اس امر کی دعا کرو کہ حق تعالیٰ مجھ کو اپنی حُب دیوے تو اس کی حُب سے حُب اس کے اولیاء کی ہووے اور پھر اس حُب سے حُب برادرانِ دینی کی ہووے۔ ورنہ جس قدر میری کوئی شکایت کرے بجا ہے۔ میں خود مقر ہوں اور اپنا حال جانتا ہوں۔

اور یہ بھی ضرور ہے کہ جب آدمی کو رنج ہوتا ہے تو خلاف توقع سے ہوتا ہے کہ جہاں آدمی توقع کسی امر کی رکھتا ہے اور وہ توقع برآمد نہیں ہوتی تو رنج ہو جاتا ہے۔ اس ہی واسطے غیروں سے رنج کم ہوتا ہے اور عزیزوں اور دوستوں سے (زیادہ) رنج ہو جاتا ہے کہ ان سے توقع بھلائی (کی) رکھتا ہے۔ جب بھلائی وقوع میں نہ آئی رنج ہوا۔ خلاف توقع ہونے کے سبب دل پر صدمہ ہوا۔ سو چونکہ اپنے آپ سے مجھ کو خود توقع نہیں کہ کسی سے سلوک کروں اور اپنے آپ (کو) قابل دوستی کے نہیں جانتا، تو الحق اگر کوئی میری شکایت کرے تو مجھ کو بری نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ اپنے آپ کو ایسا ہی جان رہا ہوں اور کسی کی شکایت کو بجا جانتا ہوں کیونکہ میرے افعال ظاہری پر وہ لوگ مغرور (فریب خوردہ) ہو کر وہ مجھ کو اپنا دوست جان گئے۔ پھر جب معاملہ خلاف پیش آیا تو ضرور شکایت ہونی چاہئے.........
حضرت کی عنایات سے تو میں دنیا میں سب کچھ مشہور ہو گیا۔ اے خدا! اگر آخرت میں اس کا دسواں حصہ بھی نصیب ہو جاوے تو میری برابر کوئی صاحب نصیب نہیں۔ مگر چونکہ دنیا ظاہر ہے اور آخرت میں باطن ظاہر ہو جاوے گا۔ وہاں کچھ بھی تو توقع نہیں بندھتی۔ الٰہی توبہ توبہ!
.........تم نے مولوی پیر محمد خاں سے شکر رنجی کا قصہ لکھا مگر یہ نہ معلوم ہوا کہ کیا وجہ ہوئی؟ باہم شکر رنجی اچھی نہیں۔ گاہے ایسا بھی ہوتا ہے کہ قصور فہم ہو جاتا ہے۔ بات کچھ ہوتی ہے اور فہم میں دوسری طرح آجاتی ہے۔ تو صفائی عمدہ بات ہے جب آپ ظاہر (صاف) لکھ

دیویں اس وقت پیر محمد خاں سے پوچھوں.......... اہل پنجلاسہ کی دشمنی پر صبر کرنا لازم (ہے)۔ وہ جو کچھ کرتے ہیں اپنے واسطے کرتے ہیں۔ مگر ایک نصیحت آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ حتی الامکان دوسرے کے فعل کی تاویل حسن کرنا اور جہاں تک ہو سکے دوسرے کی بات کو بھلائی پر حمل کرنا اچھا ہے۔ اور تھوڑے سے قصور پر چشم پوشی کرنا عمدہ ہے۔ اس میں آپ کو بہت راحت رہے گی اور دشمن کے فعل کے بدلہ نیکوئی کرنا تو بہت عجیب بات ہے کہ ہر ایک کا کام نہیں.......... ان فقروں سے ناراض نہ ہونا۔ اور ان فقرات کی تصدیق حضرت مرشدنا سے کرانا کہ یہ فقرات مجھ سے عمل میں نہیں آئے۔ آپ کو لکھتا ہوں بھلا آپ ہی عمل کریں۔ یہ قدیم نصائح ہیں۔ والسلام

..........آپ کے واسطے پندرہ روپیہ وہاں مقرر ہوں بایں شرط کہ غرباء کا علاج کیا جاوے اور امراء سے بطور خود حسب عرف لیا کرو۔ کچھ مضائقہ نہیں۔ اور اگر یہ شرط ہے کہ بعد اس تنخواہ کے کسی سے کچھ نہ لو، اس کو میں پسند نہیں کرتا ہوں۔ آئندہ جیسی رائے ہو غرض اس چندہ کی تنخواہ میں تو کچھ عیب نہیں۔ مگر مقدار قلیل پر قناعت آپ سے مشکل ہے اور گزارا دشوار۔ پس اس بات کا خیال کر کے اگر کرلو کچھ مضائقہ نہیں اور حالات آمدنی جب تک کہ قیام دو چار ماہ کا نہ ہو معلوم نہیں ہو سکتے۔ اور آپ کا قیام اب تک وہاں کچھ ہوا نہیں۔ اگر بقدر گزران وہاں حاصل ہو سکے تو بے قیدی بہت عمدہ شے ہے۔ ورنہ روزگار کرنے کا کچھ عیب نہیں۔ والسلام۔

..........دو ماہ کے قدر ہوا کہ ایک خط حافظ احمد حسین کا آیا تھا کہ اس میں خیریت مزاج حضرت سلمہ (حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ) کی بھی لکھی تھی۔ مکہ (معظّمہ) میں ایک مہمان سرائے (رباط) کی تجویز ہوئی ہے جس میں غرباء آدمی فروکش ہوا کریں۔ اور جب تک ان کو مکان ملیں اس میں ہی رہیں۔ اس کے اشتہارات طبع ہو کر آئے ہیں۔ اور تخمین اس مکان کی چار لاکھ روپئے کے قریب ہوئی ہے۔ حافظ احمد حسین مہتمم اس کام کے

بہ تجویز شیخ الہنود اور جملہ اہل شوریٰ مقرر ہوئے ہیں۔ ——————

..............عرصہ گزرا کہ آپ کا خط آیا۔ حال معلوم ہوا۔ آپ کی بیماری سے نہایت رنج و ملال ہوتا ہے اور دعا بدرگاہ حق تعالیٰ کرتا ہوں اگر قبول ہو جاوے حضرت سلمہ کو جو عرب کو خط لکھا ہے آپ کی بیماری کا حال اور طلب دعا بھی اس میں لکھ دیا ہے.........اور تکالیف داخلی و خارجی عزیز و اجنبی پر بجز صبر کے اور کیا چارہ ہے۔ سب امور اپنے سپرد حق تعالیٰ کے کرنا ہی چارہ ہے۔ ——————

آپ کے دو خط پہنچے، برادرا! بندہ کا حال مثل طفل ناعاقبت داں اور ناواقف اپنی مصلحت کے ہے کہ طفل اپنے والدین سے جو اس کی خواہش ہو مانگتا ہے اور اس پر اصرار کرتا ہے اور روتا ہے اور نہایت ملول ہوتا ہے۔ بلکہ اپنے والدین کو اپنے اوپر تعدی (ظلم) کرنے والا جانتا ہے مگر والدین اس کے شفیق ہیں ہرگز جس میں اس کا نقصان ہو قبول نہیں کرتے۔ وہی کرتے ہیں جو اس کے واسطے فی الحال اور مآل کار بہتر ہو۔ ایسا ہی بندہ اپنی خواہش میں مشغوف ہے۔ آخر کی بات اس کو معلوم نہیں ہے کہ اس کا انجام کیا ہوگا مگر حق تعالیٰ اس کے لیے وہی کرتا ہے جو خیر ہو۔ اگرچہ بندہ کو ناگوار معلوم ہو۔ اور اپنے واسطے برا جانے۔ اس واسطے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہت سی چیز کہ اس کو تم خیر جانتے ہو اور وہ تمہارے واسطے شر ہے۔ لہٰذا بندہ کو واجب ہوا کہ ہر امر پر ٹوٹ کر اس قدر فریفتہ نہ ہو۔ بلکہ اول اپنی خواہش کے طلب میں مشورہ و استخارہ کرے۔ ازاں بعد یوں دعا کرے کہ الٰہی اگر یہ امر میرے واسطے تیرے علم میں بہتر ہے تو مقدر کر دے اور جو برا ہے تو میرے دل کو اس طرف سے پھیر دے اور یہ کام نہ ہووے۔ اب بعد اس تقریر کے میں لکھتا ہوں کہ تم کو اس قدر اس کام پر شیفتہ ہونا اور ایسی طرح سے لکھنا مناسب نہیں۔ دعا اس طرح کرو کہ اوپر لکھا ہے، اور عمل وہ پڑھو جو پہلے بتایا ہے اور اپنے سب کام حق تعالیٰ کے سپرد کر دو۔ ——————

..............اذیت مخلوق پر بجز صبر کیا ہو سکتا ہے، فی الواقع مخلوق محض روپوش ہے۔

سب کچھ قضاوقدر کی طرف سے ہے۔ پس جیسا مرض پر آدمی صبر کرتا ہے اور کسی سے ملول نہیں ہوتا، اگر نظر سلیم ہو تو اس اذیت پر بھی کسی سے ملال نہ کرے۔ مگر چونکہ آدمی عالم اسباب کا کاربند ہے، ظاہر پر نظر ہو کر موجب الم و ملال ہو جاتا ہے۔ بہر حال حق تعالیٰ رحم فرماوے۔ والسلام

.... آپ کا خط آیا۔ آپ کے اس حال مرض میں ایسی مخالفت اہل دیہہ (گاؤں) سے بھی رنج ہوا۔ اگر اندیشہ آبرو کا ہو تو اپنے گھر میں فرض ظہر کے ادا کر لیجئے، جمعہ ایسی صورت میں ساکت ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے گاؤں میں نماز جمعہ پڑھنے کو جانا ضرور نہیں۔ ناچاری حکم حق تعالیٰ کا ہے کہ سب یک لخت ایسے ہو گئے اور پھر یہ نقصان باغات کا بھی تقدیر سے ہے۔ حق تعالیٰ جو کچھ اپنے بندہ کے واسطے کرتا ہے، خیر ہی ہے۔ گو بندہ اس کی وجہ نہیں سمجھتا۔ اب ایک فرحت کی بات لکھتا ہوں کہ ایک شخص بریلی کے رہنے والے مولوی محمود حسین نام ہے، اب کے سال حج کو گئے تھے بعد حج کے مکہ میں مقیم ہو گئے۔ اب تیسری شعبان کو مکہ سے چل کر تیسویں شعبان کو بریلی پہنچے۔ ان کا جو خط آیا ہے انھوں نے لکھا ہے کہ جناب مرشدنا ہر طرح سے تندرست بہ عافیت تمام ہیں۔ اس مژدہ سے ایک فرحت دل کو ہوئی کہ خیریت حضرت کی بے موسم حاصل ہو گئی۔ والسلام

.... مجھ کو یہ بات کہ جناب مرشدنا کو تمہارے ساتھ الفت ہے سب چیزوں سے زیادہ وجہ محبت تمہارے ساتھ ہونے کی ہے .... جب تمہارا علاقہ بجہت حضرت کے ہے پھر مجھ کو کسی کے رنج و شکوہ سے بحث نہیں۔ ہاں! میں کچھ نہیں اور کچھ کر نہیں سکتا اور کسی تمہارے امر میں معاونت مجھ سے نہیں ہو سکتی، اور کسی لائق نہیں ہوں مگر بوجہ حضرت مخدوم کے دل سے تمہارے ساتھ ہوں اس بات کو خوب یاد رکھنا۔ ....

اپنا یہ حال ہے کہ طبع (طبیعت) برداشتہ ہو رہی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ پھر خدمت میں حاضر ہوں مگر ہمت و موقع نہیں۔ اب تک سبق شروع نہیں کرائے۔ اگر کوئی آیا تو جواب

دیا۔ مع ہٰذا ضعف ایسا ہو گیا ہے کہ کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ والسلام ——————

مہربانی نامہ پہنچا۔ احوال معلوم ہوئے۔ مخالفت اہل پنجلاسہ پر کیا خیال کرتے ہو۔ ہر روز اہل حق کے ساتھ خرخشہ رہتا ہے۔ جو کچھ تم سے ہو سکے کرو، باقی وہ جانے ان کا کام۔ دوسرے امر میں ایک بات آپ کو بتلاتا ہوں اس کو ضرور کرنا۔ ''**لا ملجا ولا منجا من اللہ الا الیہ**'' بہ نیت رفع شر حاسداں وحصول مقاصد پسندیدہ حق تعالیٰ پڑھو۔ اس میں کوئی مقدار اور وقت معین نہیں، جس قدر ہو سکے جس وقت ہو پڑھو۔ والسلام ——————

.... بندہ دعا کرتا ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو کامیاب فرماوے۔ اگر مقدر ہے تو (مقصود) نصیب ہووے گا۔ یہ دنیا ساری عمر عقب گزاری نہیں ہونے دیتی۔ جو کچھ ذکر ہو جاوے وہ ہی کام آوے گا۔ فی الواقع کوئی شے شوق سے زیادہ نہیں۔ صاحب شوق کو کوئی چیز مانع نہیں ہوتی، جس کو شوق ہوتا ہے وہ حسب لیاقت واستعداد ضرور کچھ لے جاتا ہے اور بدون شوق ساری عمر کی محنت بھی تھوڑا اثر دیتی ہے۔ آپ کو شوق لگا ہوا ہے سو خالی نہ جاویگا۔ نالاں وگریاں ہونا ہی کافی ہے۔ ولایت نظری کے یہ مانع ہیں کہ بعض وقت بدون اختیار عارف کے ایسا آجاتا ہے کہ عارف کی نظر میں اور توجہ میں اثر ہوتا ہے کہ جس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اس پر ایک اثر پڑتا ہے۔ جس سے وہ ملوّن ہو جاتا ہے۔ مثل آفتاب کے کہ جب وہ نمایاں ہوتا ہے تو ہر شے پر اس کی شعاع ہوتی ہے۔ مگر جو طبع مصفی قابل ہوتی ہے تو انوار کا عکس آتا ہے اور نہیں تو حرارت کا اثر ہوتا ہے۔ اس میں بھی تفاوت استعداد ہے۔ آئینہ پر نور زیادہ اور عاج (ہاتھی دانت) پر کم، پتھر پر گرمی زیادہ اور گارے پر کم۔ علیٰ ہٰذا پھر جو وہ عکس بزرگ کا قائم ہو گیا فبہا، اور جو زائل ہو گیا تو پھر ویسا ہی رہ گیا۔ یہ بھی تفاوت رکھتا ہے، تو یہ امر اتفاقی ہے، بے اختیاری۔ اس پر کوئی انتظار کر کے نہیں بیٹھا۔ اپنا سر مارنا اور مجاہدہ مشروط ہے اور اپنا ہی کیا حال قائم (و) دائم لاتا ہے۔ الغرض اب آپ ملازمت پاس انفاس بہت رکھیں اور اس پر زیادہ توجہ رہے اور وظائف واوراد زبانی جو ارشاد حضرت ہیں ان کو بھی کرتے رہیں۔

جومقدر ہے ملے گا۔ اور تمہارے حال پر جس قدر توجہ حضرت کی ہے وہ مخفی نہیں۔ اور یہ کمینہ محض بُت بنا ہے۔ بخدا مجھ کو ایک سخت ندامت اپنے پاک پروردگار سے یہ بھی ہے، سوائے بہت سی شرمندگیوں کے مجھ کو مرشد رہبر سے ہرگز الفت نہ ہوئی، جیسا تم صاحبو کو محبت و عشق پیر کا ہے، مجھ کو نہ ہوا اور محبت کچھ تکلف سے نہیں ہوتی۔ سو فقط اعتقاد و محبت جو تم کو ہے وہ ہی بس ہے اور میرا تو حصہ سارا اپنی تقریر کذاب اور حسن ظن جناب مرشدنا کا ہے۔ جب یہ ناکارہ ننگ خاندان مکہ و منیٰ کو اپنے ہادی کے ساتھ شتر (اونٹ پر) سوار ہو کر چلا تو راہ میں خلوت پا کر عرض کیا اے ہادیٔ من! میرا تو آپ کی خدمت میں عقیدہ بھی جیسا چاہئے ویسا نہیں۔ اور محبت مثل دیگر مریدین کے اور نہ کوئی ایسا حال جس پر طمانیت ہو، بلکہ خود ایمان پر بھروسہ نہیں تو پھر باوجود ان نقصانات کے حضور کی عنایت اگر محض میری بیہودہ باتوں پر ہے تو وائے برمن۔ اور اگر آپ کو باشارہ باطن یا حکم الٰہی یا بزرگانِ خاندان ہے تو ارشاد ہو کہ میری بھی طمانیت ہو جاوے۔ حضرت نے سکوت فرمایا.........

.........میرے یہاں یہ حادثہ ہوا کہ زوجہ حافظ مسعود احمد ۲۴ر جمادی الاولی روز جمعہ کو فوت ہو گئی۔ اس کی جوانی پر ایک حسرت ہے۔ ایک دختر یک نیم سالہ چھوڑی جس کی تربیت اب دشوار ہو رہی ہے۔ پھر سہ شنبہ ۲۸ر جمادی الاولی عزیز ابوالنصر کا ہمشیر زادہ جوان صالح تیس برس کی عمر میں تھا، حافظ قرآن اور نیک بندہ انتقال کر گیا۔ بجز صبر اور رضاء کے بندہ کا کیا چارہ ہے۔ جو کچھ وہ پسند فرماوے وہی عین حکمت و مصلحت ہے۔ اس دنیا میں کوئی مال کو روتا ہے، کوئی اولاد و اقارب کو، دوسروں کے نام سے اپنا رونا روتا ہے، مگر فی الواقع اپنا رونا کہ اصلاح اپنی آخرت کی ہے (اس کی) کسی کو خبر و پرواہ نہیں۔ عجب روزگار ہے۔

آپ کا خط آیا۔ عزیز الطاف الرحمٰن خاں کے تقرر نکاح سے فرحت ہوئی۔ شرکت نکاح میں قطع نظر اس کے کہ حرج ہے، بڑی قباحت یہ ہے کہ ہر شخص بندہ کو شرکت نکاح کی تکلیف دیویگا۔ اب تک سب کو یہ معلوم ہے کہ کہیں نہیں جاتا تو کوئی لب کشا نہیں ہوتا۔ تو

پھر بہت بہت حرج اور دشواری پیش آجاوے گی۔ لہٰذا اپنی شرکت سے معذور ہوں۔ ایک سفر دیو بند کا کہ حسب حکم حضرت مرشدنا اختیار کیا ہے (اس سے) بہت بندہ کو کلفت ہے اور حرج ہے۔ مگر اس سے گویا مجبور ہوں۔ ایک دفعہ ایک سال میں جانا پڑتا ہے۔ چاہتا ہوں کہ اس سے بھی نجات ملے۔ والسلام

آپ کا خط انبالہ سے آیا۔ واقعہ جدیدہ معلوم ہو کر رنج ہوا۔ مگر بندہ جز التجا اپنے مالک کے کیا کر سکتا ہے۔ مجھ کو تو بخدا آپ کے ان مقاصد کا نہایت خیال ہے۔ مگر قضاوقدر سے سب مجبور ہیں۔ جو کچھ مرضی مالک تعالیٰ شانہ کی ہے اس پر ہی راضی اور شاکر ہونا چاہئے۔ آدمی کو ہرگز توقع نہ توڑنا چاہئے (کیوں) کہ ہوتا وہ ہی ہے کہ مقدر ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے بعض امور میں سالہا سال التجا کی اور کچھ نہ ہوا۔ غرض بندگی کا اظہار ہوتا ہے۔

............اعدا کی مخالفت کو بھی حوالہ خالق تعالیٰ شانہ کے کرو اور مجھ کو غافل ہرگز ہرگز مت پہچانو۔ مولوی عبدالعزیز جیسا کریں گے اس کا پھل دنیا و آخرت میں پاویں گے۔ اولیاء کو برا کہنا خالی نہیں جاتا۔ مگر ہاں! یہ زمانہ ایسا ہے کہ بد کی سزا بدیر ملتی ہے اور فروغ دروغ کو بہت ہے۔ سو تم سب امور سے اعراض کرو کہ ہر کس اپنی پاداش پاوے گا اور ان کے افسوں کب تک چلیں گے۔ یہ سب مقدر تقدیر ہے، نہ کوئی افسوں کر سکے اور نہ کوئی کسی کو تکلیف دے سکے۔ سب ایک مالک مختار کے ہاتھ بات ہے اس کی ہی طرف سے ہے...... تم اپنی تدبیر ظاہری کرو کہ عالم اسباب میں سامان و تدبیر پر ظاہر مدار رکھا ہے۔ "**حسبنا اللہ و نعم الوکیل**" کو پانچ سو بار اوقات مختلفہ میں پڑھتے رہو۔ اور "**قل اعوذ برب الفلق**" اور "**قل اعوذ برب الناس**" تین تین بار اور آیۃ الکرسی ایک بار سوتے وقت ہاتھوں پر دم کر کے تمام بدن پر پھیر لیا کرو۔ اور ان کو ہی صبح شام بعد نماز پڑھ لیا۔ کسی کا سحر و مکر اثر نہ کرے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اور استغفار کثرت سے کرو۔ استغفار کی کثرت پر ادائے قرض و رفع غم و حصول مطلب کا وعدہ ہے۔ ایک بات یاد رکھنا کہ اپنے راز کی کسی کو دوست جان کر اطلاع

مت کرنا۔ یہ بھی ایک ضروری بات ہے، کسی کا اعتبار نہیں۔ والسلام۔ ——————

آپ کا خط آیا، حال معلوم ہوا۔ فساد عبدالعزیز خاں کا موجب رنج ہوا۔ حق تعالیٰ اس کو ہدایت فرماوے۔ آپ کو صبر ہی لازم ہے۔ اگر زیر باری مال کی ہوئی اس کو بھی تحمل کرنا اور زبان سے احسان کی طرح پر بیان نہ کرنا چاہئے، بلکہ صدقہ جان کر صبر کرو۔ اور خرقہ شیخ کے آنے پر نہایت فرحت ہوئی۔ خدا تعالیٰ مبارک فرماوے۔ اس خرقہ کا بھی حق یہ ہی ہے کہ اپنے کیے کو نہ جانے۔ دوسرے کے کیے کو بہت کچھ جانے اور جو کسی سے تکلیف پہنچے اس کو حق تعالیٰ کی طرف سے جان کر صبر کرے۔ اب اس مقدمہ میں تو صرف اتنا ہی لکھتا ہوں کہ اگرچہ اس نے بے مروتی اور سخت برائی کی مگر تم اس کے ساتھ سلوک و پرداخت ویسے ہی رکھو جیسے پہلے کرتے تھے۔ اور اس کی نادانی پر خیال نہ فرماؤ۔ اگرچہ یہ نہ لکھتا مگر جب خرقۂ شیخ مرحمت ہوا اب اس کا کرنا ضرور ہوا اور مجھ کو اطلاع کرنی واجب آئی۔ حضرت سلمہ (حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ) نے بھی اپنی تحریر میں اس کا اشارہ کیا ہے۔ اور علیٰ ہذا دیگر لوگوں کی برائی کو خیال نہ کر کے صبر کرو اور اپنے کام میں مشغول رہو۔

درباب عزیمت حج اگر آپ کے پاس سامان ہو جاوے تو قصد کرو، ورنہ کسی چیز کو بیع، رہن ہرگز مت کرنا اور بندہ کے واسطے جو آپ تحریر کرتے ہیں تو اگر بلا تکلف غیب سے میرا بندوبست ہو گیا خواہ آپ کے ذریعہ سے یا کسی اور وجہ سے تو اس وقت مجھ کو اپنی طبع (طبیعت) کا تلاش کرنا واجب ہوگا۔ اگر ہمت ہوئی تو قصد کروں گا، ورنہ نہیں۔ ضعف ایسا ہے کہ کوئی کام کرنا سہل نہیں۔ مع ہذا۔ ایک عنایت نامہ حضرت مرشد کا مؤرخہ ۲۲ رجب آیا۔ بجواب عریضہ بندہ جس میں مولانا[1] مرحوم کے انتقال کی خبر لکھی تھی۔ اس میں ایک فقرہ مخدومنا سلمہ نے ایسا لکھا کہ جس سے ہمت کوتاہ سی ہوگئی اور طبع کاہل کو تائید ہوئی۔ لکھتے ہیں

---

[1] غالباً قاسم العلوم والمعارف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ مراد ہیں جن کا وصال ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۴ اپریل ۱۸۸۰ء میں ہوا۔ (فریدی)

"معلوم می شود کہ قصد ایں صوب است۔ عزیز من ایں سفر بہتر است
مگر فقیر غم خوردہ می ترسد کدام تکلیف سفر کہ عظیم است تن ناتوانِ آں
عزیز را رسد وصدمہ آں بر جان ناتواں احقر افتد۔[1]"

اس عبارت نے وہ چستی جو تھی رفع کردی اور طبع کو جو آرام طلب ہے قوت ہوگئی۔ پہلے تو بہانہ عدم سامان کا تھا۔ اب اگر سامان کی صورت بھی ہوئی تو قطعاً ارادہ نہیں کرسکتا۔ اگر ضعف اور یہ اشارہ حضرت سلمہ کا مانع نہ ہوجاوے۔ تو وقت پر جو پیش آوے وہ ہی قابل اعتبار ہے۔ والسلام

.........چونکہ بیعت ایام سے آپ کے حالات کی خبر نہیں، تعلق خاطر ہے۔ امید کہ کیفیت مزاج سے اطلاع فرماویں (گے) اور بندہ پر سال گذشتہ میں صدمہ فوت ہونے حافظ محمد اسحاق نواسۂ کلاں کا ہنوز فراموش نہ ہوا تھا کہ اب دوسرا صدمہ تقدیر سے پہنچا۔ مگر بجز رضا کیا ہوسکتا ہے۔ حق تعالیٰ صبر عطا فرماوے۔ وہ یہ ہے کہ ۱۹ر جمادی الاولی (۱۳۱۰ھ) کو میرے فرزند خورد حافظ محمود احمد کا اسہال دموی میں انتقال ہوگیا۔ یہ اس قدر واقعہ جانکاہ ہوا کہ کیا کہوں، حق تعالیٰ اس کو بخشے۔ ایک فرزند[2] دو ماہ کا اس نے چھوڑا، حق تعالیٰ اس کی عمر کرے کہ اس سے ہی

---

[1] معلوم ہوا ہے کہ تمہارا مکہ آنے کا قصد ہے، میرے عزیز یہ سفر ہے تو بہتر مگر یہ غم خوردہ فقیر ڈرتا ہے کہ کوئی سفر کی بڑی تکلیف تمہارے کمزور جسم پر پہنچے اور میری جان ناتواں کو اس کا صدمہ ہو۔ [2] الحاج مولانا سعید احمد زید مجدہم۔ آپ دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ میں سے ہیں۔ بڑے باوقار خوش خلق، باوضع اور صاحب تاثیر بزرگ ہیں۔ احقر دارالعلوم کے زمانۂ تعلیم میں آپ سے شرف ملاقات حاصل نہ کرسکا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت مولانا موصوف علاوہ اوقات درس اور اوقات نماز اور مزارات اکابر پر حاضری کے اپنی قیامگاہ سے باہر کم جاتے تھے۔ کچھ عرصہ پہلے احقر کو یہ معلوم ہوسکا کہ حضرت گنگوہی قدس سرہ کے پوتے جو بھائی جی کہلاتے ہیں دارالعلوم میں مدرس ہیں۔ کچھ عرصہ ہوا کہ احقر نے دوران ملاقات مکاتیب رشیدیہ کے اس خط کا ذکر کیا تو فرمایا کہ میرے علم میں یہ خط نہیں تھا۔ تذکرۃ الرشید جلد دوم میں مولانا عاشق الٰہی میرٹھ مرحوم آپ کے متعلق یہ فرماتے ہیں کہ "صاحبزادہ محمود احمد مرحوم کی یادگار ایک صاحبزادے یعنی حضرت قدس سرہ کے پوتے سعید احمد اطال اللہ عمرہ ہیں، جن کی ولادت ۲۶ر ربیع الاول ۱۳۱۰ھ کو ہوئی۔ باپ کا جس دن انتقال ہوا ہے ان کی عمر ایک ماہ بیس یوم کی تھی۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ کو ان کے ساتھ خاص الفت اس وجہ سے بھی تھی کہ ہونہار مرحوم کی نشانی تھی اور ۳۰ سالہ جوان بیٹے...... مسلسل

دل بہلاؤں۔حافظ مسعود احمد کا سلام مسنون پہنچے۔والسلام (۲۷؍جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ)

.... یہاں کے حادثات کیا لکھوں مولوی علاء الدین پسر مولوی محمد یعقوب صاحب جن کو سال گذشتہ میں دستارِ اجازت بندھائی تھی، ذی الحجہ کی دسویں کو فوت ہوئے تھے اور سوائے ان کے تین پسر اور چار پوتے اور دو پوتیں، ایک زوجہ، ایک بہو اور ایک نواسہ مولوی محمد یعقوب[1] صاحب مرحوم کا فوت ہوا تھا۔ اب ۳؍ربیع الاول کو خود مولوی محمد یعقوب صاحب مرحوم نے نانوتہ آکر وفات پائی اور ایک سخت حادثہ مدرسہ پر اور لوگوں پر ڈالا۔سہارنپور میں حافظ فضل حق[2] جو رفیق مہتمم مدرسہ کے تھے، فوت ہوئے۔حق تعالیٰ سب کو بخشے اور ہم کو عبرت دیوے آمین۔والسلام ——————

آپ کا خط آیا، خیریت رہی پر شکر حق تعالیٰ کا کیا اور عبدالکریم کی حرکت بیہودہ پر سخت

مسلسل ...... کے بدلے پوتے دو ماہ کی جان حق تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی تھی۔اس وقت ۱۶؍برس کی عمر ہے اور دیوبند میں عربی پڑھتے ہیں۔" (ص ۳۲۸) آپ کو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بڑا عقیدت مندانہ روحانی تعلق تھا۔آپ کو گوشۂ گمنامی زیادہ پسند ہے اور شہرت سے طبعاً نفور ہے۔ (فریدی) جب جواہر پارے کا سلسلہ چل رہا تھا تو اس وقت آپ بقید حیات تھے۔احقر مرتب بھی مولانا فریدیؒ کی معیت میں آپ کی زیارت سے مشرف ہوا ہے۔آپ کا وصال　　　　میں ہوا۔(محب الحق)

[1] الشیخ العالم الکبیر المحدث (محمد) یعقوب بن (مولانا) مملوک علی الصدیقی الحنفی النانوتوی۔آپ ہندوستان کے مشہور اساتذہ میں سے تھے۔دار العلوم دیوبند کے سب سے پہلے صدر مدرس آپ ہی تھے۔اکابر دیوبند میں جن حضرات کی دستار بندی و تعلیم ۱۳۰۱ھ تک ہوئی وہ آپ ہی کے تلامذہ میں سے تھے۔۳؍ربیع الاول ۱۳۰۲ھ میں نانوتہ میں آپ کا وصال ہوا۔(ماخوذ از: نزہۃ الخواطر جلد ہشتم) فریدی

[2] آپ جامعہ مظاہر علوم کے اولین محافظ مالیات (خزانچی) تھے۔دیانتداری، امانت، تقویٰ اور پرہیزگاری کی بنا پر تمام اکابر کے محبوب تھے، آپ کی کوشش سے مظاہر علوم محلہ قاضی سے منتقل ہو کر موجودہ مقام پر آیا اور اپنی زمین کا ایک حصہ مدرسہ کو مرحمت فرمایا اور ساتھ ہی بڑی رقم بھی جمع کرائی۔صفر ۱۳۰۲ھ میں وصال ہوا۔مولانا فیض الحسن ادیب سہارنپوریؒ اخبار "شفاء الصدور" میں آپ کے متعلق ارقام کرتے ہیں "**وھکذا موت الحافظ فضل حق السھارنفوری فانہ کان جواداً کریماً امیناً متدیناً محباً للعلماء معاوناً لمدرسۃ السھارنفور**" چند سطروں کے بعد مزید تحریر کرتے ہیں "**وبالجملۃ عاش ما عاش سعیداً و مات ذمات حمیداً**" ماخوذ از: علمائے مظاہر علوم سہارنپور اور ان کی علمی و تصنیفی خدمات جلد اول (محب الحق)

رنج ہوا۔ کیا وہ ہر روز (ہمیشہ) دنیا میں رہے گا۔ خیر کیا مضائقہ ہے۔ اب تم صبح شام ''اعوذ بکلمات اللہ التامات من شرّ ما خلق'' کو تین تین بار بہ نیت ردِ سحر پڑھتے رہو اور ''قل یا'' ''قل ھو اللہ'' اور ''قل اعوذ برب الفلق'' ''قل اعوذ برب الناس'' سورہ فاتحہ، آیۃ الکرسی کو صبح و شام ایک ایک بار پڑھ کر اپنے دونوں ہاتھ پر دم کر کے تمام بدن پر پھیر لیا کرو۔ اور جو ہو سکے تو ایک بار کسی وقت مقرر کر کے حزب البحر پڑھ لیا کرو۔ ورنہ کچھ ضرورت نہیں۔ یہ ہی دونوں عمل کافی ہو جاویں گے اور بندہ ہرگز تمہاری طرف سے غافل نہیں حق تعالیٰ تمہارے ہر طرح کے کاروبار کی اعانت فرماوے اور مخالفوں کو شرماوے۔ اگر تعویذ ۳۳ آیت کا جو چھپا ہوا فروخت ہوتا ہے کہیں سے مل جاوے تو اس کو مڑھ کر بازو پر باندھ لینا۔ یہاں تلاش کیا نہ ملا۔ بعد میں اگر ملا تو از بس (بعد کو) روانہ کروں گا۔ والسلام

آپ کا خط آیا، سب حال معلوم ہوا۔ اگرچہ آپ کی طرف سے اور آپ کے ان احوال سے بہت کچھ قلق ہوتا ہے اور بخدا اپنے علم میں بحلف کہتا ہوں کہ تمہارے واسطے ہر روز تو دعا یقیناً کرتا ہوں، مگر پانچ وقت میں شاید کسی وقت ترک ہوتی ہو۔ لیکن آپ کے حسن ظن سے سخت پریشان ہوتا ہوں کہ آپ کو میرے ساتھ اس قدر عقیدت بے محل ہوگئی۔ مجھ جیسے صدہا عالم میں موجود اور بہتر بھی بہت ہیں۔ ہاں! اپنے مرشد کی نسبت میرا ابھی یہ ہی عقیدہ ہے کہ ایسا شخص کم ہے۔ سو بندہ کا حال تو اس سے ہی واضح ہو جاوے گا کہ تا ایں دم شب و روز آپ کے باب میں دعا کرتا ہوں اور کچھ اجابت کے آثار نہیں۔ جس سے صاف روشن ہے کہ مثل دیگر عوام مومنین کے میں ایک ہوں۔ کوئی شخص اپنی تعریف کو برا نہیں جانتا۔ میں بار بار اپنا عیب و حقیقت جو ظاہر کرتا ہوں تو فقط اس سبب سے ہی کہ میرے سبب تم اپنے مقصود سے نہ رہ جاؤ۔ میری عقیدت تم کو مضر نہ ہو جاوے۔ ناقص کے ساتھ ہو کر اپنا نقصان ہوتا ہے۔ دوسرے قیامت کو جب اپنا حال ظاہر ہوگا مجھ کو ندامت نہ ہو کہ خلاف توقع ظاہر ہووے گا۔ اب سنو کہ اس دم تک پختہ ارادہ حضور (حاضری) خدمت حضرت کا نہیں ہوا۔ البتہ دل چاہتا

ہے، مگر صعوبت سفر اب تک نفس پر گوارا نہیں ہوئی اور مقدر کی خبر نہیں کہ کیا پیش آوے۔ ——

آپ کا خط آیا۔ آپ کے مرض سے رنج ہوا۔ حق تعالیٰ صحت دیوے۔ اگرچہ بندہ کا شوق تو مزید ہوتا ہے مگر تشخیص حال مانع سفر ہے۔ اب کہ سال، بہت دوست معتبر گئے۔ مگر اپنا چلنا جو مظنون تھا کچھ نہ ہوا۔ اب بھی ذی قعدہ کی دسویں، پندرہویں تک جہاز روانہ ہوویں گے۔ ارسال روپیہ ممکن ہے سو چالیس روپئے جو بخدمت حضرت مرشدنا (حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ) بھیجے ہیں وہ تو روانہ کردوں گا۔ مگر سو روپئے جو بمراد حج خانم مرسل کرتے ہو اس میں مجھ کو یہ کہنا ہے کہ حضرت ممدوح تو سینۂ صاف مثل اپنے سب کو جانتے ہیں اور خدام جناب مرشدنا پر بندہ کو اعتماد نہیں۔ بخدا ایک صاحب نے جو ہمارے زمانہ میں حج بدل کیا، میرے نزدیک بالکل خراب کیا۔ ان کو فقط روپیہ لینا مقصود ہوتا ہے، کچھ حج نہیں کرتے۔ لہٰذا ایسا حج کرانا عمدہ بات نہیں۔ دوسرے یہ کہ اگر خانم مرحومہ پر حج فرض تھا تو اس حج سے فرض ادا نہ ہوویگا اگر کسی نے اچھی طرح بھی کیا۔ حج فرض جب ادا ہو کہ یہاں سے کوئی اس کے روپئے میں جاوے اور حج کر کے واپس آوے .... اس طرح حج کرانے میں اول تو کرنے والے محتاط نہیں۔ پھر اگر ہوا بھی تو نفل ہووے گا۔ فرض ذمہ پر رہے گا۔

والسلام ——————

آپ نے حال دشمنی کافر لکھا ہے سو اگر اندیشہ ہے تو بنامِ خدا تعالیٰ بعد استخارہ (ملازمت) ترک کر دو۔ حق تعالیٰ دوسرا سامان کر دیوے گا۔ یہ ضرور ہے کہ آپ کی محبت و عقیدت بجناب حضرت (مرشد) اس درجہ کی ہے کہ خالی نہیں چھوڑتی۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ نسبت تم میں آئی ہوئی ہے۔ اگر چند روز خدمت حضرت میں رہے اس کو قوت ہو جائیگی۔ جو کچھ آثار لکھے ہیں وہ سب حسن عقیدت کے ثمرات ہیں۔ خرقہ مشائخ تبرک رہتا ہے اور گاہ گاہ اس کو تھوڑی دیر کو بہ نظر حصول برکت زیب بدن کر لیا۔ پھر باادب رکھ دیا۔ گاہ پہننے کی برکت بدن و قلب پر اثر کرتی ہے۔ نوکری تو فی الواقع ایک پابندی اور خصوصاً کفار کی

چاکری ہے۔مگر ضرورت کے واسطے سب بلائیں سر پر رکھی جاتی ہیں۔پاخانہ میں جانا کس کو خوش معلوم ہوتا ہے کہ ہر طرح کی تکلیف اور دل تنگی ہے،مگر ناچاری کو قید ضرورت جانا ضرور ہے۔ایسا ہی حال نوکریٔ کفار کا ہے۔سو در صورت کہ آپ کو تردد اور اندیشہ اس روزگار کا ہے،ترک کردو حق تعالیٰ دوسرا سامان کر دیویگا۔اور حسد قوم آپ کو مضر نہیں۔ان کو ہی مضرت دیویگا۔آپ نظر اپنے مالک تعالیٰ شانہ پر رکھیں.......... بہر حال جو حق تعالیٰ کو آپ کے واسطے خیر پسند ہے وہ پیش آوے گا آپ بھی اس کو ہی یاد کریں اور اس طرف سے ہی اپنے امور میں مدد چاہیں۔سب کو محض بیکار جان کر التفات چھوڑ دیویں۔والسلام ——————

آپ کا خط پہنچا۔حال معلوم ہوا۔چوری اس قدر زر کثیر کی جو آپ نے لکھی ہے موجب ملال و رنج عالم بشریت میں ہوتی ہے۔مگر تسلی دے دینا دل کا بھی لازم ہے۔حق تعالیٰ کسی کا مال رائیگاں نہیں کرتا۔لینے والا سر دست خوش ہوتا ہے کہ ہم کو مفت مال ملا۔اور جس کا جاتا ہے وہ ملول ہوتا ہے۔مگر معاملہ علی العکس ہے۔جس کا جاتا ہے اس کا ذخیرہ ہوتا ہے اور جو لیتا ہے وہ خسران میں پڑتا ہے۔حق تعالیٰ نے تم کو دیا ہے اور اب بھی دیویگا۔چور ذلیل و خوار اب بھی ہے اور آخرت میں پشیمان ہوگا۔حق تعالیٰ آپ کے مال میں برکت دیگا۔ ——————

خط آپ کا آیا،حال معلوم ہوا۔درباب روزگار پہلے خط میں صاف لکھ چکا ہوں کہ اگر اس تکلیف کو گوارہ کر سکتے ہو تو بخیال تنگی معاش قبول رکھو۔اگر چہ یہ کلفت ہے مگر اور بہت خرخشوں سے محفوظ رہو گے۔آخر فرائض تو ادا کر سکتے ہو۔اگر نوافل میں قصور ہے تو کوئی گناہ نہیں۔اور جو اس تکلیف کو گوارہ نہیں کر سکتے اور نوافل و وظائف کا افسوس ہوتا ہے تو واقعی اس کا ترک ضرور ہے۔مگر اس صورت میں قلت خرچ و تنگی دنیا کو گوارہ کرو۔اب بھی یہ ہی لکھتا ہوں کہ اس میں ایک بات قطعی کیا کہوں۔طالب آخرت کا حال دیگر ہے،اور مبتلائے عیال کا حال دیگر۔جس کو ثواب آخرت کی رغبت ہے وہ ایک سبحان اللہ کہنے کے عوض کروڑ روپیہ کو ترک کرتا ہے اور تنگی معاش پر خیال نہیں کرتا۔اور جس کو معاش کی فکر ہووے اس سے فرائض کا

ادا ہونا بھی غنیمت ہے۔ سو اگر آپ کو مبتلائے عیال وخرچ دیکھتا ہوں تو اس علاقہ (تعلق) کو ترک کرنا پسند نہیں آتا۔ جب تک کوئی دوسری شکل نہ ہووے۔ اور جب آپ کے ترک ووظائف کا دھیان ہوتا ہے تو ثواب عقبیٰ کے مقابل میں اس علاقہ قلیل کو ہیچ محض جان کر ترک کو ضرور جانتا ہوں۔ اب قطعی بات کیا کہوں تم خود اپنے نفع نقصان کو موازنہ کر کے جو کرو استخارہ کر کے کرلو اور جو میری رائے ہی لیتے ہو تو میرے نزدیک ثواب آخرت عمدہ شے ہے لیکن پھر آپ کو مشکل ہووے گی کہ خرچ آپ کا فراخ ہے اگر تنگی پر صبر کرو تو بیشک ترک کر دو......... اور کچھ پرواہ نہ کرو۔ چونکہ میرا عمل ایسا نہیں، تو دوسرے کو کیا کہوں۔ اور ہے وہ ہی بات کہ متاع دنیا تمام ایک اسم ذات کی برابر نہیں۔ والسلام

اپنا عزم (حج کا) نہ اس سبب سے سست ہے کہ موت سے ڈرہو، بلکہ موت با ایمان کو ہزار درجہ ایسی حیات سے کہ کچھ نفع نہ ہووے (اور) محض صدمہ صلحاء کا دیکھنا ہووے، بہتر جانتا ہوں۔ اپنی زندگی سے سوائے نقصان کے کوئی نفع نہیں جانتا۔ اور نہ اس وجہ سے (عزم سست ہے) کہ روپیہ کی کوتاہی مانع ہے۔ ڈیڑھ سو موجود ہیں، اور جب چلوں گا پچاس ساٹھ کی صورت ضرور یقین رکھتا ہوں۔ بلکہ یہ وجہ ہے کہ اگرچہ ظاہر تندرست اور سالم ہوں مگر اندر میں اس قدر خراب اور ضعف ہمت اور اعضاء ہے کہ سر کی حالت ذرا سی غذا کی بے اعتدالی میں سخت پریشانی ہوتی ہے۔ ذرا تبدل، تغیر خواب (نیند) میں سخت پریشانی ہوتی ہے۔ دیر تک بیٹھے رہنا دشوار ہے۔ اعضاء شکنی، کسل اکثر رہتا ہے۔ سو ایسی حالت میں سفر میں کیا کیا مشقت پیش نہ آوے گی۔ ان سب امور کا انتظام کسی نواب سے تو شاید ہو سکے۔ گھر پر البتہ خدمت کرنے والے مفت کے ہیں۔ ان کے دل میں حق تعالیٰ نے ڈال دیا۔ حسن ظن سے میرا دنیا کا آرام ہو گیا۔ آخرت میں دیکھا چاہئے کیا پیش آوے۔ پھر جب ضعف طبع سے یہ حال تو دل میں پچھتانا آنے لگتا ہے کہ کاش نہ آتا۔ بس محنت برباد، گناہ لازم آیا۔ حج کا ثواب تو کہاں پہلی جمع کا اندیشہ ہے......... ایک فقرہ اپنے استاذ کا یاد

ہے۔ لکھتا ہوں

''در ہندوستان بہ ہوائے کہ زیستن ہزار درجہ بہتر است ازاں کہ در مکہ بہ ہوائے ہندوستان باشی''[1]

سو وجہ تو یہ ہے ورنہ دل میں ہوس زیارت مرشد نا ہے۔ یہ تو منہ نہیں کہ محبت کہوں ہاں ہوس ہے۔ سو یہ ہوس تین سال سے چلی جاتی ہے۔ اب بھی وہی حال ہے۔ دل چاہتا ہے اور ضروری اشیاء بھی موجود رکھی ہیں۔ اگر وقت پر غلبہ ہو گیا تو چل دوں گا۔ مگر یہ اپنا عزم کا حال نہیں۔ اس واسطے میرے سبب آپ یا کوئی رہ جاوے سخت ناگوار ہے۔ والسلام ——

آپ کا خط آیا۔ حال معلوم ہوا۔ عنایت فرمایا! سچ یوں ہے کہ اصل مقصود آخرت ہے اور بندہ عبادت اور بندہ بن ظاہر کرنے پر مخلوق ہوا ہے۔ تو اس کا وظیفہ اور ذمہ واجب یہ ہے کہ رات دن ایسے حرکات و افعال و اقوال کرتا رہے جس سے بندگی و عجز اپنا اور حمد و شکر و عظمت خالق تعالیٰ شانہ کی ظاہر ہوتی رہے۔ بس اس میں ہی مر جاوے۔ مگر یہ مشکل ہوئی کہ یہ قالب جسمانی کھائے پیئے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ تو اس کا اسباب مہیا کرنا ضرور ہوا۔ پھر بعد کھانے کے پاخانہ، پیشاب، شہوت لازم ہوئی۔ اس کا دفع کرنا پڑا۔ اس کا سامان کرنا واجب ہوا۔ ہم چشموں میں ملے بغیر یہ سامان نہیں ہو سکے (لہٰذا) لباس وغیرہ امور کا داعیہ ہوا۔ اس کا بہم پہنچانا ضرور ہوا۔ اب ایک عبادت کے واسطے یہ سب قصہ کرنا آیا، جس کا اگر حساب کر کے دیکھئے تو اکثر اوقات ان اسباب میں خرچ ہوتا ہے۔ اور اصل مقصود جو تھا وہ کچھ بھی نہ رہا۔ لہٰذا حق تعالیٰ نے اپنے بندوں کو مجبور جان کر معذور رکھا۔ فقط پانچ وقت کی نماز مقرر کر دی اور اس تھوڑی عبادت کو قبول کر کے قائم مقام تمام رات دن کے ٹھہرا دیا۔ اور سارا رات دن فقط اس کے حوائج میں صرف کرنے کو دے دیا۔ اب اگر بندہ فہیم ہوا تو اس

---

[1] ہندوستان کے اندر تمنائے مکہ میں زندگی گزارنا، مکہ معظمہ میں رہ کر ہندوستان کی تمنا کرنے سے ہزار درجہ بہتر ہے۔ (فریدی)

نے جانا کہ یہ سب کمانا، کسب کرنا، سامانِ عبادت ہے۔ اس ہی خیال سے سب کام کرتا ہے کہ عبادت کی فراغت حاصل ہو۔ اس کا تو سب کسب کام عبادت ہی ہوگیا۔ اور جو بندہ غبی کوڑ مغز نکلا وہ سمجھا کہ یہ سب کام میری راحت کو ملیں ہیں۔ اس کا کمانا، کسب کرنا، سونا، جاگنا، خانہ داری محض دنیا و لذت دنیا ٹھہری فقط پانچ وقت کی نماز کو عبادت ٹھہرایا۔ سو ہمارا حال یہی ہے کہ سارے دن غفلت میں گزرتا ہے اور سب کام حظ نفسانی ہے۔ فقط یہ نماز باقی عبادت میں ہے۔ اگر اس میں بھی کوتاہی اور تشویش رہی تو وہ کسب واکتساب بالکل واہیات ہے۔ اس کو کیا کرے جب اصل مقصود ہی گم ہوا سو اگر آپ کو اس نوکری کا خدشہ ہے تو ترک کر دو۔ اپنے رزاق مطلق پر توکل اختیار کرو۔ رہا یہ کہ خرچ آپ کا فراخ ہے تو اس کا جواب اوپر کی تقریر سے آپ سمجھ سکتے ہیں کہ حوائج بشریہ ضروری ہیں۔ اگر قدر ضرورت پر کفایت کرو تو ہوسکتا ہے۔ گو خلاف طبع ہے کہ قدیم سے عادت ترفہ پسند رہی مگر آخرت پسند کو قناعت ہونا ضروری ہے۔ اگر حُب آخرت ہے تو تنگی دنیا چنداں دشوار بھی نہیں۔ سو آپ کے حق میں بہ نظر خیر خواہی آخرت ایسا روزگار جس میں نماز کا بھی خشوع رفع ہو جاوے پسند نہیں کرتا ہوں۔ مگر ہاں! اس تحریر کا میرا منشا نہیں، یہ دوسری بات ہے۔ والسلام

از بندہ رشید احمد عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔

مخالفات احباب و برادران اگرچہ باعث ملال کا ہے مگر چونکہ تقدیر ہے اس پر ہی رضا واجب ہے، عنایت نامہ حضرت کا واپس ارسال کرتا ہوں رسید سے مطلع فرماویں۔ والسلام

مولانا مولوی محمد روشن خاں صاحب مراد آبادیؒ کے نام[1]

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بگرامی خدمت مولوی محمد روشن خاں صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آج آپ کا خط آیا، بندہ آپ کے فرزند احمد شفیع کے باب میں دعا کرتا ہے مگر حسب قول ''او خویشتن گم است کرا رہبری کند'' خود سال بھر سے بیمار ہے کسی کو میرے سے کیا نفع ہوگا۔ بہر حال بندہ بندہ ہے۔ دعا اپنا کام ہے، اجابت بحکم مولیٰ تعالیٰ شانہ ہے۔ بندہ اگر چہ بیمار مدت سے تھا مگر شعبان کے اوائل سے اب تک شدت مرض

---

[1] مولانا محمد روشن خاں صاحب مرادآبادیؒ۔ آپ نے آستانہ رشیدیہ سے ہی علم ظاہر و باطن حاصل کیا تھا اور حضرت کے خلیفہ مجاز بھی تھے۔ (تذکرۃ الرشید جلد اول ص ۱۹۷) آپ کے متعلق مولانا حکیم محمد عمر صدیقی مرادآبادی سے حسب ذیل مزید معلوم حاصل ہوئیں: (۱) مولانا محمد روشن خاںؒ کے والد ماجد کا اسم گرامی میاں جی میر خاں تھا جو فارسی کے استاذ تھے۔ (۲) مولانا محمد روشن خاںؒ کی عمر کا بیشتر حصہ گوالیار میں گذرا۔ گوالیار میں بہت سے لوگ بیعت ہوئے وہاں آپ نے سلسلۂ بیعت کے ساتھ ساتھ تعلیم و تبلیغ کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ وہاں کی معزز شخصیتیں آپ سے ارادت و عقیدت رکھتی تھیں۔ (۳) گوالیار کے ایک صاحب جو قوم کے کائستھ تھے آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے اور ان کا اسلامی نام عبدالرحمٰن رکھا گیا۔ وہ اپنا تمام گھر بار چھوڑ کر مرادآباد آگئے تھے اور مسجد دوندے خاں واقع بازار دیوان میں رہنے لگے تھے۔ یہ نومسلم عبدالرحمٰن فارسی کے استاذ و معلم تھے اور خط شکستہ میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ چونکہ وہ گوالیار میں ناظر عدالت رہے تھے اس لیے ناظر عبدالرحمٰن کہلاتے تھے۔ (۴) مولانا محمد روشن خاں نے دو نکاح کیے اور آپ کی دونوں بیویوں سے ایک ایک اولاد ہوئی۔ آپ کے بڑے لڑکے کا نام محمد شفیع تھا اور چھوٹے لڑکے کا احمد شفیع۔ آپ نے ان دونوں لڑکوں کو دیوبند میں تعلیم دلوائی، بڑے لڑکے نے درمیان میں تعلیم چھوڑ دی۔ احمد شفیع دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہوئے اور گلبرگہ شریف میں مدرس رہے، وہیں ۱۹۲۴ء میں ان کا انتقال ہوا۔ (۵) مولانا محمد روشن خاں جب حج کو گئے تو مکہ معظمہ میں شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بھی شرف بیعت حاصل کیا۔ (۶) حضرت مولانا محمد روشن خاںؒ صاحب حال بزرگ تھے جب کبھی گوالیار سے آتے تو مولانا حکیم محمد صدیق قاسمی مرادآبادیؒ سے ضرور ملاقات کرتے تھے اور ان سے تازہ کلام سننے کی فرمائش کیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ ان کا کلام سن کر آپ پر وجد و کیف طاری ہو جاتا تھا۔ (۷) مولانا محمد روشن خاں نے یکم شوال ۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۱۱ء میں انتقال کیا۔ فریدی

مولانا حکیم محمد عمر صدیقی نبیرہ مولانا حکیم محمد صدیق قاسمی مرادآبادیؒ کا ۱۸ اپریل ۱۹۸۵ء میں انتقال ہوا۔ (محب الحق)

رہی۔ تنقیہ مسہل کے بعد اب اس قدر ہوا ہوں کہ بدست خود جواب خط مرسلہ بہ عبارت قلیل لکھ سکوں۔ ضعف ہے مگر امراض زائل ہو گئے　ع

ہر چہ ساقی ماریخت عین الطاف است

وظیفہ وظائف متروک ہوئے۔ خواب و خور کا شغل باقی ہے ——————

………بیعت مولوی عبدالسبحان صاحب کو چندے ملتوی کرتا ہوں وہ استخارہ مسنونہ دس پانچ دن کر کے اپنی طبع کو آزمائیں اور وظیفہ محررہ کو چند روز پڑھیں۔ ازاں بعد جیسا ہوگا کیا جاوے گا۔ اول خود لائق اخذ بیعت نہیں ہوں دوسرے وہ اہل علم تیسرے بندہ کے حال سے واقف نہیں۔ لہٰذا استخارہ تک توقف ضروری ہے اور استخارہ حدیث کا ہی کافی ہے۔ والسلام ——————

………خواب آپ کا عمدہ ہے، مبارک ہو۔ مرشدوں کا خواب میں دیکھنا (اور) کیفیت کا حاصل ہونا حاصلی کی بات ہے۔ وسواس جب ذکر کو مضر نہ ہوں تو چنداں حرج نہیں۔ اپنا کام کئے جاؤ جو کچھ مقدر ہے سب ملے گا۔ طبع کو بتکلف توکل و رفع خطرات کی طرف لگایا کرو۔ اول تکلف ہوتا ہے پھر ملکہ ہو جاتا ہے۔ ''وَمَنْ يَّسْتَعِفَّ يُعِفَّهُ اللّٰهُ''[1] جو حدیث ہے سب ملکات کا حال ایسا ہی ہے۔ ——————

………تہجد کے واسطے یہ کیا کرو کہ اگر شب کو اُٹھنے کا اتفاق نہ ہو تو روزہ رکھا اور نفس پر جرمانہ کسی قسم کا لگا دیا۔ تو البتہ نفس کی سرکشی کچھ کم ہو جاوے گی۔ اور جو نفس کو اپنے حال پر چھوڑ دو گے تو روز بروز زیادہ سرکش ہوتا جاوے گا۔ پس اب پھر تجدید عہد کر دو اور تہجد اور شغل کو جاری کرو۔ حالت (مثل) مہمان عزیز کے ہوتی ہے اگر اس کی تواضع نہیں کی تو ناراض ہو جاتا ہے۔ اب جب خوب محنت کرو گے اور ملازمت رکھو گے تو پھر حالت عود کرے گی۔ یاد یا مثل اس کے۔ لہٰذا کام کرنا بالتزام ضروری ہے اور جو کچھ قلیل کثیر ہو اس پر شکر بہت بہت کرنا

[1] جس نے اللہ سے پرہیزگاری طلب کی اللہ نے اس کو پرہیزگار بنایا۔ (فریدی)

.........حسب قاعدہ ہمارے حضرت (حضرت حاجی امداد اللہؒ) کے آپ مجاز ہیں، لہٰذا لطوع و رغبت اجازت بیعت کی عموماً دیتا ہوں کہ اپنے نام سے بیعت لیا کرو۔ جو اہل ہووے توبہ کرادی۔ حسب لیاقت وظیفہ بتادیا کریں۔ مبارک ہو۔ شکر کرو بہت شکر کرو۔ اور اس اجازت کو حضرت سلمہ (حضرت امداد اللہ قدس سرہ) کی طرف سے سمجھو۔ سچ کہتا ہوں کہ ترجمانِ زبانِ شیخ ہوں۔ اپنا جو حال ہے لکھ نہیں سکتا۔ محض بیگانہ ہوں چند باتیں یاد ہیں اور بس۔ والسلام　(مؤرخہ ۳ رمضان ۱۳۰۶ھ)

.........آپ کا خط آیا، حال تخفیف مرض عزیز احمد شفیع سے سرور ہوا، حق تعالیٰ بقیہ مرض کو دفع فرماوے اور بندہ دعا گو سب خلائق کا ہے۔ خصوصاً اپنے دوستوں کا۔ تم سے جس دن تہجد فوت ہو روزہ رکھا کرو یا بدون صوم فاقہ کردیا۔ غرض سزا جوع نفس پر بہت سخت ہے اور جو صاحب بیعت کرنا چاہیں ان کو توبہ کرادیا کرو۔ اپنے آپ کو کچھ مت جانو۔ بلکہ وسیلہ خیر از حضرت مرشدنا سلمہ تصور کرو۔ چند لوگ جن کا آپ نے حال لکھا ہے (اس کو) دیکھ کر سرور ہوا۔ حق تعالیٰ بذریعہ آپ کے کسی سے ذکر جو کراتا ہے اس کا اجر آپ کو ملتا ہے۔ تواضع بہت عمدہ خصلت ہے۔ جب تواضع رفع ہوئی اور عجب (غرور) آیا ہلاک ہوا۔ ابلیس کا مغوی و مہلک (بہکانے والا اور ہلاک کرنے والا) یہی عجب تھا۔ اور حرص و مال وجاہ دو دشمن سخت ہیں کہ دین و دنیا دونوں کو تباہ کرتے ہیں۔ والسلام　(مؤرخہ ۲ محرم ۱۳۱۰ھ روز چہار شنبہ)

.........آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا (اس سے پہلے) غالباً بندہ کے پاس کوئی آپ کا خط نہیں آیا اگر آیا ہو اور فقط خیریت طلبی اس میں تھی تو عدم تحریر جواب بھی ممکن ہے کیونکہ بندہ اب کاہل بہت ہوگیا ہے اور کام بہت بڑھ گیا ہے۔ غیر ضروری خط کا جواب لکھنا شاق ہوتا ہے۔ بندہ امراض متواتر کا مورد ہے۔ اب عمر ضعیف اور قویٰ سست (ہیں) جو دن حیات کے مقدر ہیں پورے کیے جاویں گے.........یہ احقر اپنے قدیم عنایت فرمایان سے منحرف نہیں۔ دعا کرتا رہتا ہوں اور ان کی خیر خواہی سے کسی وجہ سے دریغ نہیں۔ زبان

بہ دعا خیر ہلانا کیا گراں ہے۔ اور تم تو بظاہر معتقد بندۂ احقر کے ہو۔ تم سے تو کس طرح عذر ہووے.......... تعبیر خواب یہ ہے کہ اگر منظور حق تعالیٰ کو ہے تو قرۃ العینین مسعودؔ احمد[1] بندہ کی وضع پر رہے گا۔ اگرچہ فقط قلباً و اعتقاداً ہی ہو.......... اس عاجز کا واسطہ آپ سے بوجہ دین اور علم دین کے ہے۔ سو جو دوست بندہ کا اپنے طریق پر ہے جو راہِ حق (اور) صراط مستقیم ہے اس سے بندہ کو الفت ہے۔ اگرچہ بظاہر اس کا کوئی ظہور نہ ہو مگر قلبی علاقہ ہوتا ہے اور جو صاحب انحراف اپنے مسلک سے کرتے ہیں بقدر (ان کے) انحراف کے علاقۂ قلبی میں فتور آ جاتا ہے۔ پس جس اپنے دوست کو سنت کی راہ (پر) مستحکم دیکھتا یا سنتا ہوں بے ساختہ اس طرف تعلق بڑھتا ہے ورنہ کم ہوتا ہے.......... اخبار اغیار سے آپ کا میلان بدعت کی طرف معلوم ہو کر لاریب آپ کی طرف سے ملال ہوا (تھا) اور اس کے استکشاف کی غرض سے ہی وہ فقرات لکھے تھے جس سے آپ کو عبرت و تلاش ہووے۔ سو بحمد للہ آپ کو تنبہ ہوا۔ اب بندہ نے بھی ظاہر کر دیا۔ اب صریح لکھتا ہوں کہ راہ سنت میں فتور نہ ہونا چاہئے۔ کمال طریقت و شریعت یہی ہے۔ ورنہ کشف و کرامات، خرق عادات خلاف شرع کے ساتھ کچھ وقع (وقعت) نہیں رکھتے۔

افلاس میراث انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اس پر رضا دینا چاہئے (راضی رہنا چاہئے) کوئی جزع و فزع نہ ہووے۔

.... جن کو بارہ تسبیح اور پاس انفاس تلقین کیا ہے اور وجد کی حالت ہے ان کو کچھ درود شریف کی تسبیح بھی بتاؤ کہ سکون ہو۔ اور اگر مولوی عبدالسبحان کو شوق شغل کا ہو تو یہ دونوں شغل ان کو بھی بتا دیویں مگر ایسا نہ ہو کہ روزگار سے جاتے رہیں۔ معاش کا معاملہ بھی نازک ہے۔ لہٰذا اول پاس انفاس بتا دینا کہ اس کی مشق کریں پھر اگر مناسب ہو تو بارہ تسبیح بتا دیں۔ ذکر جہر نہایت گرمی لاتا اور جلد اثر کرتا ہے۔

---

[1] حکیم مسعود احمد صاحب گنگوہی، صاحبزادہ حضرت مولانا گنگوہیؒ۔

..........آپ کے خط سے جملہ کیفیت معلوم ہوئی، آپ نے اپنی نسبت جو کلمات لکھے ہیں سو آدمی کو اپنے آپ کو ادنیٰ اور ہیچ جاننا بھی کمال ہے۔ جتنے بزرگ پہلے گزرے ہیں وہ سب اپنے کو ایسا ہی سمجھتے رہے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ اپنے اکثر خطوط میں اپنی نسبت یہ تحریر فرماتے ہیں ع سودہ شد از سجدۂ پیش بتاں پیشانیم

اور اکثر جگہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ "عمر بر سید بوے اسلام نشمیدم وروے اسلام نہ دیدم[1] وغیرہ" پس اپنے آپ کو حقیر جاننا بھی عزت اور بزرگی ہے۔ آپ کے واسطے میں دعاء خیر کرتا ہوں۔

..........یہ مسئلہ (وحدت الوجود) بہت نازک اور پیچیدہ ہے اس میں لب کشائی کرنا اور زیادہ گھسنا مناسب نہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ یہ مسئلہ فی نفسہ حق ہے۔ حضرت شیخ قدس سرہ (شیخ محی الدین عربیؒ) جس جگہ اس مسئلہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو یہ بھی لکھ دیتے ہیں کہ "الربُّ ربٌّ والعبدُ عبدٌ و شتّانَ ما بینھما[2]" پس اس مسئلہ میں جبکہ بڑوں بڑوں سے بھی زلّت (لغزش) ہوگئی ہے۔ تو اس میں ذرا سوچ سمجھ کر لب کھولنا چاہئے۔ والسلام

---

[1] عمر ختم ہوگئی اور بوئے اسلام کو میں نے نہیں سونگھا اور روئے اسلام کو میں نے نہیں دیکھا۔

[2] رب رب ہے اور بندہ بندہ ہے اور دونوں کے درمیان میں بہت بڑا فرق ہے۔ (فریدی)

مولانا صادق الیقین کرسوی رحؒ کے نام[1]

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند۔

آپ کا خط اس سے پہلے اور ایک خط آج پہنچا۔ آپ کا حال معلوم کر کے رنج ہوا۔ آپ گھبراویں نہیں اور مریضہ کے علاج میں بدل مصروف رہیں۔ آدمی کو راضی برضائے الٰہی رہنا چاہئے۔ گھبرانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ ―――――――

.........ایک نیا حادثہ واقع ہوا کہ حکیم ضیاء الدین[2] صاحب رامپوری نے ۲۸/رمضان کو اس دنیا سے انتقال کیا۔ ''اناللہ وانا الیہ راجعون'' ان کی مفارقت سے ہم کو سخت رنج ہے۔ ―――――――

آج آپ کا خط بعد انتظار کے پہنچا۔ حال دریافت ہوا.........تم اپنے کام میں لگے رہو حق تعالیٰ سے امید باندھے رکھو، بندہ سے جس قدر ہو سکے وہ سراسر رحمت ہے۔ مسعود احمد، سعید احمد سب اچھے ہیں۔ آج ہی مولوی محمد یحییٰ[3] صاحب (کاندھلوی) حسب

---

[1] الشیخ العالم الصالح صادق الیقین بن سراج الیقین الحنفی الکرسویؒ۔ آپ کرسی ضلع لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ بچپن میں قرآن مجید حفظ کیا اور ابتدائی تعلیم کے بعد دیوبند چلے گئے وہاں حضرت شیخ الہندؒ وغیرہ سے تعلیم حاصل کی۔ پھر گنگوہ پہنچ کر حضرت گنگوہیؒ سے حدیث پڑھی پھر حضرت گنگوہیؒ کی رہنمائی میں سلوک طے کر کے اجازت و خلافت حاصل کی۔ اپنے والد ماجد کے ساتھ ۱۳۲۳ھ میں حج و زیارت کے لیے حجاز گئے۔ حج کے بعد بیمار ہوئے اور مکہ معظمہ میں ۳/محرم ۱۳۲۴ھ کو انتقال کیا۔ نزہۃ الخواطر جلد ۸۔ [2] حکیم ضیاء الدین صاحب رامپور منیہاراں ضلع سہارنپور کے رہنے والے تھے۔ حضرت حافظ ضامن شہیدؒ سے بیعت تھے۔ بعد میں حضرت حاجی صاحبؒ سے اصلاح کا تعلق پیدا کیا اور ان کے خلیفہ مجاز ہوئے۔ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے ممبر رہے ہیں۔ تاریخ وفات اور مزید حالات اس وقت دستیاب نہ ہو سکے۔ [3] حضرت محمد یحییٰ ابن حضرت مولانا محمد اسماعیل جھنجھانوی ثم کاندھلویؒ (متوفی ۱۳۳۴ھ) آپ حضرت گنگوہیؒ کے خاص مرید و شاگرد و مقرب خادم اور صاحب السر تھے۔ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے بڑے بھائی تھے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا دامت برکاتہم آپ کے باکمال اور بلند پایہ صاحبزادے ہیں۔ آپ کی عظیم شخصیت کے پیش نظر ایک مستقل مقالہ درکار ہے۔ جس میں آپ کے اخلاق و عادات اور روحانی و علمی کمالات اور سیرت سازی کے تمام گوشے واضح کئے.........مسلسل

طلب اپنے والد کے دہلی گئے ہیں۔ آپ اپنے والد صاحب کا حال تحریر کریں کہ شکایت بیماری کی کیسی ہے۔ (یکم رجب المرجب ۱۳۱۵ھ یوم شنبہ)

مسلسل... جائیں۔ ویسے آپ کے حالات بہت سی کتابوں اور رسالوں میں موجود ہیں اور حضرت شیخ الحدیث کی آپ بیتی میں بھی آپ سے متعلق بڑی اہم اور قیمتی معلومات آ گئی ہیں۔ مگر ضرورت ہے کہ ان سب حالات کو یکجا کر کے ایک خاص ترتیب کے ساتھ مرتب کیا جائے۔ (فریدی)

مولانا ممتاز علی انبیٹھویؒ کے نام[1]

عنایت فرمائے بندہ مولوی ممتاز علی صاحب مد فیوضہم۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ ہمارے شیخ الشیوخ قطب عالم شیخ عبدالقدوس (گنگوہیؒ) فرماتے ہیں کہ اگر کسی کو بعد مجاہدۂ ہزار سالہ "حسرت و درد نایافت" حاصل ہو جاوے تو سب کچھ اس کو حاصل ہو گیا۔ ہائے افسوس کہ "درد نایافت" نہیں ملتا کہ کام تمام ہو جاوے۔ پس اب لازم ہے کہ شغل باطن کو خوب التزام کے ساتھ بجالاؤ اور بحکم "مالا یدرک کلہ لا یترک کلہٗ"[2] جس قدر ہو سکے اس کے شغل میں رہو اور پھر حسرت نایافت میں لطف دیکھو اور امید ہے کہ حق تعالیٰ آپ کو ضائع نہ فرماوے گا۔ شغل وہی کافی ہے کہ جو پہلے آپ کرتے تھے اب بھی اس کا ہی التزام کرو۔ ذکر پاس انفاس محدود نہیں۔ فقط یہ ایک شغل شب و روز کی مشغولی کو کافی ہے۔ ہم ذکر، وہم مراقبہ، اس میں حاصل ہے۔ یک در گیر محکم گیر۔[3] ان شاء اللہ تعالیٰ نفع ہووے گا۔ ——————

..........آپ اپنا شغل معمولی کرتے رہیں اس میں ہی سب کچھ ہے اور گاہ کسل گاہ حدت ہر روز لازم بشر ہے۔ ایک حالت پر آدمی نہیں رہتا۔ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں:

---

[1] شاہ افضال احمد چشتی صابری انبیٹھوی نے مولانا ممتاز علی صاحبؒ کے متعلق احقر کے استفسار کے جواب میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے وہ بعد حذف و ترمیم قلیل یہ ہے: "مولانا محمد ممتاز علی ولد شیخ قلندر علی انبیٹھ کے زمیندار تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب امام ناصر الدین جالندھریؒ سے ملتا ہے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم قصبہ انبیٹھ کے مدرسہ خانقاہ حضرت شاہ ابوالمعالیؒ میں حاصل کی اور اسی مدرسہ میں فارسی اور عربی کی اونچی کتابیں بھی پڑھیں۔ آپ اردو فارسی کے استاد تھے۔ آپ کا زیادہ زمانہ بہ سلسلہ ملازمت کوئٹہ میں گزرا۔ آپ کے دو لڑکے منیر احمد اور ضمیر احمد تھے۔ منیر احمد کے لڑکے مسعود احمد اور ضمیر احمد کے لڑکے محمود احمد کوئٹہ میں سکونت پذیر ہیں۔ مولانا ممتاز علی مرحوم کو مثنوی مولانا رومؒ سے بہت شغف تھا۔ بہت سادہ زندگی گذارتے تھے۔ آپ نے اپنے ذوق کے تقاضہ پر انبیٹھ سے جانب جنوب گنگوہ جانے والی سڑک پر ایک باغیچہ لگایا تھا جس کے اب فقط نشانات باقی رہ گئے ہیں۔ آپ کا ۱۹۲۵ء میں انتقال ہوا۔ انبیٹھ ہی میں آپ کا مزار ہے۔

[2] جو چیز پوری حاصل نہ کی جا سکے پوری چھوڑی بھی نہ جائے۔

[3] ایک دروازہ پکڑو اور اس کو مضبوطی سے پکڑے رہو۔ (فریدی)

گہے بر طارم اعلیٰ نشینم ☆ گہے بر پشت پائے خود نہ بینم[1]

ہم تو کس حساب میں ہیں مگر آدمی کو اپنا شغل و ذکر اگرچہ قلیل ہے ترک نہ کرنا چاہئے۔

''خیر العمل ما دیم علیہ''[2] ——————

(مندرجہ ذیل مکتوب گرامی فارسی میں تھا یہاں اس کا ترجمہ درج کیا جا رہا ہے)

از بندہ شرمسار احقر العباد رشید احمد گنگوہی عفی عنہ بگرامی خدمت برادرم مولوی ممتاز علی صاحب دام مجدہم۔ بعد سلام مسنون واضح ہو میں اپنی صحت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اپنے دوستوں کے لیے دعائے ترقی درجات میں سرگرم رہتا ہوں مگر میری دعا کیا فائدہ پہنچائے گی جب میں خود خرابی اندرون میں گرفتار ہوں۔ ع

بہر چہ ساقی ماریخت عین الطاف ست

عزیزم! قدماء اور متاخرین میں کون ہے جو اپنے آپ کو معاصی اور حکم عدولی مولیٰ تعالیٰ سے مہذب اور مزکیٰ جانتا ہو۔ تمام کاملین اپنی تقصیرات کا ذکر کر کے نفس کی تذلیل میں مشغول رہے ہیں اور فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''لَا اُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْکَ'' (اے اللہ میں آپ کی تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا) فرمایا ہے۔ پس جو شخص کہ اپنی عبادت قلیلہ پر جس کی حیثیت ایک ناکارہ سامان سے زیادہ نہیں ہے۔ نادم و شرمندہ ہوا اور اپنے آپ کو حقیر و خوار سمجھا اس نے اپنے اسی عجز و انکسار کے بقدر کمال حاصل کرلیا۔ کیا اچھا نصیب ہے اس شخص کا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں اپنے آپ کو عاصی و خوار اور نفس شریر کے ہاتھ میں گرفتار سمجھا۔

یہ اپنی تمام تقصیرات کا دیکھنا اور عاجزی جس قدر بھی اس کو میسر آئی اللہ تعالیٰ کی عنایت ہی عنایت ہے کہ اپنی حقیقت کو، اپنے کو عاجز سمجھنے کے بقدر پالیا۔ نیستی کا یہی حظ و

---

[1] کبھی میں بلندی مکان پر بیٹھ کر نظارہ کرتا ہوں اور کبھی اپنے پاؤں کے اوپر بھی نہیں دیکھ پاتا ہوں۔

[2] بہترین عمل وہ ہے جس پر مداومت ہو۔ (فریدی)

حصہ ہے جو کہ حقیقت بشری ہے اور جس کا نام ہستی ہے وہ اور اپنے کمال پر نظر کرنا حظ بشر نہیں ہے۔ کمال تو حق تعالیٰ کی ذات لامتناہی کے لیے ہی زیبا ہے۔ اس کے غیر کے لیے سوائے عاجزی کے اور کوئی حصہ نہیں ہے۔ بس برادر مکرم نے جو اپنی تقصیرات کو لکھا ہے وہ صاحب کمال کے نزدیک عین حصہ کمال ہے۔ ''اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ''

جو کچھ شغل باطن تمہیں بتایا گیا ہے وہ بظاہر قلیل ہے لیکن اس کو کثیر سمجھنا چاہئے۔ اور اپنے وقت عزیز کو جتنا ہو سکے اسی میں صرف کرنا چاہئے اور آبادیٔ آخرت کے سلسلے میں کوشش کرنی چاہئے۔ اگر چہ بندہ کی سعی کی کوئی حیثیت نہیں ہے کیونکہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ مختار حقیقی جل شانہ کے اختیار میں ہے۔ پھر بھی جو کچھ ہو سکے اس سے سستی نہیں کرنی چاہئے۔ ''سَابِقُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِنْ رَّبِّکُمْ''[1] پر نظر ڈال کر اپنا کام کرنا چاہئے۔ بندۂ حقیر کے ہاتھ میں کیا ہے کہ کچھ کر سکے۔ سب توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ ''لاحول ولا قوۃ اِلَّا بِاللہ'' اپنا کام کیے جائیں۔ اس حقیر کو بھی جسے آپ نے اپنے حسن ظن سے نوازا ہے دعائے خیر میں یاد رکھیں۔ والسلام

.........آپ کا خط آیا۔ حال دریافت ہوا۔ حق تعالیٰ کی رحمت کا ہر دم امیدوار ہونا چاہئے اور اپنے کام میں سرگرم رہے۔ یہ بسط و قبض ہر روز سب پر رہتا ہے۔ گاہ کیفیت وارد ہوئی اور گاہ فرو ہو گئی۔ مگر جب وارد ہو شکر کرنا چاہئے۔ ''لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ'' اور جب بند ہو جاوے تو دعا کرنا اور تضرع وزاری کرنا چاہئے۔ اس کو گمراہی یا شقاوت نہ جاننا چاہئے بلکہ (اس کو) لطف، حق تعالیٰ کا جاننا ضروری ہے۔ یاس (ناامیدی)، رحمت حق تعالیٰ سے حرام ہے، بلکہ رجا (امید) میں رہے۔ والسلام

.........آپ کا خط آیا۔ حال دریافت ہوا۔ آدمی کو جو کام کرنا ضرور ہے اس کے واسطے انتظار فرصت کا نہیں کرنا چاہئے۔ مثلاً اگر کوئی بیمار ہے اور علاج کرنا ضرور ہے تو یہ نہیں

---

[1] اپنے رب کی جانب سے مغفرت کی طرف سبقت کرو۔ (فریدی)

انتظار کرتا کہ جب سب کاروبار سے فراغ ہووے گا تو شروع معالجہ کروں گا بلکہ معالجہ کو مقدم یا منجملہ تمام امور کے کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ہاں اگر مرض کا غلبہ نہیں اور علاج کی ضرورت نہیں یا علاج کرنا ہی مراد نہیں تو دوسری بات ہے۔ پس جب ذکر کرنا بندہ کو اگرچہ وہ نفل ہی ہے اپنے خیال و عزم میں ضرور ہوا تو انتظار فرصت کا ہرگز درست نہیں؛ کیونکہ انسان ہرگز فارغ نہیں ہوسکتا۔ معاش کے اکتساب میں، عیال کی ترتیب میں، حوائج کی فراہمی میں، ہر روز پریشان ہے۔ تھوڑا یا بہت۔ پس، تادم مرگ فرصت نہ ملے گی۔ اور جب شیطان کو محقق ہوا کہ یہ مرد فرصت کے خیال میں ہے تو ہرگز فرصت نہ لینے دے گا۔ اس خیال امید فرصت کو قوت دے کر راسخ کرے گا اور تسویف[1] ٹال کر ساد[2]طریق خبر ہووے گا۔ یہ فی الواقع دھوکا شیطان کا ہے۔ لہٰذا انسان عاقل کو واجب ہے کہ ذکر و فکر آخرت کو کسی حال، تعویق میں نہ ڈالے البتہ اگر ممکن ہو تو امور دنیاوی کے اندر تسویف کر دیوے اور جس قدر ذکر ہو سکے اگرچہ قلیل ہو اس کو اس ہی تشاویش سے مخلوط کر کے کرتا رہے۔ اگر پریشانی خاطر ہے تو فقط لسانی (ذکر) ہی سہی کہ اگر لطیفہ قلب معطل رہا اور غافل ہوا تو زبان تو معطل و غافل نہیں (رہی)

''مالا یدرک کله ولا یترک کله''

ذکر ایسی شے ہے کہ اگر اس کو کرتا رہے اگرچہ بیہوشی خواطر و پریشانی تعلقات میں محض تحریک لسانی ہو، نافع اور موجب نورانیت قلب کا ہوتا ہے، ہرچند ذکر قلبی ہی ہے اور ذکر کامل وہی ہے کہ تمام لطائف کو شاغل بنا دیوے مگر یہ نہ ہو تو فقط لسان کو بھی کیوں بیکار کر دیوے۔ یہ محض لسانی غفلت کا ذکر بھی کشاں کشاں قلب تک پہنچا دیتا ہے۔ عضو لسان اگر جنت میں جائے گا تو کیا دیگر جملہ اعضاء مخل نار ہو سکتے ہیں؟

ذکر وہ شے ہے کہ اگر کسی جزو انسانی سے متصل ہووے گا تمام جسد کو اپنی طرف کھینچ لیوے گا۔ زنہار کہ آپ التزام شغل کے واسطے فرصت کا انتظار کریں اگرچہ پانچ چار منٹ

---

[1] تاخیر اور ٹال مٹول [2] خیر کے راستہ کو روکنے والا (فریدی)

ہی ہو مگر شغل کو شروع کریں اور ''**خیر العمل ما دیم علیه**'' کو پیش نظر کر کے اس ہی پانچ منٹ پر التزام کریں۔ اگرچہ محض لسانی (اور) بھاگتے دوڑتے (ہی) ہو۔ پس اس تحریر کو مبالغہ نہ تصور فرماویں۔ اور اپنا کام ان ہی کاموں میں بالالتزام شروع فرماویں۔ والسلام

مولوی فتح محمد صاحب کے نام

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون، آنکہ۔ آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا۔ چار خاندان قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ ہیں اور خانوادہ اس کو کہتے ہیں جو ان میں سے شاخیں نکلیں ہیں۔ سو شاخیں بہت ہیں۔ چودہ خانوادے جس نے لکھے ہیں اس وقت میں چودہ تھے، اس کے بعد بہت زیادہ ہوگئے ہیں۔ غرض خانوادہ بہت ہیں۔ چودہ کسی خاص وقت میں تھے۔ اب چودہ کہنا درست نہیں۔ پرانا لفظ ہے۔ والسلام

.........خط آیا حال دریافت ہوا۔ تم شغل کو برابر کرتے رہو......... کسی امر کا کچھ خیال اور غم نہ کرو، جس قدر ہو سکے اس میں مشغول رہو۔ آدمی کا کام کرنا ہے اور مابعد کا حال دریافت کرنا ضروری نہیں۔ بالفعل جو کچھ ہے اس کو کرو اور یہ کسی کے اختیار (میں) نہیں کہ حد معین کر دیوے کہ اتنے ایام میں فلاں امر ہو جاوے گا۔ ذکر جہاں تک ہو سکے کرنا کام ہے۔ دنیا کے تمام تعلقات خلاف شغل (ذکر) کے ہیں مگر ناچاری ہے ریاضات ترک (قلت) طعام و کلام ترکِ (قلت) صحبت انام اور ترک (کثرت) خواب و اشغال (دنیوی مشاغل) کا نام ہے جس سے نفس پر ہر ہر امر شاق ہووے۔ فقط ذکر کرنا کوئی ریاضت نہیں۔ تسبیح رکھنا درست ہے اور قرآن باقی اگر یاد ہو جائے تو بہتر ہے اور جس قدر یاد ہو گیا ہے اس کا محفوظ رکھنا بہت ضرور ہے۔ مبادا بھول جاؤ کہ اس کا بہت سخت گناہ حدیث میں آیا ہے۔ (وضو زیادہ دیر نہ ٹھہرنے کی صورت میں) اول وضو کر کے فرض ادا کر لیا کرو پھر دوسرا وضو کر کے نوافل پڑھ لیے۔ اور وظائف بلا وضو بھی درست ہیں۔ والسلام

.........برادرم منشی فتح محمد صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ دعا گو ہوں اور آپ سے بھی طالب دعا کا ہوں حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو بخشے۔ آمین۔ آپ خط میں حافظ مسعود احمد کو سلام لکھا کریں۔ حافظ محمود مرحوم دو سال ہوئے کہ اس عالم سے رحلت فرما کر مجھ

ناکارہ کو پریشان و حیران کر گئے ہیں۔ جب آپ اس کو سلام لکھتے ہیں مجھ کو بے قراری ہو جاتی ہے۔ آئندہ ان کا نام مت لکھنا۔ والسلام

..................آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا.......... شغل کا کام کامل جب ہوتا ہے کہ جملہ امور کو چھوڑ کر رات دن اس میں ہی مشغول ہو جاوے۔ جیسا بزرگوں نے سب کو ترک کر کے خلوت کی۔ اور جو مشغول دنیا کے امور میں ہیں کبھی صبح شام شغل بھی کر لیا ان کو بہت دیر میں مشق ہوتی ہے۔ پس آپ سے جس قدر ہو سکے اس کو کرتے رہیں..........

معاش کا معاملہ بہت تنگ ہے، بعد ترک کے پریشانی زیادہ ہوتی ہے۔ لہٰذا اول دوسری جگہ مقرر کر کے ترک کرنا مناسب ہے ورنہ زیادہ موجب پریشانی کا ہو جاوے گا۔ والسلام

حاجی ظہور احمد صاحب انبیٹھویؒ کے نام

برادرم حاجی ظہور احمد صاحب سلمہ السلام علیکم۔

آپ کا خط آیا جس سے بوئے دین و دیانت آتی ہے۔ الحمد للہ کہ افسوس دین کا اس صاحب نصیب کو نصیب ہوتا ہے کہ نصیب (حصہ) رحمت کاملہ کا کامل رکھتا ہے۔ برادرا! یہ تمام شریعت کا علم اور طریقت کا طریقہ نور یقین کی تحصیل کے واسطے ہے اور انجام و منتہی سب کا یہ ہی تو ہے کہ جس کا مسلمان سرسری طور سے علم رکھتے ہیں وہ یقین، حق یقین (اور) مثل مشاہدہ کے ہو جاوے۔ یہ انتہیٰ سب طرق کی ہے...... صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنا خان و مان اور آبرو و جان کیوں دی تھی، کیا دیکھا تھا؟ یہ ہی فیض صحبت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یقین حاصل ہو گیا تھا کہ دنیا کا فانی ہونا اور آخرت کا باقی ہونا، اپنا لاشے اور حق کا کارساز ہونا یقین ہو گیا تھا۔ پس اس پر مدار سب کام کا تھا۔

حضرت سیدی عبد القادر جیلانیؒ اور خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتیؒ اور سید الطائفہ (حضرت) بہاء الدین بخاریؒ کیوں بڑے ہو گئے؟ اسی یقین کے سبب بڑے ہوئے تھے۔ سو عزیزا! یہ دولت اگرچہ ہرگز ہرگز سہل نہیں، تمام جان و مال دے کر اس سے ایک ذرہ ملے اور عمر نوح علیہ السلام خرچ کر کے اگر ذرہ ملے تو مفت اور بہت سہل اور جلد ہے......... الحق کہ کشف و کرامت ایک جَو برابر بھی نہیں اس نور یقین کے سامنے...... جس قدر یقین ہے اسی قدر قوت ایمان و تقرب ہے۔ الحاصل اگرچہ یہ قوت تاثیر اور وجد اور کشف اور تصرف دنیا میں بہت ہے مگر یہ نور یقین مثل کیمیا کے نادر الوجود ہے۔ اگرچہ عالم خالی نہیں ...... نہ یہ نسبت حقہ معدوم و مفقود ہے اور نہ تحصیل اس کی محال ہے۔ اگرچہ اہل اس نسبت کے ہر روز (ہمیشہ) کم رہے ہیں اور اب اقل قلیل ہیں مگر عالم خالی بھی نہیں ہے۔ طرق اربعہ کی اس ہی نسبت پر انتہیٰ ہے اور اس کے واسطے گھر بار ترک کر کے حیران و پریشان ہوئے

ہیں......... اس نسبت کا نام، نسبت احسان ہے کہ بعثت جناب فخر رسل صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کے ہی واسطے تھی اور صحابہؓ جملہ اس نسبت کے حامل تھے۔ علی حسب مراتبہم۔ پھر اولیاء امت نے اس کو دوسرے طریقے سے پیدا کیا کہ ہر ایک نے اشغال اپنے اپنے طریقے کے وضع کیے۔ سو یہ سب مقدمات اس کے ہیں اور بس۔ اس کا کوئی طریق معین نہیں۔ ہر شخص کا طرز جداگانہ ہے۔ مگر اس زمانہ میں ترک تعلق کو شرط کامل ٹھہرایا ہے

نخست موعظۂ پیر میکدہ ایں است ☆ کہ از معاشر ناجنس احتراز کنید[1]

اور پھر کوئی (کسی) بتلانے والے کی ضرورت شدید ہے کہ بدون ہادی کس طرح اندھیری راہ کو طے کرے؟ بس (اگر) زیادہ لکھوں (تو یہ) اپنے حوصلے سے زائد اور فہم سے خارج ہے اور خود یہ درماندہ تمنا اس کی رکھتا ہے۔ ہر چند کہ حاصل کچھ نہیں مگر

أُحِبُّ الصّٰلِحِيْنَ وَلَسْتُ مِنْهُمْ ☆ لَعَلَّ اللّٰهَ يَرْزُقُنِيْ صَلَاحًا[2]

از بندہ رشید احمد عفی عنہ عنایت فرمایم حاجی ظہور احمد صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند......... آج آپ کا دوسرا خط آیا۔ اے برادر! گریہ وزاری والتجا بہ حضرت الہ العالمین عین سعادت ہے اور خائف ہونا اپنی تقصیر پر بڑی نعمت ہے۔ اس سے زیادہ نہ کوئی وظیفہ ہے اور نہ کوئی حال وارد ہے۔ مگر سنو کہ آیت "يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ" کفار کی شان میں ہے کہ بلا توبہ مر گئے۔ ورنہ "اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ"[3] حدیث صحیح ہے اور معذور کی معذرت اور عاصی کی توبہ کے قبول کا وعدہ ہے۔ درصورت کہ آپ تائب خائف ہیں تو توبہ کو کس طرح کوئی رد کہہ سکتا ہے۔ حق تعالیٰ خود توبہ کے قبول کا وعدہ فرماتا ہے۔ اور آیت ہے "يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ" ظالم وہ ہے جو بالفعل مبتلائے ظلم

---

[1] پیر میکدہ (پیر طریقت) کی پہلی نصیحت یہ ہے کہ ناجنس کی صحبت سے بچو۔

[2] میں صالحین سے محبت رکھتا ہوں اگرچہ خود صالحین میں سے نہیں ہوں۔ کیا عجب ہے اللہ تعالیٰ مجھ کو بھی صلاحیت عطا فرمادے۔

[3] گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی مانند ہے جس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ (فریدی)

ہو۔ مشرک وہ ہے کہ بالفعل شرک کا ملوث ہو۔ جو تائب ہو اور مشرک وظالم نہیں کہ شرک وظلم دفع ہو گیا۔ اب اس کو مشرک و ظالم کہنا درست نہیں۔ پس جو لوگ کہ قیامت کو ظالم ہووینگے وہ وہ جماعت ہے کہ بدون توبہ کے شرک میں ملوث فوت ہوئے۔ تو فرماتے ہیں کہ مشرکین کو اس دن عذر نفع نہ دیویگا۔ یہ معنی نہیں کہ اگر مشرک آج دنیا میں توبہ کرے اس کی توبہ نافع نہ ہوویگی۔

برادرم منشی حاجی ظہور احمد صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ تعالیٰ وبرکاتہ۔

............ذات پاک فخر عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خواب میں دیکھنا عین ایمان ہے اور جناب علیہ السلام (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) لاریب جو لوگ سنت کے اتباع میں سرگرم ہیں ان کے ساتھ کمال خوش اخلاقی سے معاملہ فرماتے ہیں۔ جو سنت کی طرف متوجہ ہوتا ہے آپ کی عنایات اس کی طرف توجہ فرماتی ہیں۔ اس خواب کی تعبیر کی حاجت ہی نہیں مبارک ہو۔

..................آپ کا خط آیا بندہ کے نزدیک ایصال ثواب میں اگر صدقہ جاریہ ہو تو اعلیٰ درجہ ہے کہ دیر تک اس کا ثواب پہنچتا رہتا ہے اور جو (کچھ) گرسنہ (بھوکے) حاجت مند کو دیا جاوے تو بھی ثواب ہے۔ مگر جب (بھوک وغیرہ کا) اثر ختم ہوا ثواب منقطع ہو گیا۔

الحاج مولانا مولوی محمود حسین صاحب بریلویؒ[1] کے نام

آپ کا خط آیا، حال معلوم ہوا۔ جو کچھ مقدر ہو چکا ہے اس میں کوئی کمی زیادتی نہیں کر سکتا اور وہ ہی بندہ کے حق میں مستحسن ہے۔ ذکر کے وقت سردی اور قشعریرہ (رونگٹے کھڑے ہونا) بھی اس ہی سلطان ذکر کے آثار میں سے ہے اور امر محمود ہے۔ مسحِ گردن مستحب ہے، بعض احادیث سے اس کا نشان ملتا ہے۔ جذامی کے ساتھ اختلاط کرنا درست ہے۔ اور الگ رہنا بایں وجہ کہ مبادا یہ مرض ہو جاوے اور یوں دل میں عقیدہ ہو جاوے کہ یہ مرض متعدی ہے۔ جائز ہے کہ پہلے سے ہی الگ رہے۔ تا فسادِ اعتقاد پیدا نہ ہووے سکوت، اداء سنن سے بعد فرض فجر، عند الحنفیہ منسوخ ہے عموم اس حدیث سے جو در باب منع نوافل بعد الفجر والعصر وارد ہوئی ہے یا خصوصیت پر محمول ہے کہ کسی وجہ غیر معلوم سے آپ نے اس شخص کو اجازت دی مگر وہ شخصیہ (حکم) ہے کلیہ حکم اس سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ کلیہ منع نوافل کا بحال خود رہے گا۔

ادائے سنت فجر در صورت جماعت فرض بشرط کہ ایک رکعت جماعت مل جاوے اور سنت کو پردے میں ادا کرے۔ بحضور جماعت نہ پڑھے، درست ہے ورنہ نہیں۔ اور یہ امر تاکید سنت فجر کے باعث ہے اور سنن میں یہ امر نہیں ہوتا اور مدرک ایک رکعت کا مدرک

---

[1] مولانا محمود حسین صاحب بریلویؒ، آپ حضرت محدث گنگوہیؒ کے تلامذہ میں سے تھے۔ تذکرۃ الرشید جلد اول میں فہرست تلامذہ کے اندر آپ کا نام بھی ملتا ہے۔ اس سلسلے کے آگے درج ہونے والے تیسرے مکتوب ہی سے معلوم ہوا کہ حافظ قرآن بھی تھے۔ احقر نے قیام بریلی کے زمانہ میں دفتر الفرقان بریلی کے قریب کی مسجد میں آپ کو کئی مرتبہ دیکھا ہے۔ اس وقت احقر کو آپ کی اس عالی نسبت کا علم نہیں تھا۔ کبھی نماز پڑھاتے تو قرأت سادہ اور بڑی دلکش ہوتی۔ طویل مدت تک اٹاوہ کے اسلامیہ کالج میں عربی، فارسی کے استاذ غالباً ہیڈ مولوی رہے۔ وہاں سے ریٹائر ہونے کے بعد اپنے مکان محلہ بھوڑ بریلی میں قیام فرمایا۔ معلوم ہوا ہے کہ آپ پر ایک مستقل مقالہ معارف اعظم گڑھ میں شائع ہو چکا ہے۔ افسوس ہے کہ احقر کو وہ شمارہ دستیاب نہ ہو سکا۔ (فریدی)

جماعت وصلوٰۃ کا ہوتا ہے، ادراک کم از رکعت کا ادراکِ فضیلت ہے۔ نہ (کہ) ادراکِ جماعت نصف کو حکم کل ہے۔ لہٰذا ایسی صورت میں ادا کا مضائقہ نہیں اور بحضور جماعت (سنت فجر کو) ہرگز نہیں پڑھنا چاہئے کہ مخالفت جماعت مسلمین اور افتراق حرام ہے۔ فقط والسلام۔

............آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ بندہ کے نزدیک کتب دینیہ کا پورا کرنا عمدہ ہے، اور ادب کی چنداں ضرورت نہیں۔ ایک دو کتاب بھی کافی ہے اور کتب دینیہ کے درس (پڑھنے) کو شغل باطن پر ترجیح دیتا ہوں۔ سو اگر اتمام، کتب دینیہ کا مراد آباد ہی ہو جاوے تو عمدہ ہے۔ کہیں جانا کیا ضرورت ہے، ورنہ چندے قیام مراد آباد رکھو پھر جیسا ہو ویگا کرنا۔ اور معقول کا خیال ہرگز مت کرنا، بس ''مختصر المعانی'' کا ختم کر لینا مناسب ہے۔ یہ بھی ایک فن عمدہ ہے، اور کار آمد دینیات ہے۔ بعد ازاں اگرچہ قلیل ہی ہووے بقایا تفسیر، حدیث و فقہ واصول ہو جاوے اصول میں ''توضیح تلویح'' کافی ہے۔ ہر چند اصول آتا نہیں۔ مگر تاہم کار آمد علم ہے اور قدر مایحتاج تو ''نور الانوار'' ہی میں حاصل ہو جاتا ہے۔ الحاصل اتمام علوم دینی کا ضرور مقدم جانو۔ اگر مراد آباد ہو جاوے تو بہتر (ہے) ورنہ دوسری جگہ تکمیل (کرنی) چاہئے۔ فقط والسلام

............آپ کا خط آیا، شغل کے ناتمام رہنے کا افسوس لکھا ہے، برادرم حصول دولت آخرت کا رنج و افسوس بھی نعمت ہے جو شوق پر دلالت کرتا ہے۔ شوقِ ذکر و شغل الی اللہ تعالیٰ کسی سعید کو نصیب ہوتا ہے اور فی الواقع دردِ آخرت کی برابر کوئی دوا و لذت نہیں۔

بہر حال جو کچھ ہو سکتا ہے کرتے رہو اور جب گاہِ ناغہ ہو گیا تو دوسرے وقت قضا کر لیا۔ التزام تھوڑے شغل کا بھی عمدہ ہے۔

رمضان شریف میں ''قرآن شریف'' کا پڑھنا مناسب ہے کہ سال بھر یہ کام آتا ہے مگر شغل کا بہت التزام رکھنا الغرض عدد اسم ذات اگر چار ہزار نہ ہو سکیں (تو) چند روز کو دو ہزار ہی رہنے دو۔ جاڑے کے موسم میں راتیں طویل ہوویں گی اس وقت زیادہ کر دینا۔

خواب تمہارا مقبولیت کا نشان ہے نسبتِ اہل حق سے تم کو حصہ کامل ملے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ فرحت کی بات ہے مبارک ہووے۔ فقط ——————

آپ کا خط آیا، مسرور کیا۔ بندہ بخیریت ہے۔ قرآن شریف کا سنانا بہت اچھا ہوا، جب خیال اس بات کا آیا کہ مقتدیوں کو میرے پڑھنے سے خوشی ہوئی تو فوراً خیال کرلیا کہ اس میں میرا کیا کمال ہے۔ سب حق تعالیٰ کا احسان ہے میرا کچھ دخل نہیں اور اپنے عُجب پر اس مضمون سے تواضع کرلی کہ میں تو وہی مشتِ خاک ناپاک منی کا زادہ ہوں یہ سب خوبی و حمد خداوند تعالیٰ کی ہے۔ ضبط پاس انفاس اور (ضبط) حرکات لطائف جہاں تک ہوسکے کرتے رہو۔ اور جب غفلت آوے اور غفلت لازم انسان کو ہے تو پھر متنبہ ہو کر گریا وزاری اور دعا کرو کہ الٰہی تیرا بندہ ہوں تو مجھ کو اپنے ذکر سے غافل مت کر اور اس غفلت پر استغفار و ندامت کو لازم کرو اگر رونا نہ آسکے تو رونا لاؤ۔ شغل اسم ذات معمولی طرح پر جس قدر ہوسکے پھر بعد رمضان زیادہ کردینا۔ مگر آدمی کی زبان سے جو کلمہ ذکر نکل جاوے اگرچہ ایک بار ہی ہو بہت غنیمت ہے۔ دنیا و مافیہا سے (ذکر کا) ایک لفظ بہتر ہے سو کاروبار کرتے کرتے بھی اللہ اللہ کرتے رہو۔ کچھ شمار کی حاجت نہیں چلتے پھرتے بھی اسی میں ہو غرض ذکر کرنا ہے سانس سے حرکت سے زبان سے کثرت ذکر ہووے۔ بعد رمضان ''مشکوٰۃ'' تمام کرکے حدیث ہی پڑھنا اور دینیات کا ہی خیال رہے۔ فقہ، تفسیر، مختصر المعانی کا بھی مضائقہ نہیں۔ مذاہب سب حق ہیں۔ مذہب شافعی پر عند الضرورت عمل کرنا کچھ اندیشہ نہیں مگر نفسانیت اور لذت نفسانی سے نہ ہو۔ عذر یا حجت شرعیہ سے ہووے تو کچھ ہرج نہیں سب مذاہب کو حق جانے کسی پر طعن نہ کرے۔ سب کو اپنا امام جانے۔ فقط ——————

..........آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا یہ نہیں کہہ سکتا کہ مشکوٰۃ شریف کا پڑھنا چھوڑ دو کیونکہ یہ اساسِ دین ہے۔ مگر یہ ضرور ہے کہ سبق تھوڑا پڑھو اور شغل جس قدر ہوسکے کرتے رہو۔ اگر اسم ذات بمقدار معین نہیں ہوسکتا تو کم سہی۔ اور اب جاڑہ کا موسم آتا ہے رات

طویل ہو جاویگی اس وقت پچھلے وقت اُٹھنا اگر وہ بھی نہ ہو سکے تو خیر شغل باطن پر ہی قناعت رکھو اور جس قدر ہو سکے کرتے رہو۔ زیادہ مشقت بعد فراغ کتب حدیث کے کر لینا کچھ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔ سب امور بتدریج ہوتے ہیں جلدی سے کام نہیں نکلتا مداومت چاہئے اگرچہ اقلّ قلیل کام ہو ملازمت و مداومت کو بہت بڑا اثر ہے۔

مولوی صاحب (حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ) مرحوم کی زیارت رویا صالحہ (اور) موجب قبولیت عمل اور آثارِ صلاح ورشد میں سے ہے اور ان کی توجہ کی علامت ہے۔ شکر کی بات ہے۔ رقت اس کا اثر ہے مولانا مرحوم (اپنی) حیات میں جہادِ لسانی میں سرگرم تھے۔ اس کا ظہور ہے اور تم کو اس حلیہ میں نظر آنا بھی یہ ہی مقصد ہے کہ راہِ حق تعالیٰ میں دلیرانہ کام کرو اور سعی کرو۔

اگر (تمہارے) بھائی صاحب کچھ تم کو دیا کریں تو استعمال کر لیا کرو۔ فتویٰ سے جو امر جائز ہو سکے مضائقہ نہیں آج کل تقویٰ معاملات اور طعام میں ہو نہیں سکتا۔ ظاہر کا حلال دیکھ لیا اور بس۔

روزگار کو ترک مت کرو اپنا کام شغل کا بھی کرتے رہو جس قدر ہو سکے اور کچھ کچھ حدیث بھی پڑھتے رہو۔

میرا قصد یکم ذیقعدہ کو ہو گیا کہ سفر عرب کروں بعد چار ماہ واپس ہونا ہو ویگا اگر زندہ رہا ورنہ جو مقدر ہے۔ بضرورت جواب لکھتا ہوں، فرصت نہیں سب کی طرف سے نام بنام سلام پہنچے۔ میرا اسلام کہہ دینا جو کوئی پوچھے۔

ذیل کا خط ایک منتسب کے نام ہے جس کا نام مرتب مکاتیب رشیدیہ نے مصلحتاً ظاہر نہیں کیا ہے

از بندہ رشید احمد عفی عنہ

بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند بندہ کے اوپر فرض ہے کہ جو صاحب مجھ سے علاقہ رکھتے ہیں ان کو میں بھلائی برائی سے مطلع کردوں۔ ہر چند نہ میں قابل پیری کے ہوں اور نہ بہ سبب اپنی قابلیت کے اپنے آپ کو کسی کا مقتداء اور دوسروں کو اپنے تابع جانتا ہوں۔ اگرچہ دوسروں کے دل میں اس امر کا خیال واقعی یا بناوٹ سے ہو۔ مگر ہر حال (میں) مسلمان کا حق مسلمان کے ذمہ ہے۔ اور برے کام سے روک دینا سب پر واجب ہے۔ لہٰذا مجھ کو اس تحریر کی ضرورت ہوئی..........

پس سنو کہ! آدمی آخرت کے واسطے پیدا ہوا ہے نہ دنیا کے واسطے۔ آدمی کو دنیا میں حق تعالیٰ نے امتحان کے واسطے بھیجا ہے۔ جس نے دنیا میں آکر اچھے کام کیے خدا تعالیٰ کے فرمانے کے موافق عمل کیا تو وہ امتحان میں پورا ہوا، دنیا میں بھی نیک نام اور بعد مرنے کے بھی اجرت اور انعام پاکر شادکام ہوگا۔ اور ہمیشہ ابدالآباد راحت سے رہے گا۔ اور جس نے غفلت میں عمر گزاری اور خلاف امر حق تعالیٰ کے کیا خصوصاً تعدی اور ظلم عباد اللہ پر تو وہ دنیا میں بھی بدنام اور بعد مرنے کے بھی امتحان میں ناکام اور مبتلائے بدانجام ہوگا (مبتلائے انجامِ بد) ہوگا۔ سو کسی عاقل کا کام نہیں کہ پچاس ساٹھ سال دنیا کے جو آخرت کی نسبت ایک لمحہ کے بقدر بھی نہیں نفس وشیطان کی ترغیب سے راحت وعشرت میں گزار کر اس کے عوض کروڑوں سال آگ کا عذاب گوارا کرے۔

اس کی ایسی مثال سمجھو کہ کوئی شخص اپنے گھر سے ایک جوہر بے بہا کہ جس کی قیمت کے سامنے مہا سنکھ اشرفی نہ ہوسکیں لیکر تجارت کے واسطے نکلا کہ اس کو مضاعف کر لیوے مگر

جب وہ بازار میں گیا تو بدمعاشوں اور دغابازوں کے فریب میں آکر غافل ہوکر اس جوہر کو برباد کیا۔ آگے تو کیا تجارت کرتا۔ اور دو چار گھڑی بدمعاشوں کے ساتھ رل مل کر نفس کو مزہ ہوا اور عیش سے گزری اور بعد دو چار گھڑی کے ان بدمعاشوں سے جدا ہوگیا اور تہی دست گھر لوٹ کر آیا تو گھر والوں نے اس جوہر بے بہا کا مطالبہ کیا اور نفع مانگا۔ مگر چونکہ وہ خود جوہر کو برباد کرچکا تھا، نفع تو کیا حاصل ہوتا سوائے اس کے کہ گھر والے اس کو مار مار کو ذلیل کردیں اور ہر قسم کا عذاب اس پر ڈالیں اور یہ کوئی اس کی تدبیر سوائے پریشانی اور ندامت کے نہ کرسکے اور کیا حاصل ہوگا۔ پس ایسا ہی حال بندہ کا ہے کہ وہ آخرت سے جو پہلا گھر اور پچھلا مقام ہے اور وہیں لوٹ کر جاکر ہمیشہ کو رہنا ہے کہ ایک جوہر ایمان اور نعمت بندگی لے کر دنیا میں آیا ہے اگر اس نے یہاں آکر موافق مرضی مولیٰ کے کام کیا، یہ جوہر بے بہا بڑھتا چلا جاتا ہے اور آخرت میں بادشاہ بنادیتا ہے اور اگر خلاف امر کیا تو اس جوہر کو برباد کیا اور باغی، مخالف، نافرمان اور غافل ہوکر عذاب آخرت میں مبتلا ہوگیا۔

پس اے عزیز! ایسا غافل ہونا اور ایسا کام کرنا کہ موجب خسران ابد ہو ادنیٰ عقل والا بھی نہیں کرسکتا، بلکہ اس بات کو تو موٹی عقل والا احمق بھی گوارا نہیں کرتا۔ ع

چرا کارِ کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

تو اب سنو! کہ بزعم حکومت فانیہ رعایا پر ستم کرنا اور رشوت لینا کس قدر اپنے اوپر ظلم کرنا ہے کہ پیسہ دو پیسہ ناحق لے کر اپنی بضاعت بے بہا کو ضائع کرے۔ بعض روایت میں آیا ہے کہ اگر کسی نے کسی کا چھ رتی حق بھی مار لیا خواہ غصب سے خواہ رشوت سے خواہ خیانت سے خواہ فریب سے اس کے عوض سات سو نمازیں دلائی جائیں گی اور ایک نماز ''ہفت اقلیم'' کی سلطنت اور دولت سے زیادہ ہے۔ علیٰ ہٰذا القیاس۔ تو ان مظلوموں کے گناہ اس ظالم پر ڈال دیے جاویں گے تو کتنے خسارے کی بات ہے کہ ایسی گرانمایہ عبادت ایک ذرہ نجاست حاصل کرکے زائل کردے۔

بعد اس تحریر دیکھنے کے یقین کرتا ہوں کہ ہر شخص خصوصاً تم جیسا فہمیدہ آدمی ایسی بے جا حرکت سے متنبہ ہو کر متنفر ہو جاوے اور تمام اہل حقوق سے اپنے قصور و حقوق معاف کرانے کی فکر میں ہوگا اور آئندہ کو ایسی حرکت کے قریب بھی نہ جاوے گا مگر ہاں! اگر کوئی حساب آخرت کا منکر ہو اور وعدہ وعید قرآن و حدیث کو جھوٹ جانتا ہو تو وہ جو چاہے کرے۔ مگر اس وقت تک بندہ تم سے ایسی امید نہیں رکھتا۔ اور جو کچھ مجھ پر واجب تھا وہ تم کو سنا کر حق تعالیٰ کے یہاں سے اپنی برأت حاصل کر چکا۔ اب آپ کی بابت مجھ سے باز پرس نہ ہوگی۔

ع ہر کہ دانا بیکارِ خود ہشیار

میں لکھنے پڑھنے سے معذور ہو گیا ہوں اگر کوئی لکھنے والا مل جاتا ہے تو اس کو بتلا دیتا ہوں وہ لکھ دیتا ہے اس سبب سے یہ مضمون کم لکھا گیا۔ اگر خود لکھتا ہوتا تو بہت لکھتا۔ فقط والسلام۔

حافظ وحید الدین رامپوری کے نام [1]

برادرم! حافظ وحید الدین سلمہ، السلام علیکم، بخیر ہوں آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ بندہ بھی ماہ ذی الحجہ سے ایک مدت تک بیمار رہا اور ہر روز خیال آپ کا رہا کہ کیا وجہ ہوئی کہ یک لخت خط بند ہو گئے۔ خیال گزرا کہ شاید مثل سابق لہر آگئی تھی۔ وہ اب بند ہو گئی ہو گی یا بوجہ اس کے کہ کوئی جواب باصواب نہ پایا۔ تحریر ترک کر دی یا کوئی اور وجہ ہوئی ہو اور خود سخت کم فرصت ہو گیا کسی کو خط لکھنا دشوار یا سخت ضرورت ہو یا تقاضا ہو ورنہ کچھ نہیں۔

مع ہذا اپنی کم لیاقتی سے دل سرد ہو گیا کہ ساری عمر حرماں میں گزاری اب پیری میں محنت بھی نہیں ہو سکتی۔ پہلے حالات بھی فرو ہو گئے اب سنو کہ قصہ بہت طویل ہے اور تحریر اس کی کفیل نہیں ہو سکتی۔ نہ معلوم کیا لکھوں، کیا سمجھو۔ مگر یہ ضرور ہے کہ مقصود تمام سلوک سے یہی ہے کہ معاصی سے نفرت ہو جاوے اور اطاعت کی رغبت ہو جاوے اور حالات، تڑپ، بے قراری مقصود نہیں، بندہ بندگی کو بنا ہے نہ بے قراری کو۔ خواہ مخواہ کو جب یہ امر حاصل ہوا تو اصل مطلب حاصل آیا وہ سب مقدمہ تھا نہ مقصد راہ..........

حضرت حاجی صاحب کا نامہ اپنے پاس رکھو کہیں ضائع نہ ہو جائے جو آؤں گا تو دیکھوں گا۔

نماز سب کے پیچھے ہو جاتی ہے ہاں امام متقی ہو تو بہتر ہے۔ قرآن مترجم کو بے وضو ہاتھ لگانا منع ہے۔ تیمم غسل اور وضو کا اگر کرنا ہو تو ایک تیمم میں دونوں کی نیت کرے تو درست

---

[1] مولانا حافظ وحید الدین رامپوری حکیم ضیاء الدینؒ کے قریبی عزیز اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت تھے۔ حضرت محدث گنگوہیؒ سے بھی استفادہ باطنی کیا تھا۔ آپ نے حضرت حاجی صاحبؒ کے مکاتیب جمع کئے تھے جو "مرقومات امدادیہ" کے نام سے "امداد المشتاق" کا جز بنا دیئے گئے ہیں (ماخوذ از تبرکات مرتبہ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی سلمہ) فریدی۔ مرقومات امدادیہ کو "امداد المشتاق" سے الگ کر کے پروفیسر نثار احمد فاروقی امروہی مرحوم نے دونوں کتابوں پر محققانہ مقدمہ لکھ کر ندوۃ المصنفین اردو بازار جامع مسجد دہلی سے شائع کرادی ہے۔ (محب الحق)

ہے اور جو جدا جدا کرے تو بھی درست ہے، جس کو چاہے پہلے کرے جس کو چاہے پیچھے۔

تحیۃ الوضو سنت ہے جو نماز بیماری میں بیٹھ کر پڑھی، درست ہوئی۔ اعادہ کی حاجت نہیں۔ ہاں اگر نشستہ (بیٹھ کر) پڑھنے کے قابل نہ ہوا تھا اور فقط کاہلی سے نشستہ ادا کر دی تو جب وہ نماز نہ ہوئی تھی، اب قضا فرض ہے۔

جب سنت نفل نماز کی نیت کر کے توڑ دی خواہ تکبیر (بوقت جماعت) کی وجہ سے خواہ اور امر کی وجہ سے۔ اس کا اعادہ واجب ہے۔ رکعت تہجد تیرہ، گیارہ، نو وسات جو وارد ہیں مع وتر کے ہیں۔ اگر ہو سکے تو قصد وطن کرنا شاید ملاقات ہو جاوے ورنہ بھائی موت لگی ہوئی ہے۔

برابر جوان، جوان آدمی مرتے جاتے ہیں اپنی کیا توقع کہ پچاس سے بہت زیادہ بڑھا۔ قریب ساٹھ کے پہنچا، روز بروز ضعف اعضاء تزاید پر ہے اور قوت فکریہ، علمیہ، عملیہ کمی پر۔ افسوس ہے، افسوس ہے۔ آج جمعہ کا روز ہے سارا دن خطوط کے جواب میں گزرے گا اور ہفتہ بھر طالب علموں سے فرصت نہیں۔

جانتا ہوں شاید کہ علم دین کا مذاکرہ ہی موجب نجات ہو جاوے ورنہ سخت اندیشہ ہے اور تو کچھ نہ ہوا۔ فقط

یہ بندہ پنجم جمادی الاول سے گنگوہ چھوڑے ہوئے ہے، دیو بند رہا اور سہارنپور اب چند روز سے رامپور آیا ہوا ہے، تمہارا خط گنگوہ پہنچا اور گنگوہ سے رامپور آیا۔ رامپور سے جواب لکھتا ہوں.........وہ کیفیت کہ اپنے آپ کو روبرو مالک و معبود کے جاننے اور شرم وحیاء طاری ہو جاوے اسی کا نام تصور اور یادداشت ہے۔ اسی کو لسان شرع میں ''احسان'' کہتے ہیں اور یہ ہی نسبت معتبرہ ہے کہ مسلسل چلی آتی ہے۔

جب اس کا ملکہ خوب ہو جاوے تو یہ ہی امر ہے کہ قابل اجازت تلقین کا بناتا ہے۔ اور اس کا ہی نام ذکر قلبی ہے اور اس سے پہلے سب مقدمات اس کے ہیں۔

مبارک ہو پھر مبارک ہو۔ حق تعالیٰ اس میں ترقی فرماوے اور تمکن عطا فرماوے۔

بہت شکر کی جگہ ہے، بہت بہت شکر کرنا واجب ہے۔ خطرات بھی رفع ہو جاویں گے اور اگر خطرات رفع نہ ہوں اور یہ نسبت قائم ہوگئی تو پھر خطرات کا کچھ اندیشہ بھی نہیں......

فقط والسلام ــ

بعد دیر دراز آپ کا رقیمہ آیا۔ آپ نے اپنی ندامت عدم تحریر، تحریر کی ہے۔ عزیزا کوئی بات ندامت کی نہیں الحق کہ نہ میں اس کام کا اپنے آپ کو جانتا ہوں اور نہ دوستوں کی تحریرات کا طالب ہوتا ہوں کیونکہ اپنا حال خوب معلوم ہے، اپنا سارا جھگڑا حسن ظن دوستاں پر مبنی ہے، سو آپ کو ندامت بے فائدہ ہے مع ہٰذا آپ کو اپنے سے بمراتب اچھا جانتا ہوں۔ اولاً حق تعالیٰ نے تم کو وہ طبع عطا کی کہ جس پر مجھ کو غبطہ (رشک) ہے۔ دوسرے تم تلاش معاش اور کسب کے ابتلاء میں کچھ نہ کچھ کرتے رہو یہ کاہل باوجود فراغ کے کچھ نہیں کر سکتا۔

اپنی ندامت کو حق تعالیٰ جانتا ہے اور اسی سے ہی استغاثہ ہے ذکر، اشغال و سیر اور ولادت فخر عالم علیہ السلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عین سعادت اور ذکر خیر اور موجب برکات کا ہے اور جہاں ذکر آپ کا ہووے گا نزول ملائکہ اور رحمت کا ہووے گا۔ اس میں کسی کو کلام نہیں مگر جب اس کے ساتھ کوئی خرابی لاحق ہو جاویگی اور کسی طرح کا کوئی امر خلاف شرع مل جاوے گا تو اس وقت میں بسبب اس امر غیر مشروع کے خرابی ہو جاویگی۔

دیکھو! نفل نماز عمدہ عبادت ہے مگر جب اس کے ساتھ کوئی امر بے جا (شامل) ہو جاتا ہے تو وہ ہی مکروہ ہو جاتی ہے۔ پس مجلس مولود میں جو اس زمانہ میں شائع ہے، بہت سے امور خلاف شریعت کے پائے جاتے ہیں کہ جس پر شرع کو اعتراض ہے۔ حاضر ہونا غیر متشرع لوگوں کا اور اہتمام اس کا زیادہ جمعہ اور جماعت سے اور ضرور جاننا اس کا کہ اس کے تارک کو ملامت کریں اور سوائے اس کے چند امور ہیں کہ شرع کو ان پر اعتراض ہے۔ لہٰذا ایسی محفل غیر جائز ہوگی ورنہ اصل میں تو موجب اجر و برکت ہی تھی۔ پس شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ایسی ہی مجلس کا ذکر لکھا ہے کہ ممنوع نہ تھی کیونکہ اس زمانہ میں ہرگز یہ

بدعات نہ ہوئے تھے اور اب جو تشدد ہے تو اس زمانہ کی مجالس پر ہے۔ سو ایسے وقت میں بے شک یہ مجالس بدعت ہیں نہ کہ موجب خیرات اور ایسا ہی حال قیام کا ہے کہ وہ بھی بدعت ہے۔

آپ کا خط آیا معنی میرے فقرے یہ نہیں تھے کہ اب کوئی خط نہ لکھوں گا۔ مر جاؤں گا یا نہ خوش ہوکر ترک تحریر کروں گا۔ یہی معنی تھے۔ کہ بسبب فرصت نہ ہونے کے جمعہ کو خط لکھا جاتا ہے۔ یہ جواب خط آپ کا سب خطوط سے فارغ ہوکر لکھنا شروع کیا ہے کیونکہ اول لوگوں کے خطوط اول آئے تھے وہ ترتیب مرعی تھی۔ دوسرے پچھلا خط طمانیت سے لکھا جاتا ہے (چاہتا تھا کہ) حالت فراغ وفرصت میں آپ کو خط لکھوں۔ سو آپ کو ہر حال افسوس ہی رہتا ہے اس کا کیا علاج۔ اجی صاحب! یہ ہی غنیمت جاننا تھا کہ جواب لکھ دیا اگر نہ لکھتا تو بمکافاۃ آپ کی ترک تحریر کے کیا عجب تھا یا میں بھی برس دو برس میں جواب لکھ دیتا۔

توکل یہ ہے کہ جو کچھ آدمی کے ہاتھ میں ہے اس پر چنداں بھروسہ نہ ہووے جس قدر بھروسہ حق تعالیٰ کی رزاقی پر ہووے اور ترک کسب کو توکل نہیں کہتے۔ کسب کرے اور اعتماد کسب پر بالکل نہ ہووے۔ حق تعالیٰ پر اعتماد رہے۔

تمہید

الحمدللہ مکاتیب رشیدیہ کی تلخیص اور اس کے ایک فارسی مکتوب کا ترجمہ اور حواشی کا کام ختم ہوا۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا دامت برکاتہم نے مدینہ منورہ میں جواہر پارے کی پہلی قسط اور اس کی مختصر تمہید کو سن کر حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ[1] کو اپنے ایک مکتوب گرامی میں جو تحریر فرمایا تھا اس کا مفہوم یہ ہے کہ حضرت مولانا گنگوہیؒ کے مکاتیب اگر تلاش کیے جائیں تو واقعی ان سے ایک اور مجموعہ تیار ہو سکتا ہے۔ حضرت والا کے مکتوب گرامی سے یہ بات بھی معلوم ہوئی تھی کہ معظمی مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی زیدمجدہم کے یہاں بھی حضرت گنگوہیؒ کے کچھ غیر مطبوعہ مکتوبات ہیں۔ اس سلسلہ میں مولانا نعمانی مدظلہ نے کاندھلہ کو لکھا کہ ان خطوط کو شائع کرنے کے لیے بھیج دیا جائے، مگر مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی کے صاحبزادے مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی سلمہ نے یہ طے کیا کہ ان خطوط کو وہ خود شائع کریں۔ چنانچہ انھوں نے ''تبرکات'' کے نام سے اس مختصر مجموعہ مکتوبات کو شائع کر دیا ہے۔ یہ بھی ایک بہترین علمی اضافہ ہوا ہے، اس کا مقدمہ و حواشی بڑی محنت و کاوش سے لکھے گئے ہیں۔ درحقیقت ''تبرکات'' کی اشاعت حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم کی توجہات اور برکات کا نتیجہ ہے۔ حضرت والا دامت برکاتہم نے ایک نوازش احقر پر یہ فرمائی کہ اپنے نواسے عزیزم مولانا محمد شاہد سلمہ کو مدینہ منورہ سے تحریر فرمایا کہ ان کے کتب خانہ میں ''مفاوضات رشیدیہ'' کا جو نسخہ ہے اس کو امروہہ بھیج دیا جائے۔ چنانچہ یہ نسخہ میرے پاس

---

[1] جب جواہر پارے کا سلسلہ چل رہا تھا تو بانی ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ بقید حیات تھے۔ آپ کا وصال ۲۶؍ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۴؍ مئی ۱۹۹۷ء میں ہوا۔ عیش باغ لکھنؤ میں مدفون ہوئے۔ (محب الحق)

آیا ایک سال تک اس کے سننے کی نوبت نہیں آئی۔ جب میں نے سنا تو اس میں بھی علمی و روحانی جواہرات پائے۔ اس مجموعہ کے دو مکتوب چھوڑ کر تمام مکاتیب مولانا حکیم سید اشرف علی سلطانپوری مرحوم کے نام ہیں۔ اس کا دیباچہ مولانا مرحوم کے صاحبزادے حکیم سید نورالحسن منظور سلطانپوری نے لکھا ہے۔ کل مکتوبات کی تعداد (غالباً) پچاس ہے۔ ۱۹۲۸ء میں یہ مجموعہ شائع ہوا تھا۔ میں یہ مجموعہ سہارنپور کو واپس کر چکا ہوں۔ مطبع کا نام یاد نہیں رہا۔ یہ کتاب اگرچہ نایاب نہیں مگر کمیاب[1] ضرور ہے۔ اس کے مندرجات سے سالکین راہ سلوک اور طالبین و ذاکرین کو بہت کچھ نفع پہنچنے کی امید ہے۔ علاوہ ازیں اس میں وہ مسائل اور علمی تحریریں بھی ہیں جو دوسری جگہ ملنا مشکل ہیں۔ حضرت محدث گنگوہیؒ کے سوانح حیات کے بعض گوشے بھی اس مجموعہ سے واضح ہوتے ہیں۔ غالباً ''تذکرۃ الرشید'' کے مؤلف کے سامنے یہ مجموعہ نہیں تھا ورنہ اس میں اس مجموعہ کے حوالے سے بھی بہت سی اہم باتیں آجاتیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے بارے میں حضرت محدث گنگوہیؒ نے اپنے سات مکتوبات میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے اس کو میں نے یکجا کر لیا ہے۔ یہ مواد بھی آخر میں ہدیۂ ناظرین ہوگا۔ اس میں دو خط جو منشی ظفر احمد صاحب کے نام ہیں ان کی تلخیص بھی آخر میں درج ہوگی۔ سب سے پہلے میں مولانا حکیم سید اشرف علی سلطانپوریؒ کے نام آئے ہوئے تقریباً چالیس مکتوبات کا اقتباس اس طرح پیش کر رہا ہوں کہ وہ ایک مسلسل مضمون معلوم ہو جس میں ایک باکمال مرشد طریقت انتہائی شفقت اور دل سوزی کے ساتھ اپنے سعادت مند مرید کو راہِ سلوک میں رہنمائی کرتا ہوا نظر آتا ہے اور جس سے دیگر طالبین راہ سلوک بھی بھرپور فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ ''مفاوضات رشیدیہ'' سے فارغ ہو کر حضرت محدث گنگوہیؒ کے دوسرے مطبوعہ وغیر مطبوعہ مکتوبات بھی الفرقان میں ان شاء اللہ اسی طرح شائع ہوں گے۔

مجھے حضرت مولانا گنگوہیؒ کے چند غیر مطبوعہ خطوط حکیم محمد عمر صاحب مرادآبادی سے

[1] شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے اپنی حیات میں مفاوضات رشیدیہ کو دوبارہ شائع کرا دیا تھا۔ (محب الحق)

حاصل ہوئے ہیں جو ان کے دادا مولانا حکیم محمد صدیق قاسمی مرادآبادیؒ[1] کے نام ہیں۔

''اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مولانا حکیم سید اشرف علی سلطانپوریؒ کے کچھ حالات بھی ناظرین الفرقان کے سامنے پیش کر دوں۔ ان حالات کے مرتب کرنے میں مولانا سلطانپوریؒ کے صاحبزادے کے دیباچہ کی تحریر اور نزہۃ الخواطر جلد ہشتم سے مدد لی گئی ہے۔''

مولانا سید اشرف علی سلطانپوریؒ ۷ر رمضان المبارک ۱۲۶۸ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے جد امجد حضرت سید محمد سلطان احمدؒ سے حاصل کی۔ انہیں سے طب کی ابتدائی کتابیں ''مفرح القلوب'' تک پڑھیں۔ اپنے جد امجد کی وفات کے بعد کپورتھلہ میں بعض بزرگوں کی خدمت میں حاضر ہو کر علم طب، صرف ونحو اور منطق کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ ۱۲۹۱ھ میں دہلی پہنچ کر وہاں کے ایک مدرسہ میں مولانا مفتی عبداللہ ٹونکیؒ سے معقول ومنقول کی کچھ کتابیں پڑھیں۔ اسی عرصہ میں خاندان شریفی کے مشہور ومعروف طبیب حکیم عبدالمجید خاں دہلوی مرحوم کی خدمت میں رہ کر فن طب کی کتابیں پڑھیں اور فارغ التحصیل ہو کر سند حاصل کی۔ ۱۲۹۳ھ میں آپ سہارنپور گئے اور شیخ المحدثین حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کے حلقۂ درس میں شریک ہو کر حدیث پڑھی۔ بعد اختتام کتب حدیث حضرت مولانا سہارنپوریؒ نے آپ کو اجازت وسند عطا فرمائی۔ آپ نے حدیث کی تعلیم سے فارغ ہو کر حضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ اور حضرت مولانا احمد حسن کانپوریؒ سے بھی باقی کتب عقلیہ ونقلیہ اور فقہ واصول کی کتابوں کو پڑھا اور یہ سلسلہ ۱۲۹۷ھ تک جاری رہا۔ اس کے بعد آپ اپنے وطن قصبہ سلطانپور (علاقہ ریاست کپورتھلہ، پنجاب) میں آگئے اور وہیں قرآن وحدیث کا سلسلۂ درس وتدریس شروع کر دیا۔ نیز عامۃ المسلمین کو بھی اپنے مواعظ

---

[1] حکیم صاحبؒ کا تذکرہ الفرقان بابت مارچ ۱۹۷۶ء میں آچکا ہے اس میں اتنا لکھنا رہ گیا تھا کہ حضرت حکیم صاحبؒ، حضرت حاجی صاحبؒ اور حضرت قاسم العلومؒ کے خلیفہ ومجاز تھے ہی، حضرت گنگوہیؒ کے بھی خلیفہ ومجاز تھے۔ اس کا ذکر تذکرۃ الرشید میں موجود ہے۔ (فریدی) مولانا مرادآبادیؒ کے مفصل حالات بعنوان خمخانہ قاسمی کا ایک جرعہ نوش مقالات فریدی جلد اول میں ملاحظہ کریں۔ (محب الحق)

حسنہ سے مستفیض فرماتے رہے۔ آپ کی تصنیفات یہ ہیں:

(۱) نیر اعظم: جو اعجاز القرآن کے ثبوت میں لکھی گئی ہے۔ یہ کتاب طبع ہو چکی ہے

(۲) تنبیہ المغرور: یہ کتاب غلام احمد قادیانی کے رد میں مستند دلائل اور فاضلانہ تحریر کے ساتھ لکھی گئی ہے اور ۱۳۰ صفحات پر مشتمل ہے، یہ غیر مطبوعہ[1] ہے۔

(۳) لکل قوم ہاد: یہ کتاب ۹۰ صفحات پر مشتمل ہے اور غیر مطبوعہ ہے۔

(۴) اخلاق النبی: یہ کتاب سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر لکھی گئی ہے۔

(۵) تحقیق السیادت۔ (۶) مثنوی سرپنجہ عشق: یہ فارسی زبان میں ہے۔

(۷) ایک مسدس:

آپ کے جذبۂ تبلیغ واشاعت کی برکت سے علاقے کے مسلمانوں میں دینیات کی رغبت اور قبولیت کا شوق پیدا ہو گیا۔ قصبہ سلطانپور میں عید گاہ کی تعمیر آپ ہی کی کوشش سے ہوئی۔ عید گاہ کی تعمیر میں والیٔ کپورتھلہ نے بھی پورا پورا حصہ لیا۔ ۱۳۰۱ھ کے بعد آپ کو کتب تصوف کے مطالعہ کا شوق پیدا ہوا اور آپ شب و روز امام غزالیؒ کی ''احیاء العلوم''، حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی ''فتوح الغیب'' اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ کے ''عوارف المعارف'' کے مطالعہ میں مشغول رہنے لگے۔ کتب تصوف کے مطالعہ سے آپ کے اندر ایک خاص حالت پیدا ہو گئی۔ استغراق کی کیفیت طاری ہونے لگی۔ ایک رات حالت استغراق میں ایک ندائے غیبی سن کر پیر و مرشد کی تلاش و جستجو کی طرف متوجہ ہو گئے۔ بالآخر حضرت مولانا احمد حسن کانپوریؒ سے بذریعہ خط و کتابت مشورہ لیا تو انھوں نے حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ، حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ اور حضرت محدث گنگوہیؒ میں سے کسی ایک سے بیعت ہو جانے کا مشورہ دیا۔ ساتھ ہی ساتھ یہ بھی لکھا کہ تم

---

[1] یہ کتاب ۱۹۳۸ء سے قبل شائع ہو چکی تھی۔ بحوالہ علماء مظاہر علوم کی تصنیفی خدمات جلد ۲۔ اس کتاب سے ایک اور کتاب کا علم ہوا جو اہل تشیع کے رد میں لکھی تھی۔ (محبّ الحق)

کو حضرت محدث گنگوہیؒ سے بیعت کرنا زیادہ مناسب رہے گا۔ حضرت مولانا احمد حسن کانپوریؒ کے تحریر فرمانے کے مطابق آپ گنگوہ حاضر ہوئے اور حضرت محدث گنگوہیؒ کی بیعت سے مشرف ہوئے۔ آپ گنگوہ سے ۱۳۰۵ھ میں اپنے وطن واپس گئے۔ اس کے پانچ سال بعد حضرت گنگوہیؒ کے طلب فرمانے پر آپ دوبارہ گنگوہ حاضر ہوئے۔ اس مرتبہ چند یوم قیام کے بعد اپنے وطن آ کر مصروف عمل ہو گئے۔ آپ کا سنہ وفات معلوم نہ ہو سکا۔

نسیم احمد فریدی امروہی

مولانا حکیم سید اشرف علی سلطانپوریؒ کے نام

از بندہ رشید احمد عفی عنہ مولوی محمد اشرف علی صاحب بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط بہ شکایت حال پہنچا۔ بندہ کا کام شغل و ذکر کرنے کا ہے اور ثمرات، موہبت رحمانی ہے۔ یہ کسی کے اختیار (میں) نہیں۔ مگر ہر شے کا طرز ہے شغل حق اشغال غیر کو بالکل مانع ہے اور توجہ تام ایک ہی طرف ہوتی ہے۔ باوجود مشغولی امور دنیوی کے ذکر (و) شغل کرنے سے نفع ہے، مگر نفع معتد بہا نہیں ہوتا۔ ذکر کو درس و تدریس علوم دینیہ بھی حاجز (روکنے والا) ہے۔ چہ جائیکہ دوسرا کام۔ اسی واسطے بزرگوں نے سالہا سال خلوات اور اربعین (چلّے) کیے۔ اور سب امور کو پس پشت ڈالا جب ایک مدت میں گوہر مقصود ہاتھ آیا۔ اور نماز کا بلا خطرات ادا ہونا بھی صفائی باطن پر موقوف ہے۔ شیطان سارق (چور) ہے۔ متاع گراں پر زیادہ زور دیتا ہے۔ بس خطراتِ نماز کوئی امر عجیب (نئی بات) نہیں......

ذکر میں دل لگنا اور انشراح صدر ہونا بہت بڑی نعمت ہے۔ اور استغراق کوئی ضروری امر نہیں۔ استغراق جب ہوتا ہے کہ سب علائق قلب سے نکل جاویں۔ یہ امر خلوت کے بعد ممکن ہے اور بعض طبائع قوی باوجود خلوات کثیرہ کے بھی استغراق پذیر نہیں ہوتیں۔ سو آپ کوئی تمنا دل میں نہ لاویں۔ سوائے اس کے کہ رضائے معبود تعالیٰ شانہ کا داعیہ (جذبہ) رہے۔ اور ترک روزگار اگرچہ ابتداء میں سہل ہے مگر بعد ترک اکثر بوجہ ضیق معاش (تنگی معاش) کے پریشانی اور تشتت (انتشار) کا موجب ہوجاتا ہے۔ لہٰذا مناسب نہیں۔ روزگار کی حالت میں اگرچہ قلیل ہو کام طمانیت سے ہوجاتا ہے اور ترک میں کسی وقت بھی طمانیت میسر نہیں ہوتی۔

آدمی اپنے اختیار میں نہیں نہ کوئی کام اس کا اپنے قبضہ میں ہے۔ سب حق تعالیٰ کی طرف سے ہے، جس قدر بظاہر اس کے قبضہ میں ہے اس میں سعی کرے باقی کا امید وار محض

فضل پر رہے۔

ہجوم خطرات کی وجہ بزرگانِ دین حب دنیا کو لکھتے ہیں کہ جس سے ہم لوگ مملو (بھرے ہوئے) ہیں۔ جب تک کہ ذکر قلب میں جگہ نہ پکڑے خطرات کا ارتفاع (اُٹھنا) محال ہے اور لذت ذکر بھی اسی پر موقوف ہے۔ اس کا چارہ کثرت ذکر ہے کہ سب کاموں پر غالب ہو جائے تو اس وقت توقع رسوخ ذکر کی ہو۔ حق تعالیٰ سہل فرماوے۔ آمین

مناسبت ذکر سے ہونا محض رحمت و فضل حق تعالیٰ کا ہے۔ یہ صوت (آواز) جو کان میں آتی ہے، آثارِ سلطان اذکار ہیں۔ اس کا خیال کرنا اور شغل کو برابر جاری رکھنا۔ خاندان (طریقت کے) سب یکساں ہیں۔ حضرات نقشبندؒ اور دیگر اولیاء انجام نسبت میں یکساں ہیں۔ یہ ذکر و شغل مشترک سب کا ہے۔ آئندہ کی تلقینات میں حضرات نقشبندیہؒ کا شغل بتایا جائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ یا جیسا موقع و وقت ہوگا اور مناسب حال ہوگا۔ مگر تم اپنے آپ کو سب کا حلقہ بگوش جاننا اولیاء اللہ تعالیٰ سب کے سب ''کنفسٍ واحدۃ'' (ایک جان جیسے) ہیں۔

آپ کا خط آیا، حق تعالیٰ آپ کا مطلب عطا فرمائے، بندہ ناکس کچھ نہیں جانتا۔ آپ کا حسن ظن ہے جو کچھ ہے سو آپ کے حسن ظن کی وجہ سے ہے۔ اگر کچھ آپ کو حاصل ہوگا تو ہو جائے گا۔ ذکر و شغل معمولہ (کا) التزام کرتے رہیں۔ حق تعالیٰ برکت فرمائے گا۔ لاریب شغل کے واسطے فراغِ قلب اور انہماک در شغل ضرور ہے اور اگر کسی وقت شغل کیا اور تمام دن دوسری آلائش میں رہا تو غلبہ ذکر کا ہونا دشوار ہے، مگر ''مالا یدرک کلہ ولا یترک کلہ''۔ سو جس قدر ہو سکے کرتے رہیں۔ اور جس قدر علائق وزوائد کم ہو سکیں کم کر دیویں۔

اگر معاش کا سامان بعد ترک روزگار بظاہر موجود ہے اور والدین کی رضا بھی ترک میں ہے، تو ایسی حالت میں ترک ہی مناسب ہے۔ پہلے اس کیفیت سے بندہ مطلع نہ تھا جو

منع ترک لکھتا تھا۔

مکرما! بندہ کا کام سوائے محنت و مشغولی کے کچھ نہیں اور نفع و ثمرہ بندہ کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ یہ سب بہ اختیار مختار حقیقی تعالیٰ شانہ ہے۔ اگر بندہ اس قدر دل میں ٹھہرالیوے اور خوب سمجھ لیوے کہ مجھ سے حق تعالیٰ شانہ اپنا ذکر کرالیوے اور اپنا ذاکر بنا کر اپنا مذکور، کر دیوے۔ تو اس شرف سے زیادہ کوئی شرافت دنیا میں نہیں ہوسکتی۔ ''فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ'' (تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد رکھوں گا) تو اس عطا کے شکریہ میں کہ اپنا مذکور عاجز بندہ کو اس احکم الحاکمین نے کر دیا اگر کروڑوں جان تصدق کر دیوے تو (شکریہ) ادا نہیں ہوسکتا۔ اگر وقت ذکر کے اس قدر خیال کر لیا کرو تو شاید پھر تمنا حصول ثمرات کی دل میں نہ آوے۔ اور آپ ذکر و شغل کو بجمع خاطر اسی خیال سے کریں کہ ہم پر ذکر، حق تعالیٰ کا ضروری ہے کہ ہم انعام حق تعالیٰ میں عرش سے لے کر تا تحت الثریٰ ہر طرف سے مخفوف (ڈھکے ہوئے) ہیں.........اور پھر امیدوار حصول اخلاص کے رہیں اور شکر کرتے رہیں۔

بفراغ دل ذکر کرنا اور بکثرت کرنا شرائط نفع سے بزرگوں نے لکھا ہے، اس کی بہت رعایت رہے..........

مقصود (دل کے اندر) ذکر کا قائم ہونا (اور) غیر اللہ سے دل کی برداشتگی ہے۔ دیگر امور، انوار وغیرہ کا محسوس ہونا اور وقائع (خوابیں) سب غیر مقصود ہیں۔ ہمہ تن توجہ الی الذکر رہے اور ان امور (انوار و وقائع) کی طرف التفات استقلالی نہ ہونا چاہئے۔ خود بخود جو کچھ پیش آوے۔ آوے۔ اور حق تعالیٰ کا شکر بہت بہت کرتے رہیں۔ ''لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ'' ، حکم ناطق ہے۔

ترقی اگر چہ قلیل ہو بہت شکر کرنا واجب ہے۔ خرق حجب (حجابات کا پھٹنا) جو معلوم ہوتا ہے وہ عین مقصود ہے کہ ہزار ہا حجاب قلب پر واقع ہیں۔ کیفیت واقعی بیان و تحریر سے ضائع ہوتی ہے۔ (ان) سب (حالات) کو محض فضل حق تعالیٰ شانہ کا جاننا چاہئے۔ اور

اپنے پر شکر و ندامت و انفعال لازم ہے۔ امیدوار رحمت حق تعالیٰ شانہ کا رہنا چاہئے۔ اتباع سنت کا بہت خیال رہے۔ اور بحث و تحقیق سیر الی اللہ اور فی اللہ کا فکر مت کرو۔ ہر شے اپنے موقع پر ٹھیک ہے۔ شغل پر خوب التزام رکھو۔ ——————

''ارشاد مرشد''[1] میں سے جو شغل چاہو کرو اجازت ہے۔ پاس انفاس جس قدر ہو سکے اس کا التزام رکھو اور نسیان اور غفلت کا کچھ تردد مت کرو۔ جب غفلت ہوا کرے اس کے بعد استغفار و توبہ اور التجا کر کے پھر بعزیمت (پاس انفاس) شروع کر دیا کرو۔ ہراساں نہ ہونا چاہئے۔ البتہ تمہارا شغل طب کا سخت شغل ہے اس میں کچھ کمی کر دو۔ اور درس (کا ارادہ کرتے ہو) تو دینیات کا شغل کرنا............ ——————

آپ شغل برابر کرتے رہیں، اگرچہ شغل بمراد بتمام اہتمام نہیں ہو سکتا (پھر بھی) جو کچھ ہے خالی نفع سے نہیں۔ اور حق یہ ہے کہ شغل کے واسطے ہمہ تن مصروفیت اور خلو جمیع غیر شغل سے ضرور ہے۔ مگر تاہم جو کچھ ہو سکے خالی نفع سے نہیں۔ اور جس قدر ہو سکے اس کو ترک نہ کرنا چاہئے۔ ''مالا یدرک کلّه لا یترک کلّه'' انسان کا کام کسب ہے اور نفع و ثمرہ وہب ہے (عطیہ خداوندی ہے) اگرچہ کسب، علت وہب کی نہیں کہ تخلّف نہ ہو۔ مگر سبب باذنہ تعالیٰ ہے۔ جس قدر کسب ہوتا ہے اسی قدر ثمرہ ملتا ہے۔ ''والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سُبُلنا'' (جو لوگ ہمارے راستے میں جدوجہد کرتے ہیں، ہم، ضرور ضرور ان کو اپنے راستوں کی طرف ہدایت کر دیتے ہیں) محقق ہے جب التزام ذکر رہے گا تو یقین ہے کہ اس پر خاتمہ بھی ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

شغل کو کیے جانا کام بندہ کا ہے اور ثمرہ اس کا بہ اختیار حق تعالیٰ ہے، اگرچہ کمیت (عدد) کا تمام کر دینا بھی عمدہ کار ہے کہ ذکر جس قدر ہو سکے اور ہو جاوے (یہ) محض توفیق حق تعالیٰ ہے۔ زبانی ذکر بھی سعادت مند کو دیا جاتا ہے اور غفلت سے نکالنا حق تعالیٰ کا

---

[1] یہ کتاب حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی تالیف ہے۔ (فریدی)

اپنے بندوں کو عین الطاف اور ولایت کا نشان ہے، اور اپنا مذکور بنانا ہے۔ (نیز) ”فاذکرونی اذکرکُمْ“ کا مصداق ہونا ہے۔ لیکن حتی الوسع جدوجہد اس امر کی چاہئے کہ کیف میں بھی زیادت ہو۔ اسی واسطے اس کے لیے آخر شب مقرر کی گئی ہے۔ دن میں شغل دیگر ہوتے ہیں اور شب کو خلوت اور خلوص ہوتا ہے۔ اگر نفس کی کاہلی مانع ہو تو اس کی فہمائش کر کے یا جبر کر کے راضی کرنا اور لانا مناسب ہے۔ اور جو امر دوسرا مانع ہے اس کے رفع (دور کرنے) میں سعی کرنا اور اگر کوئی حالت جسمانی ہے تو تدبیر طبی سے معالجہ کرنا۔ بہر حال سعی کرنا بندہ کا کام ہے اور (کام) مشیت حق تعالیٰ پر چھوڑ دے۔ حق تعالیٰ مددگار ہے۔ تزکیہ نفس کی یہ تدبیر ہے جو مذکور ہوئی.........

حزن وملال بوجہ مادّہ سوداوی ومرض کے بھی ہوتا ہے اور بوجہ حرارت ذکر و یاس کے، جو خواص ذکر سے ہے، بھی ہوتا ہے۔ سو آپ علاج طبی کریں اور سورۂ فاتحہ کو اکتالیس بار پانی یا کسی عرق پر پڑھ کر پیا کریں۔ حق تعالیٰ صحت عطا فرمائے گا۔ سورۂ فاتحہ سب امراض ظاہری اور باطنی کے واسطے مفید ہے اور ”لا الٰہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین“ کو تین سو بار پڑھنا معمول ہے۔ اس طرح کے پڑھنے کی اجازت ہے اور (اس عمل کی) زکوٰۃ دینے کا کوئی طریقہ بندہ کو کسی سے نہیں پہنچا۔

حالات ذکر دریافت ہو کر بہت فرحت ہوئی اور شکر حق تعالیٰ کا کیا۔ الحمدللہ یہ سب عنایات بے غایات واہب العطیات کی ہیں، کہ اپنے بندوں پر مبذول فرماتے ہیں۔ بہت بہت شکر کرنا لازم ہے۔ یہ سب آثارِ ذکر ہیں کہ (ذکر جب) جسد ذاکر میں اثر پیدا کرتا ہے (تو) اسی قسم کے واردات پیدا ہوتے ہیں اور آئندہ توقع ترقی کی جاتی ہے۔

جملہ اذکار کو حسب التحریر جاری رکھیں اور حالات خواب کے بھی عمدہ ہیں۔ آپ خود عالم ہیں، جانتے نہیں کہ رویائے صالحہ اسی کو کہتے ہیں۔ ایک تعویذ ملفوف ہے اس کو ساتھ رکھیں۔ گمان یہ ہوتا ہے کہ اختلاج بھی بوجہ ذکر کے ہوتا ہے مگر آپ اس کو مرض تصور کرتے

ہیں۔ چونکہ آپ زیادہ واقف اپنے حال سے ہیں (میں) اس میں کچھ لکھ نہیں سکتا ہوں۔

(اتنا سمجھ لو کہ) اگر اختلاج سے تکلیف جسد کو ہوتی ہے تو مرض ہے، ورنہ مرض نہیں۔ وہ بھی اثر ذکر ہے کہ قلب اس سے متحرک ہوتا ہے.........

الحمدللہ کہ اس ذاتِ پاک نے آپ کو اپنے کام میں لگا رکھا ہے۔ نہایت توجہ اور عنایت ازلی ہے۔

درباب سوالات جو تحریر فرمایا ہے، بندہ اجازت دیتا ہے۔ اگر بندہ سے بہ سہولت جوابات ہو سکے تو دریغ نہ ہوگا اور جو میری وسع (وسعت) سے خارج ہو یا وسعت اور ہمت نہ ہوئی تو دوسری بات ہے۔ غرض آپ لکھ دیویں جو منظور حق تعالیٰ کو ہوگا، وہ ہوگا۔ اور بندہ کا حال آپ کو معلوم ہے کہ بدعت اور اہل بدعت سے متنفر ہوں۔

وحدت شہود و وجود ایک شے ہے۔ فرق بیان کا ہے اور کچھ نہیں۔ مبتدی کو ان تحقیقات سے مضرت ہوتی ہے۔ تم کو جو گھبراہٹ ہے وہ اثر ذکر ہے۔ مرض جسمی نہیں۔ محبت کے مقام میں قرب و بُعد یکساں ہے۔ بندہ کو چونکہ اس راہ سے واقفیت نہیں۔ ابتدائی شغل واشغال کیے ہیں، لہٰذا کسی کو تکلیف دینا پسند نہیں کرتا ہوں کہ بے سود ہے۔ اور اثر صحبت کاملین کا البتہ ہے۔ بندہ خصوصاً اس کاروبار سے چھڑا دیا گیا ہے کہ رات دن درس و افتاء کا کام سپرد کیا گیا ہے۔ لہٰذا طالب کو یہاں آنا چنداں مفید نہیں۔ بلکہ عجب نہیں کہ میرا حال دیکھ کر عقیدت میں نقصان آوے۔

الحمدللہ کہ آثارِ ذکر آپ پر لائح (ظاہر) ہوئے۔ دل لگنا ذکر میں بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کے برابر کوئی دولت نہیں کہ مناسبت ذکر کے ساتھ پیدا ہوگئی۔ اور محسوس ہونا انوار وشعاع کا بھی عمدہ ہے۔ مگر نہ اس طمانیت کے برابر۔ خفت جسم اور محویت خرق حُجب یہ سب آثارِ ذکر ہیں اور ترقی کے موجب ہیں اور واعظ رحمانی باطن سے زجر کرتا ہے۔ یہ سب برکاتِ ذکر اللہ تعالیٰ کی ہیں۔ بہت بہت شکر کرنا واجب ہے۔ بالکل وساوس وخطرات سے

خالی ہونا محالات سے ہے۔ کھانا پینا حاجت روائیاں سب خطرات ہیں۔ اس سے انبیاء علیہم السلام بھی خالی نہیں تھے۔ البتہ باوجود مشغولی قلب دوسرے موطن (مقام) سے یہ خواطر تعلق رکھتے ہیں۔ بعد ترقی کے خود انکشاف ہو جاوے گا۔ حاجت تحریر وتقریر کی نہیں۔ یاد رکھنا کیفیات کا ضروری نہیں۔ البتہ ضعف دماغ کی تدبیر کرنا لازم ہے۔ یہ سب کاروبار قوت دماغ پر ہیں۔ خمیرہ گاؤزبان، نوشدارو اور کوئی (اچھی) غذا آپ استعمال کرتے رہا کریں۔ اس کی رعایت رہے۔ اس قدر جوع وعطش (بھوک پیاس) نہ رکھنا کہ موجب سقوط قوت ہو جائے۔ پہلے بزرگوں کا سا حال مت کرنا۔ ہر زمانے کا حال مختلف ہے۔ ان کی خلقت وقویٰ بہت قوی تھے۔ اِس وقت سب ضعیف ہیں۔ اس کا بہت خیال رہے۔ شیر گاؤ، اور مغز بادام پیس کے رفع ضعف کے واسطے مستعمل رہیں۔ ذکر جہر میں بقدر معتد بہ مشغول ہونا اور پاس انفاس جس قدر ہو سکے کرتے رہو۔ اسم ذات کا اگر (ذکر) کرو تو ہر روز چھ ہزار بار خفیہ طور پر ''اللہ اللہ'' کر لیا کرو۔ کچھ طریق ترتیب نہیں نفس ذکر بہ ہوشیاری کر لیا، خواہ ایک جلسہ (نشست) میں خواہ تین چار جلسے میں......

آپ اپنے کام میں مصروف رہیں اور کچھ اندیشہ نہ فرمائیں۔ ترقی تنزل کا کوئی خطرہ نہ لائیں۔ ذکر کی ملازمت برضامندی حق تعالیٰ کرتے رہیں۔ جو کچھ حصہ ہے وہ ملے گا، اور جو مقدر نہیں وہ ہرگز نہیں مل سکتا۔ اور ترقی جلدی نہیں ہوتی، اپنے وقت پر آتی ہے، سو یاس نہ کرنا چاہیئے۔

حقیقت میں تصوف ''احسان'' اور ''اتباع'' سنت کا نام ہے۔ جب سنت فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقی ہے تو یہ عین ترقی ہے اور شکر کی جگہ ہے۔ گھبراہٹ کی کمی بھی ترقی ہے۔ غرض دونوں حالتیں موجب ترقی کی ہیں۔ شکر کی جگہ ہے نہ پریشانی کی۔ بندہ بھی دعا کرتا ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بقیہ وحشت بھی رفع ہو جائے گی۔ معاش کے واسطے کوئی قلیل حیلہ کر لو تو مضائقہ نہیں۔ کچھ مطب کر لیا کرو اگر مضرت شغل کو نہ دیوے۔ ورنہ کہیں تعلیم کی صورت

ہو جائے۔ اس زمانہ شور وفساد میں ایسی ایسی تہمتیں حسود لگاتے ہیں کہ "سامعہ" کو پریشان کر دیتی ہیں۔ لہٰذا وہ فقرہ لکھا تھا کہ بندہ کے ساتھ بھی مبتدعین کو ملال ہے اور درپئے بدنامی کے ہیں۔ سو اپنا اس میں کچھ ضرر نہیں بلکہ فائدہ ہے۔ گو متوسل کے دل میں شبہ ہونا اس کو ضرر دیتا ہے۔ لہٰذا یہ فقرہ گوش گزار کر دیا ہے۔

اسم ذات کا ذکر ایک جلسہ میں پورا ہونا دشوار ہے۔ دو تین جلسوں میں مضائقہ نہیں۔ ذکر کا کیے جانا آپ کا کام ہے اور وہب (عطیا) باختیار مختار حقیقی تعالیٰ شانہ ہے۔ بندہ کا سب ہے نہ (کہ) خالق۔ خطرات سے کوئی بشر خالی نہیں۔ مگر خطرہ جو مفرق ہو کہ ذکر میں تفرقہ ڈال دے اور ذکر سے غافل کر دے وہ اثر اچھا نہیں اور جو مفرق نہیں باوجود ذکر کے آتا ہے تو کچھ حرج نہیں۔

یہ بدنام کنندۂ مرشداں محض نااہل ہے کہ قابلیت تعلیم وتربیت (کی) نہیں رکھتا مگر چونکہ بزرگوں سے نسبت رکھتا ہے تو خود حق تعالیٰ بواسطہ مشائخ کرام نفع پہنچاتا ہے۔ گرچہ حرمان سے پُر ہوں جیسا ناودان (پرنالہ) خالی ہے چاہ (کنواں) سے آب نکلتا ہے اور زراعت میں جمع ہو کر نفع دیتا ہے۔ مگر نالی وناودان خالی ہے۔ پس ایسے ہی مثال یہاں تصور فرمائیں۔ محض آپ کے حسن ظن کا قصہ ہے۔ البتہ دعا گو ہوں۔ حق تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ آپ کو کامیاب فرمائے۔ آمین

شغل پر دل لگنا عین جذب من اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر چہ تکلف سے (ہو) اور احیاناً (کبھی کبھی) ہو۔ جب اس کا غلبہ ہوگا دوام بھی ہو جائے گا۔ غفلت لازمہ انسان ہے۔ اس غفلت کے رفع کے واسطے سالہا سال مشائخ کرام نے خلوات وترک تعلقات کیے ہیں۔ اور رقت کا ہونا ہر طبع میں ضروری نہیں۔ جس کی نسبت وجدی ہوتی ہے، اس کو ہوتی ہے۔ اور جس کی نسبت حضور کی ہوتی ہے اس کو رقت لازم نہیں۔ اکثر نہیں ہوتی۔ دل لگنا ذکر میں حضور ہے۔ جو امر طبع میں نہیں۔ وہ بہ تکلف پیدا نہیں ہو سکتا۔ تم رقت وبکا کی فکر مت کرو اور طبع کو اس

طرف مت کھینچو۔ جس طرف طبع چلتی ہے اس طرف ہی چلنے دو۔ یہ کشاکش مضر ہو جاتی ہے۔ البتہ نفسانی خواہشیں جو محض لذت مباحہ میں ہیں وہ تھوڑا تکدر لاتی ہیں۔ اور جو معصیت ہیں وہ بالکل عوایق اور حجاب ہیں۔ ان سے نفس کو روکنا اور ضبط کرنا واجب ہے۔ حق تعالیٰ آپ کو ان سے نجات دیوے۔ آمین۔ بندہ دعا گو ہے۔ حق تعالیٰ خود بندوں کے کام کرتا ہے تم اگر لگے رہو گے، خالی نہ رہو گے۔ ''من دقّ باب الکریم انفتح[1]'' کہا گیا ہے۔

شغل برابر کیے جاؤ نہ انشراح پر حصر رکھو نہ اس کے طالب بنو۔ اپنے کام میں سرگرم رہو۔ آدمی کامل وہ ہے کہ اپنے عیوب پر اس کو عبرت اور نظر ہو اور اپنی معصیت پر ندامت ہووے۔ ورنہ وہ کون ہے کہ غفلت اور عصیان سے خالی ہو۔ اپنے اپنے درجہ کے سب عاصی ہیں۔ سو شکر کی جگہ ہے کہ آپ نے اپنے کو ایسا حقیر جانا اور وقوع سب وشتم پر ندامت ہوتی (ہی) ہے۔ آپ کا انجام ان شاء اللہ تعالیٰ اچھا ہے اور جماعت اولیاء میں حشر ہو گا۔ شغل میں البتہ کوتاہی نہیں چاہیے۔ اگر کسی دن کوئی ورد (وظیفہ) قضا ہو، دوسرے وقت ادا کر دینا چاہیے۔ اور جب کوئی امر منکر سرزد ہو تو اس کے جرم میں روزہ (رکھنا) یا دوسری کوئی سزا دینا چاہیے کہ نفس اس سرزنش سے اصلاح پذیر ہو جائے گا۔

آپ شغل کو برابر جاری رکھیں بایں نیت کہ حق تعالیٰ کا ذکر بندہ پر فرض ہے ''حال'' اور ''وارد'' کی توقع محض فضل اس کے سے رہے۔ مراد اصل ذکر ہے کیونکہ ''فاذکرونی اذکرکم'' وارد ہے۔

ذاکر حق تعالیٰ مذکور، حق تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ اس نعمت سے زیادہ کوئی نعمت نہیں۔ یہ وہ قطعی انعام ہے کہ جس کا انکار ممکن نہیں اور وارد وحال کا بھی وہی مختار ہے......

آپ کا یہ سوز و گداز اور شوق و درد و نایافت بہت مبارک نعمت جان کر تمنا کرتا ہوں کہ یہی اس محروم کو مل جائے اور وصول تو کسی صاحب نصیب کو (نصیب) ہوا ہو گا۔ اور تمہارے

---

[1] جو شخص کریم وسخی کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو دروازہ کھل جاتا ہے۔ (فریدی)

عزیزوں کے مرض سے ملال ہوا۔ حق تعالیٰ سب کو صحت عطا فرمائے اور وظائف جو حالت مرض میں ترک ہوتے ہیں ان کا اجر برابر ملتا ہے۔ خطرات کا آنا تادم حیات رہتا ہے، مگر خطرات سے کام بند نہ ہو جائے۔ اگر ذکر کے ساتھ خطرہ ہے وہ ایسا ہے (جیسے) آب (پانی) صاف پر خاشاک پڑ جائے۔ وہ مضر نہیں۔ البتہ وہ خطرہ کہ ذکر کو مسدود (بند) کردے، معیوب ہے۔ اس کا قلع (قمع) بغور ملاحظہ معنی ذکر کرنا چاہئے۔ ہمارے شیخ المشائخ حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے کلیہ لکھ دیا ہے کہ ''خطرہ جب محض دنیا کے سبب پیدا ہوتا ہے بوجہ معاش کی ضرورت کے'' سو اس سے خالی ہونا دشوار ہے۔ مگر بہر حال! کام کیے جانا چاہئے اگر جذب الٰہی (شامل حال) ہے تو وہ خطرہ بھی دفع ہو جائے گا۔ آپ کی کتاب ''تنبیہ المغرور'' اگر کسی امیر کی ہمت سے شائع ہو جائے تو بہتر ہے۔ خواہش قلبی تو ہے کہ خود بھی اس کو دیکھوں۔ مگر اول تو بہ سبب کثرت کاروبار کے مہلت مطالعہ کی نہیں اور اب تو ایک سال سے ایسا معطل ہوا ہوں کہ یہ آپ کا جواب (بڑی کوشش) سے کئی دن کے بعد (لکھ سکا) ہوں۔ پہلی پریشانی فوت حافظ[1] محمد اسحاق مرحوم کی دل سے زائل نہیں ہوئی تھی کہ اب اس سے بھی زیادہ صدمہ پہنچا۔ ۱۶ر جمادی الاول ۱۳۱۰ھ کو میرا فرزند خورد حافظ محمود احمد بعارضہ اسہال دموی فوت ہوا۔ جس سے کسی کام کا ہی نہیں رہا۔ اب بجز موت تمنا نہیں اور حیات کا لطف نہیں رہا، نہ کوئی کام ہو سکے مگر اپنے اختیار میں (کچھ) نہیں۔ اس کے واسطے دعائے مغفرت کریں۔

ذکر و شغل میں مشغول رہیں اور حتی الامکان غیر ضروری امور کے اشغال سے یکسوئی رہے کہ ع ''ہر چہ گیرید مختصر گیرید'' جب حق تعالیٰ کو منظور ہوگا ذکر بیخ پذیر درون قلب ہو جائے گا۔ اس وقت کیفیت، ذکر کی مبرہن (ظاہر) ہو جائے گی۔ ہر چند ہمارا کیا

---

[1] آپ حضرت محدث گنگوہیؒ کے نواسے تھے۔ ۴ر ربیع الثانی ۱۳۰۹ھ بروز جمعہ وفات پائی۔ (تذکرۃ الرشید جلد دوم ص ۳۲۷) فریدی

کسب ہے؟ کسب وہ تھا کہ شب و روز میں کار دنیا سے کچھ بھی تعلق نہ ہوتا تھا۔ اور ایک لمحہ کہ ضائع ہو جانے کو خسران جانا جاتا تھا۔ پھر بھی یہ مشہور تھا کہ کسب سبب وعلت، وہب کا نہیں ہو سکتا۔

بہر حال فضل الٰہی تعالیٰ شانہ کا (منتظر) رہے کہ کب اس کا فضل توجہ فرماتا ہے۔ اگر یہ کچھ نہ ہو تو جو کچھ اشغال ذکر ہے، اگر چہ لسانی بہ غفلت قلب ہو، تاہم فضل وعنایت حق تعالیٰ کا ہے۔ ''فاذکرونی اذکرکم''۔ کا مصداق ہے، خواہ کسی درجہ میں ہو۔

ذکر کُلّی اور مشکلک ہے جو درجہ اس کا مل جاوے شکر کرے۔ ''لئن شکرتم لازیدنکم''

آپ عمل صالح جو کچھ ہو سکے اور شغل ذکر جس قدر ہو سکے برابر کرتے رہیں۔ پابندی لذت کی مت کرنا۔ عدم تلذّذ کی وجہ سے ترک مت کرنا اور نہ خطرات و وساوس کی کثرت کے سبب سے مایوس ہونا۔ عمل صالحہ و ذکرا گر چہ ظاہری (اور) سرسری ہو، اگر چہ بلا حضور قلب ہو، اگر چہ غفلت تامّہ سے ہو اور فقط حرکت جوارح ولسان سے ہو، نہایت درجہ قبولیت رکھتا ہے۔ اور ہرگز اثر عجیب سے خالی نہیں اور ثواب سے عاری نہیں۔ آپ ایسے ذکر و عمل کو مثل عدم کے تصور فرماتے ہیں! قرآن شریف کی تلاوت بھی عمدہ ذکر و شغل ہے۔ اگر چہ فقط الفاظ کا عبور ہی ہو، اس کو ترک نہ کریں۔ مگر ایک امر خیال میں رہے کہ تلاوت معمولہ ہر روز کرو اور ایک رکوع یا زیادہ کو خوب غور معانی سے اور اس فکر سے (پڑھو) کہ کلام الٰہی میرے سامنے ہے۔ گویا حق تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کرتا ہوں جیسا کہ شاگرد استاذ کے روبرو عرض کرتا ہے۔ اس کو بہ تکلف تصور کیا اور ایک ایک آیت پر (غور و) فکر کر لیا۔ اگر تصور درست نہ ہو اور بتدریج اگر چہ دیر میں ہو (تو) اس کو ایک وظیفہ کے طور پر مقرر کر لو۔ گاہ ایک رکوع ہو، گاہ کم وبیش تو امید ہے کہ ایک مدت اس پر واقع ہوگی تو دل لگے گا۔ اس شغل کو سب اشغال سے عمدہ جان کر کریں، اور گھبراویں نہیں۔ ایک دفعہ (ہی) کوئی امر حاصل نہیں ہوتا، بتدریج سب کچھ ہوتا ہے۔ آخر طفلک کم عمر کی ابجد خوانی کو خیال کرو اور امید از درگاہِ حق

تعالیٰ رکھو۔ یہ سب امور اپنے آپ کو حاصل نہیں، مگر دوستوں سے کہتا ہوں کہ ''الدال علی الخیر کفاعله[1]''میں میں بھی شریک ہو جاؤں۔ ''فتوح الغیب'' کا مطالعہ بہت عمدہ امر ہے مگر ''فصوص الحکم'' کا مطالعہ بظاہر نہایت ضرر کرے گا۔ لہٰذا اجازت نہیں دے سکتا ہوں۔ ''عوارف المعارف'' کا مطالعہ مضائقہ نہیں۔

بندہ تو بفضلہٖ تعالیٰ بعافیت ہے مگر والدہ حافظ مسعود احمد اس عالم سے رخصت ہو گئی ہیں۔ حق تعالیٰ اس کو بخشے۔ آمین۔ رفیقۂ قدیم اور اہل خانہ تھیں اس کا البتہ قلق ہوتا ہے۔ مگر جز رضائے خدا چارہ نہیں۔

حق تعالیٰ ہم کو، تم کو اور سب دوستوں کو اپنی رضامندی میں رکھے۔ آمین۔ عزیزا! معالجہ کرنا امر مباح ہے۔ اگر (تم) اس میں مصروف رہے تو کوئی امر ناجائز نہیں ہوا۔ اپنے عزیز کا اگر علاج کیا تو بھی اچھا کیا۔ صلہ رحم میں داخل ہے اور جو اکتساب معاش کے واسطے کیا تو بھی نیت سے وہ عبادت میں داخل ہے۔ سو اس کو ضائع کرنا وقت کا نہیں کہہ سکتے۔ جو کام مباح ہو اس میں نیت خیر کر لیویں تو عبادت ہو جاتی ہے۔

تم خود عالم ہو پس سب امور میں نیت خیر کر لیا کرو اور شغل باطن جس قدر ہو سکے اس کو کرتے رہیں۔ اس سے بہتر کیا ہے۔ اور کچھ بھی نہ ہو تو فرائض کا ادا کرنا اور خلاف شرع سے بچنا ولایت کبریٰ ہے۔ حق تعالیٰ کی درگاہ میں اتباع شریعت کی پرسش ہو گی اور اسی پر مواخذہ ہے۔ باقی بس۔ اور جو کچھ زہد و حالات، مقامات ہیں وہ نوافل میں داخل ہیں۔ مواخذہ ان کے ترک پر نہیں۔ پس بعد اتباع شرع کے جو کچھ ہے وہ فضل (زیادہ) ہے، جس قدر ہو سکے۔

سیادت جو لقب بنی فاطمہ کا ہو گیا ہے، یہ محض اصطلاح اہل ہند کی ہے۔ لغۃً وشرعاً ان کا یہ لقب نہیں۔ صاحب رسالہ لغت اور شرع سے بحث کرتا ہے اور حق کہتا ہے اور یہاں

---

[1] کسی نیک کام کی طرف رہنمائی کرنے والا اور بتلانے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ اس کام کا کرنے والا۔ (فریدی)

ان کو سید کہنا اصطلاحاً ہیں۔

آپ کے الفاظ شوق دیکھ کر خود اپنے نفس کو ہی تنبہ ہوتا ہے۔ فی الواقع اس دنیا میں وہی مبارک ہے کہ توشۂ آخرت کی تحصیل میں مشغول رہے، نہ (کہ) اس دنیا کے شوق میں مشغوف رہے۔ حق تعالیٰ ہم کو اور تم کو اور سب دوستوں کو تبصر عطا فرماوے۔ آمین۔

آدمی کا ذرہ بھر (بھی) تصرف واختیار نہیں۔ اپنے خیر وشر میں ذرا بھی اس کو قدرت نہیں۔ ''وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ'' (تم نہیں چاہتے مگر وہ جو اللہ چاہتا ہے) مگر معہذا باوصف ایسی بے اختیاری کہ مختار بنایا اور طلب موافقت کا حکم ہے اور تنفر از مخالفت (کا بھی حکم ہے)

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردئی ☆ باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش[1]

پس بندہ کیا کرے اور کہاں جاوے بجز اس کے کہ اپنا عجز بیان کرے اور اپنی تقصیر کی معافی چاہے، اور کیا کر سکتا ہے۔ اور (اس کی توفیق بھی) اسی طرف سے ہے۔ حیرانی در حیرانی ہے اب جبکہ اپنی زبان کو بظاہر اختیارِ مجازی اس پر ہے، کیوں ساکت رکھے؟ نام اس خالق محسن کا لیتا رہے، اگرچہ قلب غافل ہو۔ ''اللہ اللہ'' کہتا رہے گو مثل حضور قلب کے (اس) ذکر سے نفع نہ ہو۔ مگر نفع سے تو خالی نہیں۔ آگے قلب کو بھی اگر وہ چاہے گا ہوشیار فرما دے گا۔ کامل اپنے جوارح کو ذکر ظاہر سے اور قلب کو ذکر باطن سے اور دیگر لطائف کو ان کے وظیفہ سے خالی نہیں رکھتا۔ مگر عاجز ناقص اگر تحریک عضو زبان بھی نہ کرتا رہے تو پھر کیا کرے۔ اگر پاس انفاس یاد نہ رہے تو زبان کی حرکت خفیہ خفیہ چلے جاوے۔ جو بھول جاوے تو اپنی تقصیر پر نادم ہو کر دوبارہ شروع کرے۔ علی ہذا۔ ذکر نفس کا معاملہ رکھے کہ کثرت ان دونوں کی مورث تذکر قلبی ہے۔ ع　کار کن کار بگذر از گفتار[2]

---

[1] ترجمہ: تو نے قعرِ دریا میں مجھ کو تختہ بند کر دیا ہے اور پھر یہ کہتا ہے کہ خبر دار دامن کو تر مت کرنا۔

[2] کام کر اور خالی گفتار سے پرہیز کر۔ (فریدی)

اگر معاملات دنیا گھیرے ہوئے ہیں اور دل ان میں لگا ہے تو زبان کو اپنے کردگار کے کام میں لگادے۔ ''گندم اگر بہم نہ رسد جو غنیمت است''[1] مثل مشہور ہے۔ بہرحال اپنا عجز و نیاز رکھنا اور نادم ہونا بندۂ عاجز کا کام ہے۔ معہذا جو کچھ ہوسکے اس کے دامن کو مضبوط پکڑ کر نہ چھوڑنا بھی اس عاجز (بندہ) کا شعار ہے۔ کہ عاجز ہر شے پر ہاتھ ڈالتا ہے اور اپنی نجات کا فکر کرتا ہے۔ ''الغریق یتعلق بکل حشیش''[2] ہر چند کاہ بیچارہ کیا موجب نجات ہوتا ہے مگر عاجز اس کو بھی اپنا ملجا جان کر توجہ اس کی طرف کرتا ہے۔ پس ذکر غفلت لسانی ہر چند عرفا کے نزدیک کوئی قدر نہ رکھتا ہو مگر عنداللہ رستگاری کا بڑا ذریعہ ہے اور گو ادنیٰ ہے پس آپ عالم ہیں ذکر لسانی یا نفسی کو ہرگز نہ چھوڑیں۔ پریشانی و حیرانی میں اس کو اپنا رفیق جانیں۔ ''فاذکرونی اذکرکم'' کو اعلیٰ مونس سمجھیں۔ ''رزقنااللہ تعالیٰ و ایاکم''[3] آپ کے گھر کے مرض سے تردد و ملال ہوا۔ حق تعالیٰ صحت بخشے۔ سورۂ فاتحہ کو چینی کی رکابی میں لکھ کر اور دھوکر کسی عرق یا پانی میں ہر روز پلاؤ اور اس پر چنداں مداومت کرو۔ حق تعالیٰ صحت دیوے آمین۔

بعد رمضان آپ کا قصد ہے، حق تعالیٰ خیر و عافیت سے لاوے۔ مگر بندہ مضغۂ گوشت قابل اس کے نہیں کہ کوئی مجھ سے ملے۔ دوسرے آپ کے دوست بھی بعد رمضان اگر آویں منع نہیں کرتا ہوں۔ اور آپ کے عم بزرگوار کے واسطے میں دعا کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ ان کو صحت دے مگر ایسے وقت یہ یاد آجاتا ہے کہ ع

تو بخویشتن چہ کردی کہ بہ کس کنی نظیری[4]

---

[1] گیہوں اگر نہ مل سکیں تو پھر جو ہی غنیمت ہیں۔

[2] ڈوبنے والا تنکے کا سہارا لیتا ہے۔

[3] اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں عطا فرمائے۔

[4] اے نظیری! تو نے اپنے ساتھ کیا بھلائی کی جو کسی دوسرے کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا (فریدی)

نہایت شکر حق تعالیٰ کا کرتا ہوں کہ آپ کو توفیق ذکر عطا فرمائی۔ ذکر حق تعالیٰ کا اگرچہ غفلت کے ساتھ ہو، بڑی نعمت ہے۔ ''فاذکرونی اذ کرکم'' کا مژدہ ایسا نہیں کہ اس کے مقابلہ میں کوئی دولت رکھی جاوے۔ حق تعالیٰ کا مذکور ہونا اگرچہ کسی درجہ کا ہو۔ دو جہان کی دولت سے فائق ہے۔ اور جو مقدر ہے تو ترقی بھی حق تعالیٰ محض اپنے فضل سے فرمادے گا۔ ذکر و شغل کسب ہے، اور کچھ حالت کا پیدا ہونا وہب وعطیہ حق تعالیٰ کا ہے۔ ہر چند کسب کو وہب لازم نہیں مگر بظاہر کسب سبب وہب کا ہے اور وعدہ حق تعالیٰ یہ ہے ''والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا'' (جو لوگ ہماری راہ میں جدوجہد کرتے ہیں ہم ان لوگوں کو ہدایت عطا فرمادیتے ہیں) پس بندہ کسی حال مایوس نہ ہو اور اپنا کام جس قدر ہو سکے کرتا رہے۔ اس میں کوتاہی نہ کرے اور امید کامیابی کی قوی رکھے۔ ''اَنَا عِندَ ظَنِّ عَبْدِی بِی''[1] پر نظر کر کے امیدوار رہے تو حسب وعدہ کسی وقت مراد پاویگا۔ بعض کبار (بعض بڑے لوگوں) کو عین وقت موت کے مدعا حاصل ہوا۔ اور جس قوم کی حب (محبت) کسی کے دل میں ہے تو اس کے ساتھ ہونا خود نص سے ثابت ہے۔ ''اَلمرءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ''[2] پس زمرہ سالکین وذاکرین میں آپ کا منسلک ومشمول ہونا تو خود بدیہی (ظاہر) ہے۔ اور تمنا خیر اور ذکر بھی موجود ہے۔ اب فضل لاانتہا ہی کی امید ہے۔ ع تا یار کرا خواہد ومیلش بکدام است

''رَزَقَنَا اللّٰہُ وَ اِیَّاکُمْ حُبَّہٗ''[3] (آمین)

در باب اجازت بیعت معذور ہوں کہ مشائخ کرام نے ایک شرط ایسی لگادی ہے کہ جس سے جرأت اجازت نہیں پاتا ہوں۔ اگرچہ اس (کو) لکھتے ہوئے حجاب ہوتا ہے مگر بہ ناچاری لکھنا پڑا۔ اگر حق تعالیٰ کو منظور ہے یہ وقت بھی آجاوے گا۔[4] اور یہ بھی بندہ کو یقین

[1] میں اپنے بندہ کے گمان کے قریب ہوتا ہوں۔ یہ حدیث قدسی ہے۔ [2] انسان اس کے ساتھ ہوتا ہے جس سے اس نے محبت کی۔ [3] اللہ ہمیں اور تمہیں اپنی محبت عطا فرمائے۔ [4] بعد کو اجازت بیعت مولانا حکیم اشرف علی سلطان پوری کو دے دی گئی جیسا کہ اگلے مکتوب سے واضح ہے۔ (فریدی)

ہے کہ آپ (اجازت کے) طالب نہیں۔ اس لیے آپ اس تحریر پر شرمندہ نہ ہوں گے۔ ''حزب البحر'' کی آپ کو اجازت ہے۔

آدمی کو چاہئے کہ جو حالت اس طرف سے پیش آوے اس پر شکر کرے اور التجا کرتا رہے۔ پھر امید ہے کہ خطا نہ ہوگی۔ ہر وقت طلب میں رہے۔ غفلت کا علاج یہی ہے کہ اپنے کام کو التزام سے کرتے رہو۔ جب ذکر قائم ہو جائے گا پھر غفلت طاری نہ ہوگی۔ بندہ دعا گو ہے۔ دعا کرتا ہے حق تعالیٰ کفیل و کارساز ہے۔

آپ کے لیے دعا کرتا ہوں۔ حق تعالیٰ مددگار ہے۔ اسی پر نظر چاہئے۔ جو لوگ آپ سے حسن عقیدت رکھتے ہیں اور بیعت ہونا چاہتے ہیں ان کو آپ ضرور بیعت کر لیا کریں۔ اس میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اور حسب برداشت اور مناسب حال وظائف حدیث شریف میں جو آئیں ہیں ان کو بتا دیا کریں۔ بندہ بھی دعا کرتا ہے۔

اپنے دوست مرزا برکت علی صاحب سے بعد سلام مسنون کہہ دیجئے کہ ''حسبنا اللہ و نعم الوکیل'' کو پانچ سو مرتبہ بعد نماز عشاء پڑھ لیا کریں۔

آپ کو عوام کے اخذ بیعت کی وجہ سے اجازت کی ضرورت ہے۔ اس میں کچھ آنا ضرور نہیں۔ آپ ان کو گناہوں سے توبہ کرا کر حدیث شریف کے وظائف میں سے جو مناسب ہو بتا دیا کریں اور اس قسم کے آدمیوں کو ذکر و شغل کی تعلیم کی حاجت نہیں۔ بلکہ ایسے لوگوں کو ایسی تلقین نامناسب ہے۔ البتہ اگر کوئی اس کے قابل ہو اور محنت کرتا معلوم ہو تو اس کی بیعت کے لیے بھی آپ کو اجازت ہے۔ اس کو جہراً بارہ تسبیح کے ذکر کی تعلیم کر دیا کریں۔ یا اس کے حال کے مناسب جو کچھ ہو بتا دیا کریں اور اگر (استعداد کے اعتبار سے) زیادہ درجہ کا آدمی ہو جس کو آپ لکھتے ہیں کہ میں نہ سنبھال سکوں گا تو ایسے کو اوروں پر چھوڑ دیا کرو۔ جو اس کے اہل ہیں وہ آپ سنبھال لیں گے۔ شرائط بیعت جو آپ نے لکھے ہیں وہ تو ہم میں بھی نہیں، پھر اس کی وجہ سے لوگوں کو توبہ سے کیوں کر باز رکھا جاوے۔ پس آپ کو

اجازت ہے۔ بندہ آپ کے واسطے دعا کرتا ہے۔حق تعالیٰ مدد فرمائے۔ آمین! ———

آپ کے احوال واشغال سے سرور ہوا۔حق تعالیٰ ترقی بخشے۔اسی کو آپ التزام سے کرتے رہیں۔ جو کچھ اس وقت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کسی نام کو دنیاوی (منفعت) کے واسطے پڑھنا میں پسند نہیں کرتا۔اگرچہ بعض بزرگوں نے ''یاباسط'' اس مطلب کے واسطے پڑھا ہے اور یہ امر فی نفسہ جائز بھی ہے۔مگر اللہ تعالیٰ کے نام کو تحصیل معاش کا ذریعہ بنانا میں آپ کے واسطے پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ کارساز ہے۔اس پر نظر (رکھنی) چاہئے۔ وہ سب کام درست کردیگا۔میں دعا کرتا ہوں،اللہ تعالیٰ خلقت کے اور ہم سب کے حال پر رحم فرمائے۔

زوجہ دائم الحبس بغیر طلاق شوہر کسی دوسرے شخص سے نکاح نہیں کرسکتی اور اس کو حکم زوجہ مفقود کا نہیں دیا جاسکتا۔ اول تو اس کا حال معلوم ہے وہ مفقود نہیں۔ دوسرے یہ کہ زوجہ دائم الحبس اس کے پاس جاسکتی ہے کیونکہ جو شخص دائم الحبس ہے وہ جزائر میں بھیجا جاتا ہے۔اس کی زوجہ اس کے پاس جاسکتی ہے۔ ———

اوراد واشغال میں بوجہ دنیاوی تفکرات کے زیادہ اثر نہیں معلوم ہوتا،مگر آپ جو کچھ کرتے ہیں، کرتے رہیں۔ کیونکہ وہ اوراد واشغال بھی (کچھ نہ کچھ) اثر سے ہرگز خالی نہیں ہیں۔ اخذ بیعت کے واسطے کچھ طریقہ (اور قاعدہ) معلوم کرنے کی حاجت نہیں۔مگر خیر جب آپ ملیں گے، دیکھا جاوے گا۔معاش کے واسطے اللہ پاک کا نام پڑھنا آپ کے لیے ہرگز مناسب نہیں۔ جو کچھ مقدر سے پیش آوے اس پر راضی رہنا ہی بڑا عمل ہے۔اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا جملہ امور کے لیے کافی ہے۔''ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ''(جو توکل کرے اللہ پر پس اللہ اس کے لیے کافی ہے) حکم ناطق ہے۔بس یہی وظیفہ اور یہی عمل کافی ہے۔میں آپ کے لیے دعا خیر کرتا ہوں۔ ———

خدمت عیال کرنا اور ان کے واسطے سعی کرنا اور مشقت اُٹھانا بحسن نیت سب عبادت ہے۔اس میں آپ کی مصروفیت موجب خوشنودی حق تعالیٰ ہے اور یہ سب ترقی

درجات اُخروی ہے۔ اور شغل اشغال بعد اس کے جس قدر ہو سکیں وہ نفل ہیں۔ سو آپ کی مشغولی ضائع نہیں جس قدر ہو سکے کام کرتے رہیں۔ بندہ دعا گو اپنے دوستوں کا ہے اور کوئی اختیار و قدرت نہیں رکھتا۔ امید کرتا ہوں کہ آپ کے واسطے بھی خیر و خوبی دارین میں ہوگی۔......... بعد انقضاء سرما یہاں ہو جاویں غالباً دو تین یوم کے حرج میں کوئی عیال پر دشواری نہ ہوگی۔ اگر یہ بھی کسی وجہ سے مشکل ہو تو بذریعہ خط کے مطلع کریں۔ بندہ کو جو کچھ کہنا ہے بذریعہ خط کے کہہ دیوے۔ چونکہ میں بالکل اُمّی (نابینا) ہو گیا ہوں۔ اور لکھنے پڑھنے سے عاجز۔ اس واسطے اب لکھ نہیں سکتا۔ اور دوسرے سے لکھوانے میں تکلف ہوتا ہے۔ بندہ کو کچھ یاد نہیں کہ آپ کو کیا شغل بتایا تھا۔ بہر حال آپ وہی اپنا شغل کرتے رہیں جس قدر ہو سکے۔ بندہ دعا گو ہے۔ اس میں ہرگز دریغ نہیں۔ اور خواب میں جو آپ نے دیکھا کہ یہ بندہ آپ کے مکان پر گیا[1] یہ خود دلیل قرب اور اتحاد کی ہے۔ التفات کرنا اور توجہ کرنا قرب میں ضروری نہیں ہوتا۔ اور آپ کا متوجہ نہ ہونا یہ بھی بوجہ بے تکلفی اور اتحاد کے ہے کہ اول ملاقات میں توجہ اور رغبت ہوتی ہے اور بعد چند روز کے قلب میں محبت راسخ ہو جاتی ہے۔ تو اس وقت وہ تکلف ظاہری نہیں رہتا۔ مگر باطن میں محبت راسخ ہوتی ہے۔ یہی تعبیر آپ کے خواب کی ہے۔ ہرگز پریشان خاطر نہ ہونا چاہئے۔ ———————

میں آپ کے حصول مقاصد دینی و دنیوی کے لیے دست بہ دعا ہوں اور مجھ سے آپ صاحبوں کے ساتھ کیا سلوک ہو سکتا ہے؟ بہر حال میں دست بہ دعا ہوں اور دعا خیر سے مجھے دریغ نہیں۔ حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں وہی سب کا کفیل اور کارساز ہے۔ ———————

---

[1] مولانا سلطان پوری نے یہ خواب دیکھا تھا کہ حضرت گنگوہی ان کے مکان پر تشریف لائے ہیں اور ان کی جانب ملتفت نہیں ہیں۔ اور خود مولانا سلطان پوری کی توجہ بھی حضرت کی طرف مبذول نہیں ہے۔ خواب کا یہ مفہوم حضرت گنگوہی کے مکتوب گرامی ہی سے اخذ کیا گیا ہے۔ (فریدی)

منشی ظفر احمد صاحب[1] کے نام

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ چند روز گزرے کہ آپ کا خط آیا۔ فرصت جواب لکھنے کی نہ ملی۔ اب مختصراً لکھتا ہوں کہ...... سحر کا ہونا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ خلاف عقل ہے اور نہ خلاف نقل۔ کیونکہ آپ بشر تھے، بیمار بھی ہوتے تھے اور زہر کا اثر بھی ہوا۔ اور سحر بھی ایک نوع کا مرض ہے کہ خارج سے اثر بدن میں پیدا ہوتا ہے۔ سو اس کا انکار عقل نہیں کر سکتی اور صحاح احادیث اس میں خود موجود ہیں۔ اگرچہ خبر واحد ہی سہی، مگر خبر واحد بھی موجب علم وطمانیت کی ہے جس کے انکار سے آدمی فاسق ہو جاتا ہے۔ اگرچہ کافر نہ ہو۔ تعجب ہے کہ اپنے باہمی معاملات تمام اخبار احاد پر یقین کے ساتھ جاری ہوتے ہیں۔ کوئی تواتر خبر پر موقف نہیں کرتا۔ سرکاری احکام ملازم ورعایا پر جو جاری ہوتے ہیں اس میں بعذر عدم تواتر کوئی اس کو رد نہیں کرتا۔ بلکہ خبر واحد کو یقین جان کر تعمیل ہوتی ہے۔ اور بصورت عدم تعمیل سزا اور جرمانہ ہوتا ہے۔ کوئی عذر عدم تواتر کو نہ پیش کرے، نہ قبول ہو اور نہ اس سزا کو کوئی ظلم جانے۔ مسائل شرعیہ میں اپنی رائے ناقص کے خلاف جان کر عذرات وحدت خبر پیش ہوتے ہیں۔ یہ کس قدر دور از انصاف ہے۔ اور روایت عن کو جملہ اکابر و اصاغر علماء محدثین وفقہاء وعقلاء بشرط ثبوت لقاء بلکہ مکان لقاء (کی صورت میں بھی) "متصل" قرار دیتے ہیں اور اپنے فن درایت میں معتبر جانتے ہیں۔ اور اس وقت کے "خام طبعان" کا فن درایت اس کو غیر متصل اور غیر معتبر قرار دیوے، (یہ) کس قدر ناردانی ہے۔ ہاں البتہ یہ وحدت خبر کا عذر اور سند معنعن (کا عذر) بڑا حیلہ، اہل بطالت کو ہاتھ آیا ہے، اپنی

---

[1] دو مکتوب گرامی منشی ظفر احمد صاحب کے نام ہیں۔ منشی ظفر احمد صاحب کے حالات معلوم نہ ہو سکے۔ یہ دونوں مکتوب بہت اہم اور علمی وفقہی ہیں۔ اہل علم کے لیے ان دونوں خطوں کا مطالعہ بہت ہی مفید ثابت ہوگا۔ اوسط الفہم حضرات بھی اگر ان خطوط کا بار بار بغور مطالعہ کریں گے تو اصل مفہوم تک رسائی مشکل نہ ہوگی۔ (فریدی)

نیچر پر عمل کرنے کے لیے۔ تمام مسائل عملیہ الا ماشاء اللہ اخبار احاد اور معنعن سے ثابت ہوئے ہیں۔ پس جس کو چاہا خلاف طبع بعید جان کر رد کر دیا اور آزاد ہو بیٹھے۔'' **معاذ اللہ تعالیٰ** ''، مگر اہل علم و عقل کے نزدیک یہ دونوں عذر (خبر واحد اور معنعن کا عذر) مردود ہیں۔ اپنے مروّج، معاملات کو خود عاقل تامل کر کے دیکھے۔ اور بخاری اور مسلم کی (طرف) نسبت (کر کے) جو لکھا ہے کہ اخبار احاد سے یقین حاصل نہیں ہوتا خود (قائل کا اپنا من گھڑت) لغو قول ہے۔ اس سے (خبر واحد اور معنعن سے) اگر علم قطعی نہیں تو ظن غالب (جو) کہ بحکم یقین ہے، حاصل ہوتا ہے۔ خود اپنے معاملات کو شاہد اس امر کا قرار دے کر دیکھو۔ جب تک حد تواتر کو خبر نہ پہنچے، واحد ہی ہوتی ہے۔ کون سے معاملہ میں سو اور پچاس مخبروں کی خبر پر معاملہ کا حصر کیا جاتا ہے؟ علیٰ ہٰذا جو معنعن پر شبہ ہے (تو) پہلا (راوی) جو عَن سے روایت کرتا ہے اگر حدثنا کہے گا تو کیا نفع ہوگا؟ کیونکہ اگر بزعم سامع صادق ہے تو اس کی عَن کو ہی صادق جانا جائے گا۔ کیونکہ لقاء موجود، صدق و عدالت موجود اور اگر احتمال کذب ہے تو حدثنا کہہ کر بھی کذب بول سکتا ہے۔ پھر حدثنا سے کیا نفع ہوا؟ (لہٰذا) (معنعن پر) یہ شبہ محض وہم ہے۔ معنعن وہاں توقف میں رہتا ہے کہ لقائے راوی ممکن نہ ہو اور راوی پر احتمال، حذف اسناد کا ہو۔ بسبب اس کی (معلوم) عادت کے۔ نہ (کہ) مطلقاً ہر جگہ۔ یہ تو فن درایت تھا، مگر یہ فن درایت نیا ایجاد ہوا ہے کہ معنعن کہیں معتبر نہ ہو۔ پھر ہشام بن عروہ پر امام مالکؒ کا جرح نقل کرنا خود بے اصل اور نادانی ہے۔ ہرگز امام مالک نے ان کو کاذب نہیں کہا۔ بلکہ یہ ناقل اپنی نقل میں سراسر کاذب ہے۔ اس واسطے کہ امام مالکؒ اپنی کتاب ''موطا'' میں جابجا ہشام بن عروہ سے روایت فرماتے ہیں۔ اپنی روایت کی نہایت تعدیل و توثیق فرماتے ہیں کہ میری کتاب کے تمام راوی ثقہ اور عدول ہیں۔ اگر ہشام کو وہ کاذب کہتے تو گویا کتاب ''موطا'' کو بعض کذابین کی روایت سے تالیف کرتے۔'' **لاحول ولا قوۃ الا باللہ** ''

ع		''بریں عقل و دانش بباید گریست''

کتاب ''مؤطا'' کو تم خود دیکھ لو کہ کس قدر روایات ہشام سے اس میں موجود ہیں۔ پھر (ہشام کے لیے) ایسا سخت کلمہ امام مالکؒ کی طرف نسبت کرنا خود جھوٹ اور خطائے فاحش ہے (صادق و) عاقل کا کام نہیں۔ اور جس نے ''بخاری'' و ''مسلم'' کو دیکھا ہے ادنیٰ فہم وعقل کے ساتھ وہ بھی جان سکتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ سحر کی خبر دینا، جناب فخر عالم علیہ السلام کی اخبار واطلاع سے ہے کہ آپ خود فرماتے ہیں کہ:

''مجھ کو حق تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ مجھ پر یہودی نے سحر کیا ہے۔''

اب اہل اسلام کے نزدیک خبر رسول کی تو قطعی اور اپنی حس ومشاہدہ سے بھی زیادہ قطعی ہے کہ بلاواسطہ رسول کی زبان سے سننا مثل وحی کے ہے۔ اور (یہ سننا) مشاہدہ سے بھی ازید (بہت زیادہ) یقین میں ہوتا ہے۔ مگر نہ معلوم کس جاہل کا یہ فن درایت ہے کہ مشاہدہ اپنا تو یقینی اور خبر رسول کی کاذب، غیر معتبر ہوتی ہے۔ اور خبر رسول کو وہمی یا خیالی یا اعتقادی فاسد قرار دیا جاتا ہے۔ توبہ توبہ اس عقیدۂ فاسدہ سے کہ رسول کی بات کو وہمی اور خیالی تصور کر کے خلاف اپنی عقل فاسد کے جان کر رد کر دیں اور تکذیب کریں۔ آپ ہی فرماویں کہ (اس صورت میں) وحی کا آنا، جبرئیل اور ملائکہ کا اخبار دینا، برزخ، حشر، نشر، عذاب آخرت اور وجود جہنم وجنت وغیرہا صدہا امور کہ جن کو (بہت سوں کی) عقل قبول نہیں کرتی اور حواس سے محسوس نہیں ہوتے ان کا غیر معتبر ہونا لازم آتا ہے کہ کیونکہ یہ نہ معقول ہے نہ محسوس۔ چاہئے کہ خیالات پر محمول ہو کر قابل رد ہوں۔ .... اور ان کا یہ قول کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نسیان اور ضعف طبع لاحق ہو گیا، خلاف عقل ہیں۔ یہ دوسری کم فہمی ہے کیونکہ آپ کو نسیان بھی ہوتا تھا اور سب بشر کو کم وزیادہ نسیان عارض ہو جاتا ہے۔ اس میں کچھ نقصان عقل نہیں۔ آپ کو امور دنیا میں خیال ہوتا تھا کہ کر لیا ہے، حالانکہ یہ کیا تھا یا نہیں کیا، حالانکہ کر لیا تھا۔ مگر یہ اول وہلہ (شروع میں) خیال ہوتا تھا پھر بغور حقیقت حال واضح ہو جاتی تھی۔ یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ پھر اسی خیال پر قائم وراسخ بھی رہتے تھے۔ یہ ہرگز

نہ کہیں ہوا اور نہ کسی نے لکھا۔ بلکہ اول یوں خیال گزرا آخر وہ خیال رفع ہو کر اصل حال معلوم ہو گیا۔ اور یہ حال اب بھی عقلاء کو ہوتا ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی ہوتا تھا۔ مگر امور دنیا میں (ہوتا تھا) کہ جس سے کوئی نقصان فہم و عقل لازم نہیں آتا اور (نسیان) امور تبلیغ میں، یہ ہرگز کبھی نہیں ہوا اور نہ اس کی گنجائش تھی۔ کیونکہ وحی آئی اور فوراً اس کو لکھا دیا۔ چنانچہ یہ عادت ناشیہ تھی کہ جب کوئی حکم آیا اس کی فوراً تبلیغ کر دی۔ اس میں گنجائش نسیان کی ہرگز نہ تھی کہ جس سے کوئی لا یعقل شبہ نقصان تبلیغ کا اپنی ناقص طبع میں پیدا کرے۔

اور بقاء اس مرض (سحر) کی ایک سال تک جو لکھی ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ یہ حالت سال بھر رہی بلکہ یہ حالت نسیان چالیس روز تک رہی اور چھ ماہ تک ضعف (بوجہ) مرض کچھ زیادہ اور سال بھر تک کچھ کم یہاں تک کہ بعد سال کے بالکل اثر دفع ہو گیا۔ جیسا کہ نقاہت، مرض شدید کی وجہ سے برس یا کم و بیش رہتی ہے۔ سو ان روایات میں نہ تعارض ہے اور نہ کوئی ایسی بات ہے جو عقل کے خلاف ہو۔ ایسا مرض شدید جو روح حیوانی پر صدمہ پہنچائے، برس روز تک ضعف اس کا رہنا محال نہیں۔ بلکہ کثیر الوقوع ہے۔ پس سال بھر کا ضعف نہ کسی احکام تبلیغ میں خلل ڈالتا ہے اور نہ چالیس روز تک نسیان اور ضعف قوت کا رہنا کوئی حرج لاتا ہے (اس لیے) کہ عقل آپ کی تام تھی اور فہم و علم بحال خود تھا جیسا دیگر امراض میں ہوتا ہے، اور اول وہلہ نسیان امور معاشیہ میں ہوتا تھا آخر تامل سے رفع ہو جاتا تھا اور امور تبلیغ میں کچھ بھی نہ تھا۔ نہ کم نہ زیادہ۔ (اس صورت کو) کون عاقل غلط اور غیر ممکن تصور کر سکتا ہے۔ پس صاحب ''سفر السعادت'' یا دیگر علماء کا قول کسی وجہ سے اہل فہم کے (نزدیک) خلاف فہم نہیں۔ اگرچہ کسی کو بادی الرائے میں کسی سفیہ (بیوقوف) کی طرف سے خدشہ دلانے سے شبہ ہو جائے۔ نہ یہ امر محال ہے اور نہ کذب و تہمت ہے اور نہ اس کی حق تعالیٰ نے تکذیب فرمائی..... ''اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا کَذِبًا'' (یہ جھوٹ کے علاوہ کچھ نہیں بولتے) بلکہ حق تعالیٰ نے ان کفار کی تکذیب فرمائی ہے جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

مسحور و مجنون خارج از عقل بتلا کر ان کے حکم کو رد کرتے تھے۔ کیونکہ یہی وجہ مسحور و مجنون کہنے کی تھی۔ کہ ان کی بات (ان کے نزدیک) عقل سے خارج بلکہ قول جنون ہے، یہ معنی نہ تھے کہ ان کو مرض ہو رہا ہے۔ کیونکہ مریض عاقل کی بات کو کون غیر معتبر کہتا ہے۔ اسی واسطے کبھی مسحور کہتے تھے یعنی بے عقل معاذ اللہ اور کبھی مجنون اور کبھی ساحر، کبھی شاعر کہہ دیتے تھے۔ فی الواقع وہ (لوگ) خود مجنون لایعقل تھے۔ ''عِنْدَ السُّحَرَاء'' (جادوگروں کے نزدیک) (مقرر و مسلم ہے کہ) ساحر مسحور نہیں ہوتا یعنی ساحر پر سحر نہیں ہو سکتا۔ اور شاعر بھی مجنون اور مسحور نہیں ہوتا۔ کہ شاعری کو شعور تام لازم ہے۔ پس حق تعالیٰ ان ظلمہ (ظالموں) کے قول جنون کو رد فرماتا ہے کہ ہمارا رسول مجنون و مسحور نہیں۔ نہ یہ کہ کوئی اثر سحر نہیں ہوا۔ اثر سحر ہونے میں یہ حکمت تھی کہ ساحر ہونا آپ کا جو کفار افواہاً بیان کرتے تھے، رد ہو جائے۔ کیونکہ ساحر مسحور نہیں ہوتا۔ بہر حال یہ آیت ''وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا'' اہل نیچر کی مکذب ہے کہ اپنی عقل مالیخولیا کو مقتدیٰ بنائے بیٹھے ہیں۔ البتہ اس مسحوریت کا انکار ہے کہ خارج از عقل کر دیوے اور مجنون بنا دے۔ نہ یہ کہ مرض اور زہر اور سحر نبی پر اثر نہیں کرتا۔ نہیں بلکہ مثل اسباب مرض مادی اور زہر کے سحر بھی باذنہ تعالیٰ اخلاط مزاج میں اثر پیدا کرتا ہے۔ نبی پر ہو یا غیر نبی پر۔ اس خبر میں تردد کرنا یا اس کو خلاف عقل جاننا یا اس کے راوی کی تکذیب کرنا بندہ کے نزدیک بجز بے عقلی اور بے دینی کے کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ آپ کو مخلص جان کر یہ تحریر کیا گیا ہے ورنہ اہل نیچر کو اپنی ناقص عقل کے مقابلے میں کسی کی تحریر نافع نہیں۔ والسلام

از بندہ رشید احمد عفی عنہ، بگرامی خدمت منشی ظفر احمد صاحب بعد سلام مسنون آنکہ۔ خط آیا۔ حال معلوم ہوا۔ مسئلہ اضحیہ (قربانی) میں علماء کا خلاف (اختلاف) ہے کہ ابو حنیفہؒ اور احمدؒ کے نزدیک بکرا بکری ایک سال تمام کا کافی ہے۔ اور دنبہ نصف سال سے زیادہ کا ہو تو کافی ہے۔ اگر چہ تمام سال کا نہ ہو اور شافعیؒ کے نزدیک بکری بکرا دو سال تمام کے ہوں

اور دنبہ دوسال بھر کا ہو تو درست ہے۔ اس سے کم ناجائز۔ حدیث میں جذع اور مسنہ کا لفظ آیا ہے اور جذع کے ترجمے میں جو خلاف (اختلاف) ہوا ہے، ترجمہ لغوی میں خلاف ہوا ہے۔ اس پر مدار مسئلہ کا ہے۔ پس جس نے جذع کے معنی سال سے کم کا کیے ہیں اور مسنہ کا ترجمہ پورے سال کا۔ وہ تو مثل ابی حنیفہؒ اور احمدؒ کے عمل کرتا ہے۔ اور جو جذع سال تمام اور مسنہ دو تمام کا کہتا ہے وہ مثل شافعیؒ کے عمل کرتا ہے۔ اور یہ لغت عرب کا ہے اور دونوں مجتہدوں کے پاس حجت (موجود) ہے۔ لہٰذا احوط مذہب شافعیؒ کا ہے اور وسعت ابوحنیفہؒ اور احمدؒ کے مذہب میں ہے رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ اور حدیث میں عمر کا بیان بصراحت کہیں وارد نہیں ہوا۔ مجتہدین اشارات اور اختلاف الفاظ سے حجت لاتے ہیں۔ پس آپ نے جو احادیث نقل کی ہیں، ان احادیث میں عمر کا بیان نہیں۔ فقط جذع اور مسنہ اور عسود اور عناق کے الفاظ ہیں اور احادیث، فریقین کے لیے سند ہیں۔ بوجہ ترجمہ کے خلاف ہوا ہے احتیاط بہتر ہے۔ جو امام ابوحنیفہؒ کے موافق عمل کرتا ہے اس پر (بھی) اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ تشبہ ہے خواہ عبادات میں ہو۔ خواہ عادات میں ہو، خواہ لباس میں۔ جوزی (ہیئت) کسی کافر فاسق کی ہے اس میں مشابہت منع ہے اور منع بقدر مشابہت کے۔ کہیں کفر، کہیں فسق، کہیں مکروہ تنزیہہ۔ لہٰذا لباس نصاریٰ سے کفر لازم نہیں آتا۔ البتہ بعض لباس میں کراہت اور بعض میں حرمت ہے۔ اور یہ حدیث ابوداؤد کی "مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ الخ" صحیح ہے اور اس کے شواہد ہیں اور مسئلہ متفق علیہ ہے اور اس کے بہت نظائر حدیث وفقہ میں موجود ہیں۔ تحت السرۃ (ناف کے نیچے) اور فوق السرہ (ناف کے اوپر) ہاتھ باندھنے کی دونوں حدیثیں ضعیف ہیں اور صحابہ کا عمل دونوں طرح پر ہے۔ "ترمذی" نے کہا ہے کہ یہ امر واسع ہے جس طرح عمل کرے درست ہے اور ایک حدیث تحت السرہ کی صحیح ہے۔ اور ایک حدیث فوق السرہ کی بھی صحیح ہے۔ غرض دونوں درست اور ثبوت میں مساوی ہیں۔ اور عادت و رواج کے موافق تحت السرہ ادب سے اوفق (زیادہ موافق)

ہے۔ لہٰذا اس کو مرجح کہتے ہیں۔ اور مسح رقبہ (گردن کا مسح) علیحدہ کرنے کی کوئی حدیث نہیں۔ البتہ مسح رقبہ میں احادیث ضعاف ہیں کہ مجموع ان کا حُسن کو پہنچتا ہے اور قابل عمل ہے۔ رفع یدین قبل قنوت کی حدیث بندہ کو صحیح نہیں ملی۔ البتہ تکبیر قبل قنوت منقول ہے یہ ''مشکل الآثار'' میں طحاویؒ نے نقل کیا ہے۔ صحاح کے راوی عمدہ ہیں۔ اس واسطے ان کو ترجیح ہے۔ اگر دیگر کتب کے بھی یہی راوی ہوں یا مثل ان کے تو وہ بھی مقبول و معمول ہوں گی۔ اور مسائل عملیہ میں جو احادیث مختلفہ وارد ہیں اور مجتہدین کا اختلاف ترجیح ہے اس میں کنج کاؤ (تحقیق و تفتیش) بہتر نہیں کہ خواہ مخواہ نزاع میں پڑنے اور باہم تفسیق و تکفیر کرنے کا موجب ہے۔ لہٰذا اس میں شرح وبسط کرنے کی حاجت نہیں والسلام ———

مولانا حافظ عبدالرحمٰن مفسر امروہی[1] کے نام

(مکاتیب رشیدیہ غیر مطبوعہ)

---

[1] مولانا حافظ عبدالرحمٰن مفسر امروہیؒ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی اولاد میں تھے۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ آپ کے اجداد میں ہیں۔ آپ کا آبائی وطن سندیلہ تھا۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا عنایت اللہ مرحوم بمبئی میں مقیم تھے۔ وہیں آپ تولد ہوئے۔ عالم طفولیت میں اپنے بہنوئی کے پاس مکہ میں رہے، وہیں قرآن مجید حفظ کیا، وہاں اس عہد طفولیت میں بھی شیخ المشائخ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے دیدار سے مشرف ہونے کا موقع ملا۔ مکہ معظمہ سے واپس آئے تو دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ وہاں دیگر اساتذہ سے تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ قاسم العلوم والمعارف حضرت مولانا نانوتویؒ سے جامع ترمذی پڑھی، حضرت نانوتویؒ کی وفات (۱۲۹۷ھ) تک دیوبند میں رہے، پھر مراد آباد تشریف لے آئے اور حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہیؒ سے جو اس وقت مدرسہ شاہی مراد آباد کے صدرالمدرسین اور شیخ الحدیث تھے؛ استفادہ کیا اور اکثر کتب صحاح ستہ پڑھیں بعدہٗ حضرت محدث گنگوہیؒ کے حلقہ درس میں داخل ہوگئے۔ حضرت محدث گنگوہیؒ نے غالباً ۱۳۰۱ھ میں دورۂ حدیث کا ایک خاص نظام قائم فرمایا تھا اس سلسلے کے سب سے پہلے دورۂ حدیث کے شرکاء میں ایک آپ بھی تھے۔ الغرض قاسمی و رشیدی علوم و معارف سے حظ کامل حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ حضرت محدث امروہیؒ سے بھی سند فراغ حاصل ہوئی۔ قاسم العلوم حضرت مولانا نانوتویؒ اور حضرت محدث گنگوہیؒ سے بیعت کا تعلق تھا۔ خلافت حضرت حاجی امداد اللہ نور اللہ مرقدہ سے حاصل ہوئی۔ کچھ کم ستر سال درس دیا۔ بمبئی، پونا اور مراد آباد کے مدارس اسلامیہ میں درس دینے کے بعد ۱۳۳۰ھ میں بعد وفات حضرت محدث امروہیؒ امروہہ تشریف لائے اور مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ میں اپنے استاذ کی مسند درس پر بیٹھ کر ہزاروں تشنگانِ علوم کو سیراب کیا۔ درمیان میں کچھ عرصہ مدرسہ ریاست مینڈھو اور مدرسہ ڈابھیل سے بھی تعلق ہوگیا تھا۔ آپ نے ۲۲ر جمادی الثانیہ ۱۳۶۷ھ کو امروہہ میں وصال فرمایا اور احاطۂ جامع مسجد امروہہ کے اندر اپنے استاذ معظم حضرت محدث امروہیؒ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ تقریباً ۹۳ سال کی عمر ہوئی۔ بیضاوی شریف، مختصر المعانی اور مطول کے حواشی آپ کی یادگار ہیں۔ آپ کو فہم قرآن میں امتیاز خاص حاصل تھا۔ آپ کے نام آئے ہوئے مکاتیب رشیدیہ میں سے نادر و غیر مطبوعہ مکاتیب ''نظام کانپور'' کے تصوف نمبر میں مع فٹ نوٹ شائع کراچکا ہوں یہاں صرف چار مکتوب بغرض افادہ پیش کرتا ہوں۔ یہ مکتوبات مجھے حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صدیقی مفسر امروہیؒ کے چھوٹے صاحبزادے مولانا عبدالمومن صاحب سے حاصل ہوئے تھے۔ احقر نے آپ پر ایک مستقل مقالہ لکھ کر رسالہ دارالعلوم دیوبند بابت ۱۳۷۱ھ کی دو قسطوں میں شائع کرادیا تھا۔ تذکرۃ الکرام اور نزہۃ الخواطر جلد آٹھ میں بھی آپ کے حالات درج ہیں۔ (فریدی)

از بندہ رشید احمد عفی عنہ عنایت فرمائے بندہ حافظ عبدالرحمٰن صاحب مدفیوضہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ کل آپ کا خط پہنچا۔ فوت زوجہ[1] محترمہ کا قصہ دریافت ہو کر سخت تاسف ہوا۔ اول خانۂ ویرانی پھر ایسی موافق مزاج کی مفارقت......سو یہ مصائب تقدیری ہیں۔ اگرچہ بندہ کو مخالف طبع ہونے کے سبب سے ناگوار ہوتے ہیں مگر بقولہ ''انا ارحم لعبدی '' ان سب تکالیف کو نوش وشیریں جاننا اور عین مصلحت وحکمت سمجھنا لازم ہے اور نشان ایمان کا ہے۔ اگر بندۂ عاجز ومجبور کہ کسی ذرّہ قدر (ذرّہ برابر) امر کا مختار نہیں، جزع و فزع کرے اور ناشکری اور شکوہ کرے تو کیا سود (فائدہ) ہوتا ہے۔ سوائے اس کے کہ اپنے اوقات کو ضائع کرے اور عبث اپنے اجر کو گھٹاوے۔ اور حق تعالیٰ نے صابرین کے درجات جو فرمائے ہیں ان سے حرماں (محرومی) حاصل کرے۔ پس ایسے وقت میں صبر کرے اور سب کام اپنے اور جملہ مخالف وموافق طبع اپنے کو اپنے پروردگار ارحم کے سپرد کرکے یقین کرے کہ یہ ہی اس بندے کے حق میں مناسب تھا اور بہ تکلف شاداں وفرحاں اپنے آپ کو بنادے کیونکہ بندہ ناعاقبت داں مثل صغیر ولدِ بے تمیز کے ہے کہ وہ بھلے برے سے واقف نہیں۔ اگر اس کا پدر شفیق اس کی تربیت میں غسل وشو وحلق مو وغیرہ کرتا ہے تو لاریب، ناگوار طبع صغیر ہے اور شور وغوغا وگریہ وزاری کرتا ہے مگر عین مصلحت، صغیر کی اس میں ہے۔

پس بندہ زیادہ صغیر سے ناواقف اور حق تعالیٰ بہت سے بہت زیادہ ارحم، والدین سے۔ پھر کس طرح عاقل، فعل حکیم ارحم کو ناگوار جانے۔ بلکہ اگر اس کو اس کے انجام وحقیقت سے اطلاع ہو جاوے تو نہایت شاداں ہووے۔ لیکن چونکہ اس کو اس کے مصالح بھی معلوم نہیں تو لااقل (کم سے کم یہ ہو) کہ اپنے عقیدے کو درست کرکے بہ تکلف اپنے نفس کو اس پر لاوے کہ صبر کرے اور شکر نہ (کہ) شکوہ اور کفران نعمت۔ پس آپ بفضلہ تعالیٰ عاقل، ہوشیار اور ذکی الطبع عالم ہیں آپ سے یہی امید ہے کہ نہایت صبر کرکے اس مضمون کو پیش نظر

[1] ۱۳۰۴ھ میں آپ کی ان زوجہ محترمہ کا انتقال ہوا۔ (فریدی)

رکھ کر شکر فرماویں گے اور حق تعالیٰ سے مکافات ظاہری اپنے مصائب کی چاہیں گے تو حکم ہے "لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيْدَنَّكُمْ"

بعد اس کے یہ اظہار ہے کہ بندہ نے اس مرحومہ کو ثواب قرآن و ذکر بھی پہنچایا ہے اور دعائے مغفرت کی بھی کی ہے۔ حق تعالیٰ اس کو بخشے اور ظن غالب مغفرت کا ہی ہے کہ وعدۂ صادق، مخبر صادق کا (یہ) ہے کہ جس نے فرائض ادا کیے اور اطاعت زوج کی کی وہ داخل جنت ہووے گی۔ علیٰ ہٰذا رضائے جوار موجب دخول جنت ہے...... اور ایصال ثواب قطعی، ثواب مالی ہے اور بدنی بھی علی الراجح موصول ہوتا ہے...... مولوی عبدالکریم[1] صاحب، حافظ مسعود احمد[2] اور عزیز الرحمٰن[3] وغیرہم کی طرف سے بھی بعد سلام مسنون یہی مضمون تعزیت مرحومہ ہے۔ فقط والسلام

عنایت فرمائے بندہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلمہ مطالعہ فرمایند۔ آپ کا خط آیا حال معلوم ہوا۔ بندہ اس مرحومہ کے واسطے دعا کرتا ہے اور کچھ پڑھ کر ثواب بھی پہنچایا ہے اور ظن غالب حق تعالیٰ کے کرم سے اس کی نجات و مغفرت کا ہے۔

جو لوگ بدوں دیکھے بیعت، بندہ سے چاہتے ہیں نہ معلوم کہ کیا سمجھتے ہیں۔ مگر خیر چونکہ ان کی خواہش ہے ان کے حسن ظن کی وجہ سے بیعت ان کی قبول کرتا ہوں اور داخل سلسلہ کر لیتا ہوں۔ بایں شرط کہ اتباع سنت کا رکھیں اور اجتناب بدعات سے کرتے رہیں۔ صوم، صلوٰۃ، زکوٰۃ اور حج بشرط وجوب ادا کریں اور موافق، شرع شریف کے عمل درآمد رکھیں۔ حق تعالیٰ ان کو اور بندہ کو اپنے فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں حشر فرماوے اور ان کے زمرے خاص میں جائے خاص عطا فرماوے۔ آمین

آمدنی وقف مسجد کی کہ اس مسجد میں اس کی ضرورت نہیں اور نہ آئندہ کو حاجت معلوم

---

[1] مولوی عبدالکریم صاحب پنجابی حضرت محدث گنگوہیؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔ [2] حضرت گنگوہیؒ کے صاحبزادے [3] حضرت گنگوہیؒ کے بھانجے (تذکرۃ الرشید جلد اول) فریدی

ہوتی ہے، اقرب مسجد میں کہ حاجت مند ہو اور وہاں ضرورت ہو صرف کریں۔ مدرسہ وغیرہ میں صرف نہ کریں۔ اگرچہ بعض علماء مطلقاً منع لکھتے ہیں مگر بضرورت دوسری مسجد میں صرف کرنے کو متاخرین نے جائز لکھا ہے کیونکہ اگر اس دوسری مسجد میں صرف نہ ہووے گا تو ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔ میرا سلام مسنون سب صاحبوں کی خدمت میں پہنچا دیں اور جو جو داخل سلسلہ ہوئے ہیں ان کو بھی اور آپ کو مولوی عبدالکریم صاحب اور حافظ مسعود احمد سلام مسنون کہتے ہیں۔ ابوالنصر[1] بھی۔

از بندہ رشید احمد عفی عنہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا۔ حال دریافت ہوا۔ ترک شغل پر رنج تو نہیں ہوتا بلکہ افسوس ہوتا ہے۔ اور معذور بھی آپ کو جانتا ہوں۔ اولاً درس کا شغل مانع ہے اور دوسرے بندہ خود اس میں کوتاہی کرتا ہے تو پھر آپ میں اگر اثر ہے تو اپنا ہی اثر ہے۔ لہٰذا آپ کو معذور جانتا ہوں۔ البتہ جیسا اپنی کوتاہی پر تاسف ہوتا ہے اپنے دوستوں کی کوتاہی پر بھی تاسف ہوتا ہے مگر اب اس پہلے ہی شغل لطائف کو کرتے رہو، مضائقہ نہیں۔ اگر سلطان الذکر کا شغل نہ ہو، نہ ہو۔ فقط

...... حاجی محمد اکبر صاحب[2]، مرزا صاحب[3]، مولوی محمد حسن صاحب[4] (مغل پوری)، مولوی محمد حسن[5] (نواب پوری) اور دیگر جملہ احباب کو سلام مسنون پہنچے۔

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلمہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آج ۱۲؍ رمضان کہ روز یکشنبہ ہے آپ کا خط آیا تھا۔ تامل رہا کہ تم کون سے عبدالرحمٰن ہو۔ مگر یونہ کی قربت...... سے اہل بمبئی کو ظن غالب سے قرار دیا ہے۔ بہر حال اگر وہی ہو یا

---

[1] حضرت محدث گنگوہیؒ کے ماموں زاد بھائی۔ [2] حاجی محمد اکبر مرادآبادی مرحوم پنجابی برادری کے ایک سربرآوردہ بزرگ تھے، مدرسہ شاہی مرادآباد کے انتظامی امور میں حصہ لیتے تھے۔ [3] مرزا صاحب بھی حضرت محدث گنگوہیؒ سے تعلق رکھنے والے مرادآباد کے ایک بزرگ تھے۔ [4]، [5] یہ دونوں بزرگ مرادآباد کے ساکن تھے دونوں کا تعلق حضرت گنگوہیؒ سے تھا۔ دونوں کے محلوں (مغل پورہ، نواب پورہ) کی نسبت سے ان میں فصل کیا جاتا تھا۔ ان میں سے مولانا محمد حسن مرادآبادی مغل پوری آخر میں بھوپال کے قاضی ہوگئے تھے۔ (فریدی)

کوئی اور ہو جواب مسئلہ تو ضرور لکھنا ہے۔

مکانات کرایہ کے مال تجارت نہیں ہوتے پس اس کا کرایہ خواہ کسی قدر آوے جب بعد قبض کے قدر نصاب ہو کر حولان حول ہو جاوے اور وہ باقی رہے تو اس کرایے کے روپئے میں زکوٰۃ ہووے گی اور جو روپیہ قبل حول کے اس نے تعمیر مکانات میں صرف کر دیا۔ اگر چہ وہ مکانات مشتغل ہی ہیں مگر اس صرف شدہ روپئے پر زکوٰۃ نہیں آوے گی۔ اس واسطے کہ وہ صرف ہو گیا، باقی نہیں رہا اور جو کچھ اس کی لاگت سے بنایا ہے وہ مال زکوٰۃ نہیں کیونکہ مشتغل تجارت کا (مال) نہیں ہوتا۔

اگر کوئی اور مسئلہ پیش آوے گا دو چار سال میں تو البتہ خط پھر بھی لکھو گے ورنہ خیر۔ یہ نہیں کہتا ہوں کہ خط لکھا کرو مگر چھ ماہ یا کم زیادہ میں۔ اگر خیریت معلوم ہو جاوے تو بہتر ہے۔ اگر چہ جواب کا وعدہ نہیں کرتا ہوں۔ باقی تمہارے ہم درس سو وہ کیوں بیٹھے رہتے۔ جب سے دو تین دفعہ آدمی جا لیے اب شعبان کی بائیسویں کو "صحاح ستہ" کا چوتھا دور تمام ہوا۔ پہلے دور میں تم تھے اور حافظ[1] احمد و حبیب[2] الرحمٰن دیوبندی و جمیل الدین[3] کا (بھی) پہلا دور تھا اور یہ چوتھا تمام ہوا۔ بسبب امراض کے کہ وسط سال سوم میں واقع ہوئے اور دیگر عوارض کے (سبب) (اس سال) شعبان پر ختم دورہ ہوا۔ ورنہ ربیع الثانی پر (ختم) ہوتا تھا۔ فقط والسلام حافظ مسعود احمد گنگوہ ہیں بخیریت ہیں سلام ان کا پہنچے۔ مولوی عزیز الرحمٰن کا بھی سلام پہنچے۔

---

[1] مولانا حافظ محمد احمد ابن حضرت قاسم العلوم والمعارفؒ۔ [2] حضرت مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند۔ [3] مولانا حکیم جمیل الدین صاحب نگینویؒ جو حکیم اجمل خاں مرحوم کے استاذ تھے۔ (فریدی)

از بندہ رشید احمد عفی عنہ گرامی خدمت مولوی عبدالرحمٰن صاحب مد فیوضہم ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند[1]۔

آج آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا۔ صبح وشام "معوذتین" اور سورۂ فاتحہ پانی پر دم کر کے پیا کرو اور صبح وشام "اعوذ بکلمات اللّٰہ التامات من شرّ ما خلق" کو سہ بار ہر روز پڑھو سب (مرض) رفع ہو جاوے گا۔ حق تعالیٰ صحت دیوے گا۔ بندہ یہی دعا کرتا ہے۔

آپچک مسجد کا وقف وحق مسجد ہو جاتا ہے اس میں تصرف خاص، خلاف شرط واقف کرنا درست نہیں، "شرط الواقف کنصّ الشارع" اس کلیہ سے یہ مسئلہ نکل سکتا ہے اور بحث وقف "درمختار ور دالمختار" میں اگر تلاش کرو گے تو شاید دوسری حجت بھی مل جاوے۔ بندہ کو رفع بخار پرسوں سے ہو کر خلش پیچش کی ہے، کتاب نہیں دیکھ سکتا ہوں۔ فقط والسلام حاجی محمد اکبر صاحب ودیگر احباب کو جس کو چاہیں سلام مسنون فرمادیں۔ حافظ مسعود احمد کا بھی سلام مسنون پہنچے۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلمہ السلام علیکم۔ چند روز سے آپ کا خط مع کتاب آیا رکھا تھا۔ بہ سبب شدت بخار کے جواب نہ ہو سکا آج افاقہ پا کر لکھتا ہوں۔ اگرچہ صحت تامہ نہیں۔ اس کتاب[2] پر بندہ سے کچھ مت لکھاؤ اصل رائے بندہ یہ ہے کہ "فی حد ذاتہ" تعلم کتابت جائز مگر بہ سبب مفسدہ کے ناجائز۔ لہٰذا اس کی تصدیق میں بندہ کو معذور رکھو۔ فقط ذکر جہر اگر نہ ہو سکے تو وہ ہی ذکر نفی واثبات فقط خیال سے بحفظ الفاظ ومعنی کرو۔ فقط

---

[1] یہاں سے ماہنامہ "نظام" کانپور تصوف نمبر جلد ۴، ۵ شمارہ ۱۱، ۱۲، ۱۳ بابت ربیع الاول تا جمادی الاول ۱۳۸۳ھ مطابق اگست تا اکتوبر ۱۹۶۳ء سے لیا گیا ہے۔ حضرت مولانا فریدیؒ نے اپنے حواشی میں جن مکتوبات کا ماہنامہ نظام کانپور میں شائع ہونے کا ذکر کیا ہے وہی مکتوبات ماہنامہ "الفرقان" لکھنؤ میں بھی شائع ہوا ہے۔ اس وجہ سے ان مکتوبات کو چھوڑ دیا گیا۔ باقی مکتوبات ماہنامہ "نظام" کانپور سے یہاں درج کیے جا رہے ہیں۔ مفسر امروہیؒ کے مفصل حالات مقالات فریدی جلد اول میں ملاحظہ کریں۔ (محب الحق) [2] یہ کتاب غالباً کتابت نساء کے موضوع پر ہوگی۔ (فریدی)

مطلق سے فرد کامل کا مفہوم ہونا فقہ وعرف ہے۔ اس میں تخصیص کسی کی نہیں۔ جب آدمی بولیں گے تو ذہن میں تصور تکلم سالم آدمی آوے گا۔ جب روپیہ بولیں گے تو جید مفہوم ہووے گا۔ لہٰذا اس کو تخصیص نہیں کہتے۔ یہ دلالت العرف والنص ہے۔ لغوی امر ہے۔ نہ تخصیص۔ فقط والسلام۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب مدفیوضہم بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔

آپ کا خط آیا چونکہ عبدالرحمٰن نام کے چند احباب ہیں اس لیے ہر دفع نشان لکھنا مناسب ہے۔ اس خط پر سوائے نام کے کچھ نہ تھا نہ اندر خط کے۔ انگریزی مہر سے پتہ لگا ورنہ جواب نہ لکھا جاتا۔

من وما عام ہے مگر عموم گاہ بمعنی جمیع افراد ہوتا ہے اور ہر ہر فرد کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ''من جاء بالحسنة فله عشر امثالها'' یعنی جو جو فرد حسنہ لاوے گا عشر پاوے گا۔ خواہ کل ہوں یا بعض ہوں۔ پس جزاء ''بما کسبا'' میں (ما کسبا سے) مکسوب مراد ہے۔ خواہ فقط سرقہ ہو خواہ مع اہلاک ہو۔ سب کی جزاء قطع ہے اور ''ما تیسر'' میں جو کچھ میسر ہو وہ ہی (مراد) ہے۔ مگر جس پر قرآنیت کا اطلاق درست ہو کہ وہ ایک آیت ہے پس اگر کوئی ''ما تیسر'' لاوے گا۔ رُکن ادا ہو جاوے گا۔ ایک آیت یا ایک پارہ۔ یہاں من کا لفظ بھی وارد ہے کہ امام صاحب کے نزدیک اصل اس کی تبعیض ہے اور پھر تیسر خود یسر کو چاہتا ہے اگر وہ درجہ کہ عسر ہو جاوے پڑھنا مقرر ہو تو یسر کے خلاف ہے۔ چنانچہ یہ شبہ اور جواب ''نورالانوار'' اور ''تلویح'' نے بحث ما میں لکھا بھی ہے۔

ایک کتاب مولوی عبدالسمیع[1] نے جو رام پور (منیہاراں) کے رہنے والے ہیں۔ اور میرٹھ میں شیخ الٰہی بخش[2] کے مکان پر رہتے ہیں ''انوار ساطعہ'' نام در ردِ فتویٰ مولوی احمد علی

---

[1] مولوی عبدالسمیع بیدل رامپوری مؤلف انوار ساطعہ ان کی کتاب کا جواب براہین قاطعہ ہے۔ [2] لال کرتی میرٹھ کے مشہور رئیس۔ (فریدی)

صاحب سہارنپوری مرحوم اور ردفتویٰ بندہ ودیگران میں لکھی تھی اس کا جواب مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی طرف سے نہایت شائستہ ہوا۔اور بندہ نے اول سے آخر تک (اس کو) دیکھا کہ بندہ بھی (لکھتا تو) ایسا ہی لکھتا۔میرٹھ میں میری فرمائش سے طبع ہوا۔''مطبع ہاشمی''میں اور اس کے نسخے دیوبند، سہارنپور اور میرٹھ سے مل سکتے ہیں......ردعقائد فاسدہ منظور تھا اگر منگاؤ تو بہت بہتر ہے بلکہ اوروں کو رغبت دلا کر دکھاؤ عجب نہیں کہ نفع ہو۔فقط والسلام۔

از بندہ رشید احمد عفی عنہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند آپ کا خط آیا حال دریافت ہوا۔باہم صلح کا ہونا بہتر ہوا اور یہ سب بہ برکت مولوی محمود حسن صاحب حق تعالیٰ نے کر دیا۔الحمدللہ علی ذالک۔

آپ نے آیۃ''من کان فی المھد'' کا کچھ سوال فرمایا ہے بیضاوی وغیرہ تفاسیر سے آپ دیکھ سکتے تھے اور اب بھی دیکھ سکتے ہیں۔نہ معلوم بندہ سے کیا حاجت سوال ہوئی۔مگر ہاں یہ امر کہ کان کے زیادۃ کی کیا حاجت ہوئی اور کیا نکتہ ہے اس کی بیضاوی نے تصریح نہیں کی سو بندہ کہتا ہے''والغیب عنداللہ تعالیٰ'' کہ کان دوام الصوق نسبت کے واسطے اور لزوم وتاکد مضمونِ جملہ کے لیے آتا ہے تو کون فی المھد اگر چہ من ہو فی المھد صبیا سے بھی معلوم ہوتا ہے مگر جملہ اسمیہ میں بعد ثبوت ووجود کے استمرار ودوام ہوتا ہے۔مثلاً''زیدٌ قائمٌ'' کہ یہ معنی ہیں کہ بعد وجود قیام زید کے دوام، قیام کا ہے۔مگر یہ کہ پہلے اس حدوث قیام کے قیام نہ تھا۔یہ مقرر دریافت (معلوم) ہوا۔سو اس میں تاکد نہ تھا (بر) خلاف کان کے کہ کان کے اضافہ سے یہ دریافت ہوا کہ اس کلام سے پہلے اور اس وقت کے کون فی المھد سے پہلے بھی کون فی المھد ہی تھا۔کہ وقت حدوث وجود صبی سے اس وقت تک گاہ (کبھی) کسی وقت وآن میں یہ حالت معدوم نہیں ہوئی۔وقت ولادت سے اس وقت تک صبا موجود ہے بس ایسے شخص سے کہ گاہ اس میں تکلم کی قوت نہیں ہوئی نہ پہلے نہ اب۔اس حالت میں تو کیف تکلم اس پر بہت عمدہ موکد وچسپاں ہوا اور عدم صلاحیت کلام اچھی طرح محقق ہوئی کہ یہ معنی ہوئے

کہ ''کیف تکلم من لم یوجد فیہ صلاحیۃ الکلام لا فی الحال ولا فی الماضی ابدا ''پس جس میں صلاحیت الکلام اول ہو کر پھر بند ہو جاوے اس سے، بہت بالاتر حالت عجز ہے اس کی کہ اس میں ہنوز قوت صلاح، مخاطب ہونے کی آئی ہی نہیں۔ پس یہ نکتہ زیادتِ کان کا بندے کے ذہن میں آتا ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ مسعود احمد کا سلام مسنون پہنچے، میرا سلام مسنون جس کو چاہیں فرمادیں باقی خیریت ہے۔

استفسار از جانب حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صدیقی مفسر امروہی ؒ بخدمت حضرت قطب الوقت محدث گنگوہی قدس سرہ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بعد تسلیم مسنون عرض خدمت یہ ہے کہ میں خیریت سے ہوں اور آپ کی صحت وتندرستی کے لیے خدا سے داعی۔ یہاں ایک مقدمہ درپیش ہے ایک حوالدار نے سرکار کا کچھ کار نمایاں کیا۔ سرکار نے اس کے ساتھ یہ خاص رعایت کی کہ پنشن کے وقت اس سے وعدہ کیا کہ اس کے انتقال کے بعد اس کے لڑکوں کو نسل در نسل اور لڑکیوں کو حین حیات اس پنشن کا حق ملتا رہے گا۔ اب اس حوالدار کا انتقال ہو گیا اور حسب قرارداد اس کی تین لڑکیوں کو سات روپئے تقسیم ہو کر ملتے رہے۔ متوفی کی ہمشیرہ نے یہ کہا کہ شرع کی رو سے میرا بھی حق ہے۔ سرکار سے مجھے بھی ملنا چاہئے۔ سرکار نے پنشن دینی موقوف کر دی اور کہا کہ اگر شرع کی رو سے اس میں بہن کا بھی حق ہے تو ہم سب کو حصہ رسد دیں گے ورنہ نہیں اور جب تک شرع کا کوئی فیصلہ نہیں معلوم ہوگا اس وقت تک پنشن دینا ملتوی رکھا جائے گا اور روپئے جمع ہوتے رہیں گے۔ اب عرض یہ ہے کہ اس کا حکم مع دلیل معلوم ہو جائے۔

احاطۂ مسجد میں مدرسہ کے لیے مکان بنانا درست ہے یا نہیں۔ آمدنی مسجد کی اس قدر زائد ہے کہ اس کے خرچ کی اس وقت نہ آئندہ ضرورت معلوم ہوتی ہے اور نہ قریب کی مسجد اس کی محتاج ایسے روپیوں کو اگر مدرسہ کے کام میں خرچ کیا جائے یا نہیں؟ اگر درست نہیں تو اس قدر وافر روپئے کے ساتھ کیا کرنا چاہئے؟

..............(راقم) عریضہ۔ عبدالرحمٰن بن مولوی عنایت اللہ صاحب مرحوم از صدر پونہ مدرسہ لدھا ابراہیم۔

جواب استفتاء:

از بندہ رشید احمد عفی عنہ السلام علیکم۔ بعد مدت خط آیا حال معلوم ہوا مگر یہ نہ دریافت ہوا کہ آپ کا نکاح اُختِ[1] زوجہ مرحومہ سے ہوا یا نہ ہوا۔ باقی یہاں کا حال بدستور ہے۔ میراث ترکہ مملوکہ میں ہوتی ہے کہ وقت موت مورث کے ملک مورث میں موجود ہو اور پنشن محض وعدۂ عطا ہے جس قدر پنشن لے چکا اس میں ملک ہوگئی اور جس کو ہنوز قبض نہیں کیا اس میں ملک مورث کی نہیں ہوئی۔ پس بعد موت مورث کے مال موجودہ میں تو سب ورثہ، قدر حصہ شرعیہ کے میراث پاویں گے اور پنشن موعودہ میں جس سے وعدہ سرکار نے کیا ہے وہ ہی مستحق ہے۔ نہ غیر اس کا۔ مثلاً اس میں حین حیات دختر ان کے دختر ان سے وعدہ ہے لہٰذا اس کی مستحق دختر ان ہیں نہ دیگر وارث۔ پس بوجہ اِرث نہ دختر ان کو یہ پنشن ملتی ہے نہ کسی دوسرے کو ہاں بوجہ وعدہ کہ حق دختر ان کا ہے اور کسی کا نہیں۔ پس دعوی میراث کا ہمشیرہ متوفی کا باطل ہے کہ پنشن کوئی ورثہ ترکہ مورث متوفی کا نہیں...... اس میں روایت کی ضرورت نہیں ترکہ کی حد خود کافی ہے۔ فقط۔

احاطہ مسجد میں مدرسہ بنانا جائز ہے کیونکہ فنائے مسجد جیسے اُفتادہ پڑی ہے ایسا ہی مکان بنا کر اس میں درس دینا درست ہے مگر وہ مکان مدرسہ متعلق مسجد کے ہی رہے گا۔ وقف جدید نہ ہووے گا۔ اگر فنائے مسجد میں تعلیم کرنے لگے تو کیا مانع ہے۔ ایسا ہی بنائے مکان میں کچھ حرج نہیں۔

اگر آمدنی مسجد اس قدر زائد ہے تو مدرسہ متعلق مسجد میں خرچ کرنا درست ہے۔ فقط

---

[1] ۱۳۰۶ھ میں زوجہ مرحومہ کی بہن سے حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صدیقیؒ کا نکاح ہو گیا تھا۔ (فریدی)

حافظ اللہ دیہ کاندھلویؒ[1] کے نام[2]

(غیر مطبوعہ)

بخدمت حافظ اللہ دیہ صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا مہربانی نامہ آیا۔ یہاں کی کیفیت سنو۔

کہ مسعود و محمود ماہ شعبان سے مبتلائے بخار ہیں۔ گاہ نہایت شدت کا و گاہ تخفیف اور رمضان میں چند روز کو کچھ صحت بھی ہوگئی تھی، مگر اب تک بیمار ہیں۔ پڑھنا لکھنا سب فوت ہوا اور ان کی والدہ ماہ شوال سے مبتلائے بخار ہے۔ اور بندہ کو رمضان میں اور کچھ شوال میں تو بخار خفیف تھا، مگر نصف شوال سے لرزہ و بخار اور خارش خشک ہے۔ صحت تو نہیں مگر جو کچھ ہے، شکر ہے۔ کیونکہ اس قدر نہیں کہ (ہم) از خود رفتہ ہوگئے ہوں جو کچھ مصلحت ہمارے حق میں ہے وہی عین اصلاح ہے۔

پسر مسعود اس ہی بخار میں فوت ہوگیا اور میرے چچا حسین علی بھی ۲۱ر رمضان کو بخار میں فوت ہوئے اور دیگر چند عزیز اہل قرابت کے فرزند تلف ہوئے۔ ہنوز وبا باقی ہے۔ قریب ساڑھے تین سو کے مر چکے ہیں۔ آئندہ نہ معلوم کس قدر موت باقی ہے۔ مولوی محمد قاسم صاحب اب تندرست ہیں۔ محرم میں وہ بیمار ہوئے تھے۔ جب بندہ وہاں گیا تھا، اور

---

[1] حافظ اللہ دیہ بیگؒ کاندھلہ کے ایک صاحب نسبت بزرگ تھے اولاً حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت ہوئے۔ حاجی صاحب کی وفات کے بعد حضرت محدث گنگوہیؒ سے تعلق بیعت قائم کیا۔ آخر میں حضرت گنگوہیؒ کے مجاز بھی ہوگئے تھے۔ (ماخوذ از تبرکات مرتبہ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی) [2] مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی سلمہ نے حافظ اللہ دیہ کے نام آئے ہوئے یہ دو مکتوب گرامی مجھے بھیجے ہیں جو نادر اور غیر مطبوعہ ہیں اور وہ ان کی مرتب کی ہوئی کتاب ''تبرکات'' میں اس وجہ سے شامل نہ ہو سکے تھے کہ بروقت ترتیب حاصل نہیں ہوئے تھے۔ ان میں ایک خط فارسی میں ہے اس کی اصل اور اردو ترجمہ دونوں شائع کیے جا رہے ہیں۔ اردو والا خط حضرت نانوتویؒ کی وفات سے پہلے کا ہے غالباً فارسی خط بھی قدیم ہے۔ (فریدی)

اس کے بعد چند دورے قے و کھانسی و نزلہ کے ہوئے مگر اب صحت ہے۔

دل لگا رہنے سے ذکر میں، شکر کرتا ہوں، اور اپنے واسطے بھی اس دولت کو طلب کرتا ہوں، اگر نصیب ہو جاوے۔ ذکر نفی و اثبات اور اسم ذات میں سے جس میں زیادہ دل لگے، اس کو جلسۂ صبح میں کرتے رہیئے۔ اگر بارہ تسبیح سے شب میں فراغت ہو جاوے، قرآن شریف کو پڑھے جاؤ اور استغفار کر کے شروع کرو، جب تمہاری سعی کامل ہووے گی اور پھر بھی بھول جاؤ گے تو تم پر کچھ نقصان نہ ہووے گا۔ اگر جلد اچھا پڑھا جاوے جلد پڑھو جو آہستہ میں اچھا پڑھا جاوے آہستہ پڑھو۔

حکیم صاحب کی خبر آخری ذی قعدہ میں آنے کی ہے مگر ہنوز محقق نہیں۔ کہ بھوپال میں بھی...... فقط جملہ احباب کو سلام مسنون فرمادیں۔

اور یہاں کے سب لوگوں کی طرف سے سلام پہنچے، کوئی نفر یہاں بخار سے نہیں چھوٹا۔ بعض کو صحت ہوگئی اور بعض ہنوز مبتلا ہیں پس ایک ایک نام کہاں تک لکھوں کہ خط لکھنا بھی دشوار ہے، حافظ[1] الٰہی بخش کو بھی سلام پہنچے۔

---

[1] حافظ الٰہی بخش دہلویؒ۔ ۱۸۵۷ء کے بعد دہلی سے کاندھلہ آگئے تھے، کاندھلہ میں آخون جی کی مسجد میں قیام کیا، حافظ الٰہی بخش، حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے خاص متوسلین میں شمار ہوتے تھے حج بیت اللہ کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ حاجی صاحب نے اپنے ایک مکتوب میں ان کا ذکر اس طرح کیا ہے۔ ''مجموعہ ارشاد الطالبین'' کہ فارغ بود ہمدست حافظ الٰہی بخش دہلوی و کریم بخش سہارنپوری کے حامل رقعہ اند فرستادہ آمد'' (امداد المشتاق ص ۳۸۴) حافظ صاحب نے ساری عمر قرآن پاک کی تعلیم و تعلم میں گزاری۔ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی دہلویؒ کے نانا حضرت مولانا روف الحسن کاندھلویؒ نے ان ہی سے قرآن شریف پڑھا تھا۔ حافظ صاحب نے طویل عمر پا کر ۱۳۰۰ھ میں کاندھلہ میں وفات پائی۔

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

''میاں الٰہی بخش کے انتقال سے رنج ہوا اللہ تعالیٰ بخشے ہمارے پرانے یار تھے۔ اللہ تعالیٰ جنت میں مقام عالی نصیب کرے۔ (بیاض یعقوبی) (ماخوذ از تبرکات ص ۴۰-۳۹ مرتبہ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی) فریدی

حافظ صاحب مکرم حافظ اللہ دیہ صاحب دام شوقکم باللہ تعالیٰ

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد السلام علیکم رحمۃ اللہ وبرکاتہ

شہود آنکہ دریں جا خیریت است، وصحت ایشاں مطلوب۔ امروز سہ شنبہ خط ایشاں رسید، مافیہا بدریافت۔ حق تعالیٰ بزودی ایشاں را از مخمصہ دنیاوی نجات دہد۔ نوشتہ اند کہ در بعض امور مشاورۃ ضرور است۔ اگر حرج نہ باشد تکلیف کردہ بیابند۔ ایں بندہ ہم مشتاق ملاقات است۔ واگر حرج بود چندے دیگر صبر سازند۔ بظاہر در تصدیق، ضرورت مشورہ بود۔ اکنوں ہر گونہ کہ ہست تصدیق کنانند وبعد ازیں ہر چہ خواہد بود خواہد بود مگر ایں امر ملحوظ دارند کہ خاص حق غیر راضرور ترک سازند ودر مشکوک وہم نسازند۔ وبعد تصدیق قبل رفتن مظفر نگر اگر مہلت می شود بلکلوہ بیانید واگر مہلت نہ بود از اں جاہم فارغ بودہ قصد سازند۔ ایں قصہ پاک کردنداست واگر ضرورت مشورہ باشد بر وقت کہ خواہند بیابند۔ از طرف بندہ ہر گونہ مختار واجازت دارند۔ وتاہنوز خط از عرب بیاند بسیار انتظار است دو خبر متوحش کہ نوشتہ اند موجب تردد شد۔ گمان می شود کہ حضرت ہم مدینہ منورہ رفتہ باشند واگر بعد ازیں خطے رسید ضرور اطلاع خواہم کرد۔ فقط

حافظ عبدالرحمٰن سلام علیک می رسانند ومحمد حسین خاں ہم وپیر جیو محمد بخش وغیرہ دریں جا بہ ہمہ وجود خیریت است۔ قصد تحریر خط برائے روانگی ڈاک بود۔ حامل ہٰذا اصباح قصد کاندھلہ می داشت۔ ایں وقت عشاء نوشتہ بدست اومی رسانم درآنجا بخدمت مولوی نور الحسن صاحب و میر رستم علی صاحب ومولوی سعادت علی صاحب ودیگر ہر کہ خواہند سلام علیک رسانند۔

ترجمہ مکتوب فارسی

حافظ صاحب مکرم حافظ اللہ دیہ صاحب دام شوقکم باللہ تعالیٰ

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مشہور آنکہ اس جگہ خیریت ہے اور آپ کی صحت مطلوب ہے۔ آج منگل کے دن

آپ کا خط پہنچا اس کے مضمون سے آگاہی ہوئی۔ حق تعالیٰ آپ کو مخمصہ دنیا سے جلد نجات دے آپ نے لکھا ہے کہ بعض امور میں مجھ سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔ اگر حرج نہ ہو تو یہاں (گنگوہ) آنے کی زحمت برداشت کریں۔ بندہ بھی مشتاق ملاقات ہے۔ اگر کوئی حرج ہو تو کچھ دنوں اور صبر کریں مگر یہ بات ضرور ملحوظ رکھیں کہ خالص غیر کے حق کو چھوڑ دیں اور مشکوک کے اندر وہم نہ کریں۔ تصدیق کے بعد مظفر نگر جانے سے پہلے اگر مہلت ہو تو گنگوہ آئیں۔ اگر مہلت نہ ہو تو (مظفر نگر) سے فارغ ہو کر یہاں کا قصد کریں۔ (غرضکہ) اس قصہ کو ختم کرنا ہے اور اگر ضرورت مشورہ ہو تو جس وقت جی چاہے آئیں۔ بندہ کی طرف سے ہر طرح آپ کو اختیار ہے اور اجازت ہے۔ ابھی تک عرب سے خط نہیں آیا بہت انتظار ہے۔ آپ نے جو دو متوحش خبریں لکھی ہیں ان سے فکر و تردد ہوا۔ گمان ہوتا ہے کہ حضرت (حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ) بھی مدینہ منورہ گئے ہوں گے۔ اگر اس کے بعد (عرب سے) کوئی خط پہنچا تو میں آپ کو ضرور اطلاع دوں گا۔ حافظ عبد الرحمٰن[1] سلام مسنون پیش کرتے ہیں اور محمد حسین خاں و پیر جی محمد بخش بھی۔ یہاں ہر طرح خیریت ہے بذریعہ ڈاک خط لکھ کر بھیجنے کا ارادہ تھا مگر حامل رقعہ علی الصباح کاندھلہ جانے کا قصد رکھتا تھا اس لیے یہ خط عشاء کے وقت لکھ کر اس کے ہاتھ بھیج رہا ہوں۔ کاندھلہ میں مولوی نور الحسن صاحب[2]، میر رستم علی صاحب، مولوی سعادت علی صاحب اور ان کے علاوہ جس کسی کو چاہیں سلام پہنچا دیں۔

---

[1] حافظ عبد الرحمٰن صاحب پورب کے رہنے والے تھے۔ مفتی عنایت احمد کاکوروی اور مولانا نور الحسن کاندھلوی سے تعلیم حاصل کی تھی۔ حدیث کی تکمیل حضرت محدث گنگوہیؒ سے کی۔ بعد فراغت تعلیم حضرت محدث گنگوہیؒ سے بیعت ہوئے اور استفادہ باطنی کیا۔ اور چند روز میں صاحب نسبت ہو گئے حضرت گنگوہی نے ان کو اجازت بیعت عطا فرمائی تھی۔ مولانا حکیم مسعود احمد صاحب نے آپ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ گنگوہ میں وفات پائی۔ (تبرکات بحوالہ تذکرۃ الرشید) [2] مولانا نور الحسن کاندھلویؒ آپ حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ کے پوتے اور مولانا ابو الحسن صاحب کاندھلویؒ کے صاحبزادے تھے۔ ۲۶ ربیع الثانی ۱۲۲۷ھ کو کاندھلہ میں پیدا ہوئے، عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم والد بزرگوار اور دادا سے حاصل کی۔ ۱۲۴۵ھ میں بغرض تعلیم دہلی آ گئے وہاں دہلی کالج میں "نور الانوار" وغیرہ پڑھتے تھے۔ مولانا فضل حق خیر آبادیؒ اور مفتی صدر الدین آزردہؒ کے شاگرد بھی مولانا سے پڑھتے رہے۔ حضرت مولانا محمد اسحاقؒ نے جس سال مکہ معظمہ کو ہجرت فرمائی غالباً اسی سال آپ نے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ سرسید احمد خاں مرحوم نے دہلی اور آگرہ میں آپ سے تعلیم حاصل کی تھی۔ آپ نے بہت سی تصنیفات یادگار چھوڑیں۔ ۱۱ محرم ۱۲۸۵ھ کو وفات پائی اور مفتی الٰہی بخش کے پائیں کاندھلہ میں دفن ہوئے۔ (فریدی)

مولانا حافظ حکیم محمد صدیق قاسمی مرادآبادیؒ کے نام[1]

(غیر مطبوعہ)[2]

(۱)

از بندہ رشید احمد عفی عنہ بعد سلام مسنون آنکہ آپ کا خط آیا۔ حال معلوم ہوا۔ جو امور آپ نے استفسار کیے ہیں (ان میں سے) بعض کو تو کچھ لکھتا ہوں اور بعض (کے جواب) سے معذور ہوں، معاف فرمادیں۔ کوتاہ قلمی کی وجہ سے تحریر میں ضبط نہیں کرسکتا۔

"ولو یری الذین ظلموا[3] الخ" جلالین میں اول قرأۃ "تریٰ" بصیغۂ خطاب کو لیا اور رویۃ کو رویۃ بصری ٹھہرا کر "الذین ظلموا" کو مفعول بنایا اور "اذ یرون العذاب" کو ظرف بنایا بمعنی رویۃ بصری کے۔ سو ترجمہ یہ ہوا کہ اگر دیکھے تو ظالموں کو وقت دیکھنے ظالموں کے عذاب کو، اور جواب "لو" کا محذوف نکالا "لَرَاَیْتَ اَمْرًا عَظِیْمًا"

---

[1] مولانا حکیم محمد صدیق قاسمی مرادآبادیؒ نے قاسم العلوم والمعارف حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا سید احمد حسن امروہیؒ سے علوم دینیہ عربیہ کی تحصیل کی۔ حدیث حضرت مولانا سید عالم علی نگینوی ثم مرادآبادیؒ سے پڑھی۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ؛ ان تینوں حضرات سے خلافت واجازت حاصل تھی۔ علوم دینیہ کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ حاذق طبیب بھی تھے۔ محلّہ بغیہ میں مکان تھا۔ جوانی کے عالم میں نابینا ہوگئے تھے۔ حسب ارشاد مولانا نگینویؒ طلباء کو درس دیتے رہے۔ فارسی اور اردو میں اشعار بھی کہتے تھے۔ صدیق اور قاسمی تخلص تھا۔ ۲۰ رشوال ۱۳۲۷ھ میں انتقال ہوا۔ آپ کے مفصل حالات مقالات فریدی جلد اول بعنوان "خمخانہ قاسمی کا ایک جرعہ نوش" اور مقالات فریدی جلد سوم میں بعنوان مولانا محمد صدیق کے نام حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور مولانا نانوتویؒ کی نادر تحریرات میں ملاحظہ کریں۔ (محب الحق)

[2] یہ مکتوبات مجھ کو حکیم محمد عمر صاحب مرادآبادی زید مجدہم نبیرہ حضرت مولانا حکیم محمد صدیق مرادآبادی سے حاصل ہوئے۔ موصوف کے شکریہ کے ساتھ ان خطوط کو "الفرقان" میں شائع کرا کے ہدیۂ ناظرین کیا جارہا ہے۔ (فریدی) جب جواہر پارے کا سلسلہ چل رہا تھا تو حکیم محمد عمر صاحب بقید حیات تھے۔ آپ کا وصال ۱۸ اپریل ۱۹۸۵ء میں ہوا۔ (محب الحق)

[3] "ولو یری الذین ظلموا الخ" پارہ ۲ رکوع ۳ فریدی

اور ''اَنَّ القوۃ'' کو مجرور دلیل اس کی بنایا، اس میں تو کچھ خفا نہیں۔ پھر کہا کہ ''وَ فِیْ قِرأۃٍ یَرٰی'' ''بالتحتانیہ'' اور اس قرأۃ پر اگر فاعل ضمیر سامع کی ہو تو بھی رویۃ بصری ہے اور سب معنی مثل سابق کے ہوں گے۔ اور جو ''الذین ظلموا'' کو فاعل بنادیں تو اب رویۃ علمی کہتا[1] ہے یعنی اگر جانتے ظالموں۔ اور ''اَنَّ الْقُوَّۃَ لِلّٰہِ'' کو قائم مقام دو مفعول کا اور ''اذ یرون العذاب'' کو ظرف مثل سابق کے بمعنی رویت بصری۔ پس معنی یہ ہوئے کہ اگر جانتے ظالموں کہ قوت سب حق تعالیٰ کو ہے وقت دیکھنے عذاب کے اور جواب محذوف۔ بس ''اذ یرون العذاب'' کا ظرف ہونا دشوار ہے اور یہی اس میں اشکال ہے سو اگر ''اذ یرون العذاب'' کو مبدل منہ، اور ''ان القوۃ'' کو اس کا بدل کردیا جاوے تو معنی درست ہو جاتے ہیں۔ اس طرح۔ اگر جانتے ظالم وقت دیکھنے عذاب کو، اس کو کہ قوت سب حق تعالیٰ کو ہے اور اس کا عذاب شدید ہے۔ اور جواب ''لَوْ'' کا محذوف ہے۔ اب کچھ خدشہ نہیں۔ اور دوسری توجیہ بھی ممکن ہے۔ تم کو یہی کافی ہے۔

''مِنَ[2] الآیات'' اگر حال ''نتلوہٗ'' کی ضمیر سے واقع ہوگا تو عامل ''ذالک'' ہرگز نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا بالضرور یہاں عبارت حذف ہوکر رہی اور غلطی کاتب ہوئی۔

سو اس طرح عبارت ہے ''**مِنَ الآیاتِ حال او نتلوہٗ حال وعامله ما فی ذالک من معنی الاشارۃ. الخ**''

اور آیہ ''یتفیؤ[3]. الخ'' میں وجوہ جمع شمائل۔ وافراد یمین کی تفسیر کبیر میں مذکور ہیں۔ کہیں سے طلب کرکے دیکھ لیویں۔ ایک وجہ یہ ہے کہ یمین جانب شرق کو قرار دیا ہے سو مخرج ظل واحد ہے اور پھر مغرب کی طرف جانے میں بدلتا چلا جاتا ہے۔ لہٰذا شمائل کو جمع

---

[1] صاحب جلالین کہتا ہے۔

[2] پارہ ۳ رکوع ۱۳

[3] پارہ ۱۴ رکوع ۱۱

فرمایا ہے اور پوری تقریر آیۃ ''شهادة بينكم[1] '' کی لکھ نہیں سکتا ہوں[2] اور حق یہ ہے کہ یہ بھی جو لکھا ہے، خوب بسط اس کی زبانی ہو سکتی ہے۔ تحریر میں بسبب عدم فرصت نہایت قاصر ہوں۔ لکھنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ فقط والسلام

اور سب احباب کو سلام مسنون فرما دیویں۔

(۲)

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔

بعد سلام مسنون آنکہ بندہ بخیریت ہے۔ آپ کے لیے دست بدعا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور آپ کے حسن ظن سے اس عاجز کی دعا قبول فرما کر آپ کو کامیابی بخشے۔ مجھ سے سوائے دعائے خیر کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ بعد نمازِ عشاء پانچ سو بار ''حسبنا الله و نعم الوكيل ''پڑھ لیا کریں اور حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں وہی سب کا کفیل و کارساز ہے۔ فقط والسلام

از بندہ محمد یحییٰ السلام علیکم۔ والا نامہ باعث منت ہوا تھا۔ اس کی تعمیل کی گئی۔ فقط والسلام

(۳)

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ مولوی حکیم محمد صدیق صاحب بعد سلام مسنون آنکہ۔ بندہ بخیریت ہے۔ آپ کے خط سے کیفیت مرض اہلیہ محمد فاروق[3] سے ملال ہے۔ اللہ تعالیٰ صحت بخشے۔ میں دست بدعا ہوں۔ آئندہ اس کی کیفیت سے اطلاع کریں۔ والسلام

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ عنایت فرمائے بندہ حافظ محمد صدیق صاحب بعد سلام مسنون الاسلام مطالعہ فرمایند۔ بندہ بخیریت ہے۔ مژدۂ عافیت باعث اطمینان ہوا۔

---

[1] پارہ ۷ رکوع ۳ [2] یہ مکتوب گرامی ایک علمی مکتوب ہے اور اہل علم حضرات خصوصاً مدرسین و معلمین علم تفسیر کے لیے یہ گرانقدر تحفہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس مکتوب کے مطالعہ کے وقت جلالین کو سامنے رکھا جائے۔

[3] حکیم محمد صدیق صاحب کے چھوٹے صاحبزادے۔ (فریدی)

میں دعا گو ہوں حصول مقاصد کے لیے دست بدعا ہوں۔ اللہ تعالیٰ بار گران قرض سے سبکدوشی بخشے۔ آمین۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب[1] سلمہ بعد سلام مسنون الاسلام اینکہ بندہ آپ کے لیے دست بدعا ہے کام جو کچھ آپ کو بتلایا ہے وہ کرتے رہیں اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں وہی کفیل وکارساز ہے۔ فقط والسلام۔

(۴)

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ بندہ بخیریت ہے۔ آپ کے خط سے کیفیت دریافت ہوئی۔ میری طبیعت اب بحمدللہ اچھی ہے۔ اطمینان رکھیں۔ آپ کے لیے اور جملہ احباب کے لیے دست بدعا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اور آپ کے حسن ظن سے قبول فرماوے اور آپ کو صحت تامہ بخشے۔ میں سوائے دعائے خیر کے اور کیا کرسکتا ہوں۔ آمین۔ فقط والسلام

از بندہ محمد یحییٰ السلام[2] علیکم! اچکن اور چادر تلاش کر کے ان شاء اللہ بھیجی جاوے گی۔ آپ کا خط جب آیا تو نواب[3] صاحب جا چکے تھے۔ والسلام۔

---

[1] حکیم محمد صدیق صاحب کے بڑے صاحبزادے۔

[2] یہ کلمات حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ (والد ماجد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ) نے تحریر فرمائے ہیں۔

[3] غالباً نواب محی الدین خاں فاروقی مرادآبادیؒ مراد ہیں جو قاضی بھوپال تھے۔ (فریدی)

مولانا عبدالرحمٰن مرادآبادیؒ کے نام

(غیر مطبوعہ)

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون آنکہ بندہ بخیریت ہے۔

آپ کے لیے دست بدعا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قبول فرماوے اور مقاصد دارین برلاوے۔ درود و وظائف، تلاوت کلام پاک جس قدر جس وقت ہو سکے۔ کر لیا کریں اور معمول کو ناغہ نہ ہونے دیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بہتر ہی ہوگا۔ اپنے آپ کو کچھ نہ سمجھنا اور حق تعالیٰ کی طاعت و عبادت میں اپنے کو قاصر سمجھتے رہنا ہی بڑا مقصود ہے۔ اس کو محمود سمجھیں نہ (کہ) مذموم۔ بخدمت مولوی محمد صدیق صاحب سلام مسنون۔ فقط والسلام

۵/ذی الحجہ روز سہ شنبہ (سنہ مذکور نہیں ہے)

(اس مکتوب کی پشت پر حضرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ نے حسب ذیل کلمات تحریر فرمائے ہیں)

از بندہ محمد یحییٰ عفی عنہ بعد سلام مسنون۔ گذارش آنکہ نیازمند کو بھی گاہ گاہ دونوں حضرات دعائے سحری میں یاد فرما لیا کریں کہ حق تعالیٰ اپنی مرضیات میں چلاوے اور خاتمہ ایمان پر فرماوے۔ فقط والسلام۔

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ۔ مولوی عبدالرحمٰن سلمہ بعد سلام مسنون آنکہ بندہ بخیریت ہے۔ آپ کے خط سے کیفیت معلوم ہوئی۔ میں دعا گو ہوں جملہ مقاصد کے لیے دست بدعا ہوں۔ اللہ پاک اپنے فضل و کرم سے قبول فرماوے۔

اطریفل زمانی کا استعمال مفید و مناسب معلوم ہوتا ہے۔ چھ ماشہ سوتے وقت کھا لیا کریں اللہ تعالیٰ شافی مطلق ہے۔ فقط والسلام۔ از بندہ محمد یحییٰ سلام مسنون۔

---

[1] مولانا عبدالرحمٰن صاحب مرادآبادی مولانا حکیم محمد صدیق صاحب مرادآبادیؒ کے بڑے صاحبزادے تھے عربی فارسی میں دستگاہ کامل رکھتے تھے حضرت گنگوہیؒ سے بیعت تھے۔ جگر مرادآبادی نے بھی مولانا عبدالرحمٰن صاحب سے تعلیم حاصل کی تھی۔ ۱۹۱۳ء میں آپ کا انتقال ہوا۔ (فریدی)

منشی محمد اسحاق[1] مرادآبادی کے نام

(غیر مطبوعہ)

از بندہ رشید احمد گنگوہی عفی عنہ منشی محمد اسحاق صاحب سلمہ بعد سلام مسنون مطالعہ فرمایند۔ آپ کا پرچہ آیا۔ حال معلوم ہوا۔ یہ عاجز بفضلہٖ تعالیٰ تندرست ہے۔ مولوی محمد صدیق کے مقروض ہونے سے پریشانی ہوئی۔ حق تعالیٰ ان کو سبکدوش قرض سے فرما دے۔ بندہ بھی دعا کرتا ہے۔ اگر وہ دعوات جو حدیث میں قرض کے واسطے وارد ہوئی ہیں۔ التزام کر کے پڑھیں تو لاریب باذنہٖ تعالیٰ صورت ادا پیدا ہو جاوے گی۔

"اللھم اکفنی بحلالک عن حرامک. الخ" یہ محض اشارہ ہے "حصن حصین" یا مشکوٰۃ میں دیکھا پڑھیں۔ فقط والسلام۔

سب احباب کو سلام مسنون فرما دیویں۔ مولوی عبدالکریم صاحب کا بھی سلام مسنون پہنچے۔ دو ماہ رجب سہ شنبہ از گنگوہ (سنہ مذکور نہیں)

---

[1] منشی محمد اسحاق صاحب محلہ نواب پورہ مرادآباد کے رہنے والے تھے۔ مدرسہ شاہی مرادآباد میں محرر دفتر اور محصل چندہ رہے۔ حضرت گنگوہیؒ سے آپ کو بیعت کا تعلق تھا۔ آپ کے چار صاحبزادے تھے جن کے نام یہ ہیں: (۱) محمد یوسف، (۲) مولانا محمد یونس، (۳) مولانا محمد یحییٰ (۴) حافظ محمد یامین۔ یہ چاروں غالباً تقسیم ہند سے پہلے ہی لائل پور چلے گئے تھے۔ اول الذکر کو چھوڑ کر باقی تینوں صاحبزادے عالم اور حافظ تھے۔ مولانا محمد یونس اور مولانا محمد یحییٰ کے متعلق تو یہ معلوم ہوا کہ وہ حضرت مولانا انور شاہ محدث کشمیریؒ کے زمانہ میں دارالعلوم سے فارغ ہوئے تھے۔ ان بھائیوں میں صرف حافظ قاری محمد یامین لائل پور میں غالباً بقید حیات ہیں۔ (فریدی)

مرتب کی دیگر کتابیں

۱. فیضانِ نسیم: مولانا فریدیؒ کے حالات، ملفوظات اور مکتوبات

۲. سیرت ذوالنورینؓ: امیر المومنین خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنیؓ کے مختصر حالات

۳. مکتوباتِ نعمانی: مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے مکتوبات بنام نواب عزیز الٰہی خاں حسن پوری مرحوم۔

۴. مکتوباتِ مشاہیر: بنام نواب عزیز الٰہی خاں حسن پوری مرحوم

۵. اردو تفاسیر و تراجم: علماء دیوبند کی تفسیری خدمات

۶. مقالاتِ فریدی (جلد اول): مولانا فریدی امروہیؒ کے مقالات

۷. سید العلماء، حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہیؒ کی سوانح حیات

۸. مقالاتِ فریدی (جلد دوم): مولانا فریدی امروہیؒ کے مقالات

۹. حکیم الامت کی محفل ارشاد

۱۰. زیارت حرمین (نقوش و تاثرات) مولانا فریدی امروہیؒ کا سفر نامہ حج

زیر طبع

سفر نامۂ حجاز

مولانا نواب رفیع الدین فاروقی مرادآبادیؒ

اور

نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کا سفر نامہ حج